"یہ زندگی اور موت کے درمیان سفر کی روداد ہے۔
زندگی...... جو کبھی کبھی چند قدم کے فاصلے پر ہونے کے باوجود صدیوں کی مسافت پر نظر آنے لگتی ہے اور موت...... جو ہمیشہ بہت دور محسوس ہوتی ہے لیکن صرف ایک قدم اٹھاتے ہی سامنے آجاتی ہے۔وہ ناتواں اور بے بس نوجوان بھی کچھ ایسی ہی صورت حال سے دوچار ہوگیا تھا۔سفاک وخون آشام درندے اس کی راہ پر لگ گئے تھے۔ایک درندے ہی کے آخری لمحوں کا نظارہ اس کا جرم ٹھہرا تھا۔"

معروف شہروں میں حادثے ہوتے ہی رہتے ہیں۔وہ جان لیوا حادثہ بھی ایک ایسا ہی حادثہ تھا۔بظاہر اس کے اثرات جائے حادثہ پر ہی ختم ہو گئے تھے۔کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ اتنا دیر پا اور دور اثر ثابت ہوگا۔حادثے کے مہلک ہونے کے باوجود بہ ظاہر اس کی وجہ سے نقصان میں کوئی نہیں رہا تھا۔

حادثے کا ایک شکار 78 سالہ شخص روزن بام تھا،جس کا دنیا میں کوئی نہیں تھا۔وہ شیورلیٹ کاروں کا عاشق تھا اور جرمن کاروں سے اسے سخت نفرت تھی۔وہ ستمبر کا مہینہ تھا اور جمعرات کا دن،روزن بام اپنی شیورلیٹ میں اس نرسنگ ہوم کی طرف جارہا تھا،جہاں اسے

اپنے چند ہم عمر دوستوں کے ساتھ تاش کھیلنے تھے۔ ہر جمعرات کو وہ کھیلتے اور ہر کھیل کا اختتام جھگڑے اور گالم گلوچ پر ہوتا لیکن معمول میں کوئی فرق نہ آتا۔ وہ واحد تفریح ہی نہیں، روزن بام کی مجبوری تھی۔ وہ ان کے پاس نہ جاتا تو کیا کرتا، جمعرات کا منحوس دن کیسے گزرتا۔ اس کی زندگی میں پیش آنے والے تمام برے واقعات جمعرات کے دن پیش آئے تھے۔ اس کی شادی جمعرات کو ہوئی۔ دونوں بچوں کو بھی جمعرات ہی نے نگلا تھا۔ دنیا میں کون ایسا ہے، جو اپنے بچوں سے زیادہ جینا چاہتا ہو لیکن موت لواحقین سے مشورہ کب کرتی ہے۔ یہ معاملات ہی عجیب ہیں۔ وہ گزشتہ 55 برس سے یومیہ ساٹھ سگریٹ پیتا آرہا تھا اور اسے کچھ نہیں ہوا تھا اور اس کی بیوی، بیٹے اور بیٹی نے زندگی میں کبھی ایک کش بھی نہیں لیا تھا لیکن کینسر نے اپنے شکار کا انتخاب کرتے ہوئے یہ بات ملحوظ نہیں رکھی تھی اور پھر جمعرات کا دن!

وہ گھر سے کچھ لیٹ نکلا تھا۔ ٹریفک کی زیادتی اور پریشان کر رہی تھی۔ ایسے میں ایک کھٹارا فاکس ویگن اس کی کار کے آگے اس طرح خراب ہوئی کہ اس کے لیے اپنی شیورلیٹ نکالنا ممکن نہیں رہا۔ وہ ہارن بجانے اور فاکسی کے ڈرائیور کو برا بھلا کہنے کے سوا کیا کرسکتا تھا اور ہارن سبھی کو غصہ دلاتے ہیں۔

فاکس ویگن کا ڈرائیور 82 سالہ کرٹ ٹیس تھا۔ اس کا اصل نام کیسپر زیل تھا لیکن پچھلے 28 برس سے اسے کسی نے اس نام سے نہیں پکارا تھا۔ اب تو وہ خود بھی اپنا نام کرٹ ٹیس ہی سمجھتا تھا۔ پارک میں بچوں کو ٹافیاں دینا اس کا محبوب مشغلہ تھا۔ دنیا میں ایک بیٹے کے سوا اس کا کوئی نہیں تھا۔ اسے بھی اس نے برسوں سے نہیں دیکھا تھا۔ گویا خون کا رشتہ قائم ہونے کے باوجود جذباتی تعلق منقطع ہو چکا تھا۔ صرف ایک کاروباری رشتہ رہ گیا تھا۔

کار بند ہونے میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ شیورلیٹ کا ہارن سن کر اس نے کھڑکی سے سر نکالا اور جرمن زبان میں صبر کی تلقین کی۔ جواب میں اس کی فاکس ویگن کو برا بھلا کہا گیا۔ پھر پچھلی کار کے ڈرائیور نے آپے سے باہر ہو کر اس کی کار کو ٹکر ماری۔ گویا مفت میں دھکا لگایا گیا۔ فاکسی اسٹارٹ ہوگئی۔

اب یہ دونوں ڈرائیوروں کے لیے اپنی اپنی کار کی آبرو بچانے کا سوال تھا۔ روزن بام نے طے کرلیا کہ اپنی شیورلیٹ فاکسی سے آگے نکال کر رہے گا۔ دوسری طرف کی

کیسپر زیل المعروف بہ کرٹ ہیس نے تہیہ کر لیا کہ وہ شیوی کو آگے نہیں نکلنے دے گا۔ دونوں کاریں تیز رفتاری سے اپنے انجام کو بڑھ رہی تھیں۔

اس حادثے میں ملوث تیسرا فرد آئل ٹرک والا آسکر تھا، جو وہاں ڈیلیوری دینے آیا تھا۔ اسے یہ علاقہ صرف ایلن کی وجہ سے پسند تھا۔ ایلن کارنر کے ریسٹورنٹ میں ویٹریس تھی۔ آسکر کب سے اسے پٹانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن مطلقہ ایلن ایک اور زخم کھانے کے موڈ میں نہیں تھی۔

چوتھا شخص سیاہ فام بابی تھا، جسے فوٹوگرافی کا شوق تھا۔ مگر کوئی اسے گھاس نہیں ڈالتا تھا۔ وہ دن بھر اپنے کیمرے سے مسلح ادھر اُدھر پھرتا رہتا تھا۔

گاڑیوں کی آوازوں پر آسکر چونکا۔ ایک ثانیے میں اسے اندازہ ہو گیا کہ دونوں کاریں اس کے ٹرک سے ٹکرائے بغیر نہیں رہیں گی۔ اس نے باہر چھلانگ لگائی اور موڑ کی طرف دوڑتا چلا گیا۔ پھر دھما کا سنائی دیا اور عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار۔ اس نے فون بوتھ سے پہلے فائر اسٹیشن اور پھر پولیس اسٹیشن فون کیا اور پھر ایلن کے ریسٹوریٹ میں جا بیٹھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ ایلن نے اسے کافی دی اور بہت ہمدردی سے پیش آئی۔ اسی رات آسکر، ایلن کو فلم دکھانے لے گیا۔ پھر وہ ہر شام ساتھ گھومنے لگے۔ بات بن گئی۔ حادثہ آسکر کے لیے مبارک ثابت ہوا تھا۔

حادثے کے وقت وہاں بابی کے سوا کسی کے پاس کیمرا نہیں تھا۔ بابی نے جھٹ پٹ شاندار تصویریں کھینچیں۔ ڈیلی نیوز نے معقول رقم دے کر وہ تصویریں خریدیں اور بیچ کے صفحے پر چھاپیں۔ پھر انہوں نے بابی کو ملازمت کی پیش کش بھی کر دی۔ حادثہ بابی کے لیے بھی مبارک ثابت ہوا۔

کیسپر زیل المعروف بہ کرٹ ہیس فوراً ہی ہلاک ہو گیا۔ وہ جل کر نہیں مرا بلکہ اسے دھماکے نے ختم کیا۔ البتہ لاش جلنے کی وجہ سے شناخت میں دیر ہوئی۔ روزن بام نے صرف پانچ سیکنڈ اذیت جھیلی۔ دونوں کی عمریں ایسی تھیں کہ وہ کسی بھی وقت مر سکتے تھے اور پھر وہ بے حد آسان موت تھی۔ اسی اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ حادثہ خوش گوار ترین المیہ تھا۔

لیکن وہ غیر اہم حادثہ بہت سے لوگوں کے لیے بہت اہم ثابت ہوا۔ اس واقعے سے وہ لوگ بھی متاثر ہوئے، جن کا ہلاک شدگان سے کوئی بلا واسطہ تعلق نہیں تھا۔

✿ ✿ ✿

تھامس لیوی جس علاقے میں رہتا تھا، وہاں کے لوگ کچھ اچھے نہیں تھے۔ ہسپانوی نژاد لفنگے لڑکوں کا ایک گروہ تھا، جو دن بھر سڑکوں پر کھیلتا۔ وہ لڑکے رات کو علاقے کی لڑکیوں کے ساتھ کسی تاریک گوشے میں چھلیں کرتے نظر آتے۔ تھامس ان سے مختلف تھا، اس لیے وہ اس پر فقرے کستے، طعنہ زنی کرتے لیکن تھامس ان سے کبھی نہیں اُلجھا۔ یوں ایک طعنے کا اور اضافہ ہوا...... بزدل۔

تھامس 95ویں مغربی سڑک پر ایمسٹرڈم اور کولمبس کے درمیان رہتا تھا۔ علاقے کا ماحول اپنی جگہ، لیکن تھامس اس سلسلے میں نخرے نہیں کرسکتا تھا۔ اس کا گزارا اپنے تعلیمی وظیفے پر تھا۔ اس کا کمرا سب سے اوپر کی منزل پر تھا۔ باتھ روم کی عیاشی بھی میسر تھی۔ جگہ اتنی بری بھی نہیں تھی۔ بلکہ ایک رنر کے نکتہ نگاہ سے تو آئیڈیل جگہ تھی۔

تھامس کا ایک خواب میراتھن ریس جیتنا تھا۔ وہ ہر روز جاگنگ کرتا۔ کچھ لوگ دوڑنے کے لیے صبح کا وقت پسند کرتے ہیں مگر تھامس جانتا تھا کہ صبح کے وقت اس کی دماغی صلاحتیں عروج پر ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ وقت پیچیدہ تعلیمی معاملات کے لیے مناسب تھا۔ سہ پہر میں وہ نوٹس تیار کرتا۔ شام تک وہ ذہنی طور پر نڈھال ہوجاتا۔ یہ وقت ہوتا جب اس کا جسم کچھ کرنے کے لیے بری طرح مچلتا۔ وہ اس علاقے میں دوسرے دوڑنے والوں سے تیز دوڑتا۔ اس کا انداز اس ہنس کا سا ہوتا، جو پرواز سے پہلے زمین پر دوڑ رہا ہو۔ وہ انداز عجیب ضرور لگتا مگر اس کی وجہ سے وہ دوسروں کی بہ نسبت فاصلہ زیادہ تیز رفتاری سے طے کرتا۔ وہ جاگنگ کرتے ہوئے جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھتا۔ یہ طے تھا کہ وہ میراتھن ریس میں حصہ لے گا۔ نورمی کی طرح...... نورمی جواب دیومالا کی سی حیثیت رکھتا تھا۔ تھامس تصور میں دیکھتا کہ چند برس بعد تماشائی فن اور نورمی جیسے عظیم رنرز سے اس کا موازنہ کررہے ہیں۔

مسئلہ یہ تھا کہ تھامس کو صرف میراتھن مین نہیں بننا تھا۔ بلکہ علم بھی حاصل کرنا تھا۔ وہ ذہین تھا۔ فی الوقت اس کے پاس آکسفورڈ کی ڈی لٹ کی ڈگری تھی اور وہ بغیر تھکن محسوس کیے پندرہ میل دوڑ سکتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ مستقبل میں پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی لے گا اور میراتھن چیمپئن شپ بھی۔ تماشائی نعرے لگا لگا کر اسے بڑھاوے دیں گے۔ اسپورٹس رائٹر اسے عظیم ترین رنر قرار دیں گے۔ وہ اس کے عجیب اور بے تکے انداز پر اس کا مضحکہ بھی نہیں

اُڑائیں گے۔ ان کے نزدیک اس بات کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی اس کا قد چھ فٹ سے زیادہ اور وزن ڈیڑھ سو پاؤنڈ سے کم ہے۔ ویسے اس بات کا اسے خود بھی احساس تھا۔ اس نے غذا کے ذریعے بڑی کوششیں کی تھیں لیکن وہ دبلا پتلا ہی رہا متناسب الاعضا کبھی نہیں ہوا۔

وہ تصور میں خود کو دوڑتے دیکھتا۔ اس یقین کے ساتھ کہ کوئی اسے تسخیر نہیں کر سکے گا۔ ممکنہ طور پر سوائے مرکری کے، فلائنگ مائٹی فن کے یا نورمی کے تصور میں ہونے والی ریس میں تمام عظیم رنرز اس کے مقابل ہوتے۔ وہ اپنی رفتار بڑھا دیتا۔ حالانکہ ابھی کئی میل کا فاصلہ باقی ہوتا لیکن وہ سوچتا کہ یہ امتحان کا مرحلہ ہے۔ دل کے حوصلے کے امتحان کا۔ رفتار اور بڑھ جاتی۔ اطراف میں کھڑے ہوئے ہزاروں تماشائیوں کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا وہ چیختے...... آپے سے باہر ہو جاتے۔ کیسے ممکن ہے کہ تھامس لیوی، عظیم نورمی کے لیے چیلنج بنے۔ لیکن تھامس چہرے پر سنجیدگی سجائے نورمی...... اور اپنے درمیان کا فاصلہ کم کر رہا ہوتا۔ یہاں تک کہ نورمی کو بھی احساس ہو جاتا۔ وہ اپنے کندھے کے اوپر سے پلٹ کر دیکھتا۔ اس کی نگاہوں میں بے یقینی ہوتی۔ وہ اپنی رفتار بڑھانے کی کوشش کرتا لیکن وہ پہلے ہی اپنے نکتہ عروج پر ہوتی اور پھر تھامس اس سے آگے نکل جاتا۔

دانت کے درد نے تصور کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ تھامس جاگنگ کرتے کرتے ایک لمحے کو رکا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اب کسی دندان ساز سے رجوع کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ اب تک وہ یہ سوچتا آیا تھا کہ یہ تکلیف جس طرح خود بہ خود شروع ہوئی ہے، خود بہ خود ختم بھی ہو جائے گی لیکن تکلیف تو بڑھتی جا رہی تھی۔ دوڑنے کے دوران ہر جھٹکے پر ٹیسیں اٹھتیں اور تکلیف بڑھ جاتی، دانت کے درد کو بلا وجہ ہی تو خوف ناک قرار نہیں دیا جاتا۔ ویسے تھامس کے نزدیک دندان ساز سفاک لوگ تھے۔ وہ دو منٹ کے کام کی بھاری فیس وصول کرتے تھے۔ تھامس سوچتا کہ انہیں فیس دینے کے بجائے اس رقم سے اہم کتابیں اور نہ جانے کیا کیا خریدا جا سکتا ہے۔

اس نے ذہن سے یہ سب جھٹکا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا...... سوائے ڈوک کے۔ شاید شرمیلے پن کی وجہ سے۔ بہر حال کیا فرق پڑتا ہے۔ میراتھن چیمپئن بننے کے بعد صورت حال بدل جائے گی۔ لڑکیاں از خود اس سے متعارف ہوا کریں گی اور لوگ بھی......

✿......✿......✿

اسکائیلا ایک سخت جان ایجنٹ تھا۔ اس روز ایئر پورٹ بار میں داخل ہوتے ہی اسے بن مانس نظر آیا۔ بن مانس سے اس کا گزشتہ ٹکراؤ بروسلز میں ہوا تھا۔ یہ بات حیرت انگیز تھی کہ اس تصادم کے باوجود دونوں ہی زندہ تھے۔ اسکائیلا کا جی چاہا کہ بن مانس سے مل بیٹھے، اس سے باتیں کرے لیکن قباحت یہ تھی کہ بن مانس پھرتی سے پستول نکال کر فائر کرنے کے معاملے میں لاثانی تھا۔ اس سے حال چال پوچھنے سے پہلے ہی کنپٹی میں سوراخ ہو سکتا تھا۔

یہ بات نہیں کہ بن مانس ہمیشہ سے اس کا دشمن رہا ہو۔ البتہ بن مانس کی وابستگیاں تیزی سے تبدیل ہوتی رہتی تھیں۔ کچھ عرصے سے اس نے فری لانسنگ بھی کی تھی۔ مگر فری لانسنگ تو صرف چن کو راس آئی تھی۔ فری لانسنگ کی کوششوں کے بعد بن مانس نے برازیل اور البانیہ کے لیے کام کیا تھا اور پھر عربوں سے رابطہ استوار کیا تھا۔ یہ تمام معلومات اسکائیلا کو اپنے ڈویژن سے موجود بن مانس کی فائل سے حاصل ہوئی تھیں۔ ڈویژن والے کھدائی کے کام کے ماہر تھے۔

بن مانس پستہ قامت اور مختصر الوجود تھا۔ دیکھنے میں وہ مزاحیہ اداکار رکی رونی سے بھی کم خطرناک لگتا تھا لیکن بین الاقوامی سطح پر گزشتہ دس برس سے اسے خطرناک ترین ایجنٹ سمجھا جاتا تھا۔ چھوٹے ہتھیاروں کے استعمال کے سلسلے میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ جبکہ چن اور خود اسکائیلا ہاتھوں کے استعمال کے سلسلے میں خطرناک ترین ایجنٹ تصور کیے جاتے تھے۔

بہرحال اسکائیلا تمام تر احتیاط کے ساتھ اس سے مل بیٹھا۔ اس پیشے میں ایسے مواقع کم ہی ملتے ہیں اور پھر بن مانس اس پیشے میں دیو مالائی حیثیت رکھتا تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے، برائٹن، ٹرینچ، فڈیلیو اور سام وغیرہ۔ لیکن وہ تمام کے تمام متشددانہ طور پر ریٹائر کردیے گئے تھے جبکہ بن مانس اب بھی زندہ تھا۔ یہ احساس تو اسکائیلا کو بعد میں ہوا کہ بن مانس خود کسی سے بات کرنے کو ترس رہا تھا۔ وہ بن مانس کے برابر والے اسٹول پر جا بیٹھا "میں نہتا ہوں دوست۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"تم کبھی نہتے نہیں ہوتے۔ تمہارے ہلاکت خیز ہاتھ جو تمہارے پاس ہوتے ہیں۔" بن مانس نے ستائشی لہجے میں کہا "ہاتھ اسلحے سے بہتر ہوتے ہیں۔ خاص طور پر کم فاصلے کی جنگ میں۔ اگر میرا جثہ تم جیسا ہوتا تو میں ہاتھوں پر انحصار کرنے کا ہنر ضرور سیکھتا۔ بلکہ اسے اسلحے

پر فوقیت بھی دیتا۔''

اسکائیلا کو چن کا خیال آ گیا جو جثے میں بن مانس سے بھی کم تر تھا۔ اس کا وزن بمشکل سو پاؤنڈ ہو گا لیکن اس کی ساری خطرناکی اس کے ہاتھوں میں تھی۔ تاہم اس کا حوالہ دینا مناسب نہیں تھا۔

حوالہ دینے کی ضرورت بھی نہیں پڑی۔ تمام ایجنٹ ایک دوسرے کے بارے میں اتنا کچھ ضرور جانتے تھے، جو فائلوں میں موجود ہوتا تھا۔ چن کا حوالہ خود بن مانس نے ہی دے دیا ''چن کے ہاتھوں کی ہلاکت کا سبب یہ ہے کہ وہ چینی ہے۔ چینی اس معاملے میں ہوتے ہی خطرناک ہیں۔'' اس نے کہا۔ پھر اچانک پوچھا۔ ''میری وگ تمہیں عجیب لگتی ہے نا؟۔

''تمہاری وگ نہ بری ہے نہ عجیب ہے اسکائیلا نے وھسکی کا آرڈر دیتے ہوئے کہا۔

''مضحکہ خیز لگتی ہے۔ میں خود بھی مضحکہ خیز آدمی ہوں۔ اچھا خاصا کامیڈین ہوں۔ تمہیں یقین تو نہیں آیا ہو گا؟''

''اس سے کچھ فرق پڑتا ہے؟''

''نہیں۔'' بن مانس نے کہا۔ پھر اچانک ہی بولا۔ ''بہت فرق پڑتا ہے۔'' اسکائیلا نے خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا۔ ''میں نے اپنا نام خود تجویز کیا تھا۔'' بن مانس نے مزید کہا۔'' مجھ سے پوچھا گیا کہ تم اپنے لیے کیا نام پسند کرو گے؟ میں بائیس سال کی عمر میں گنجا ہو چکا تھا...... بالکل گنجا۔ میں نے ہچکچائے بغیر کہا۔ بن مانس۔ اس پر سب ہنس پڑے۔ میں شروع میں کامیڈین ہی تھا۔''

اسکائیلا مسکرا دیا۔ یہ بے حد غیر معمولی بات تھی کہ بن مانس ساری راز داری بالائے طاق رکھ کر کھل رہا تھا ''مجھے کچھ اور بتاؤ اپنے بارے میں۔'' اس نے کہا۔

''تم سے پہلے ایک شخص فڈ یلیو۔ اسے میرے بارے میں جاننے کا خبط تھا۔ فارغ اوقات میں وہ مجھ پر تحقیق کرتا تھا۔''

اسکائیلا کو دنیا میں سب سے زیادہ تجسس فڈ یلیو کے بارے میں تھا۔ ''تم فڈ یلیو کو جانتے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''جانتا ہوں؟ خدا کے غضب سے ڈرو۔ اسے میں نے ہی ریٹائر کیا تھا۔''

''اچھا! مجھے معلوم ہی نہیں تھا۔ ہماری فائلوں میں اس سلسلے میں کچھ موجود نہیں۔ خدا کی پناہ! بہت مشکل کام رہا ہوگا۔ تقریباً ناممکن۔'' اسکائیلا کے لہجے میں سنسنی تھی۔

بن مانس نے اپنا جام اٹھایا اور شراب کو گھورنے لگا۔ اسکائیلا بے صبرا ہو رہا تھا۔ بیب سے کوئی بات سنتے وقت بھی اس کی یہی کیفیت ہوتی تھی لیکن جانتا تھا کہ ایسے میں صرف تحمل ہی کام آتا ہے۔ اس نے سوچا، بن مانس کے اندر گہرائی میں جو کچھ ہو رہا ہے، جلدی سطح پر آجائیگا۔ اسے صرف انتظار کرنا تھا لیکن وہ انتظار خوش گوار نہیں تھا۔ وقت گزاری کے لیے اس نے ادھر اُدھر کی باہمی دلچسپی کی گفتگو شروع کر دی۔ مثلاً بروسلز میں پچھلا ٹکراؤ جس میں خوش قسمتی سے دونوں ہی بچ نکلے تھے۔ بن مانس نے اس پر گولی چلائی تھی۔ نشانہ خطا ہوتے ہی اس نے بن مانس کی گردن پر کھڑے ہاتھ کا وار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بندر کا صرف کندھا زد میں آیا تھا۔ بندر کا دوسرا نشانہ شاید کندھے کی چوٹ کی وجہ سے اُچٹا۔ پھر وہ دونوں ہی وہاں سے کھسک لیے تھے۔

''تمہارا پہلا نشانہ کیسے خطا ہوا، یہ میں آج تک سوچتا ہوں۔'' اسکائیلا نے کہا'' یہ بات نہیں کہ مجھے تمہارا نشانہ چوکنے پر افسوس ہوا ہو۔ بس اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی۔''

''میں نے تمہاری کھوپڑی کا نشانہ لینے کی کوشش کی تھی۔ وہ میری غلطی تھی۔ دل سے بھی کام چل سکتا تھا لیکن ہر ایجنٹ کی زندگی میں جلد یا بہ دیر سائے ضرور آتے ہیں۔ تمہیں بھی سایوں نے بچا لیا۔''

اسکائیلا نے اپنا جام بلند کرتے ہوئے کہا۔'' سایوں کے نام۔'' بن مانس اپنا جام گھماتا رہا۔ لاؤڈ اسپیکر پر لندن کی فلائٹ میں تاخیر کا اعلان ہوا۔ اس نے زیر لب ایئر لائن کو برا بھلا کہا اور اپنے جام سے طویل گھونٹ لیا۔

''میں بھی لندن جا رہا ہو۔'' اسکائیلا نے اپنی جیب میں رکھے فرسٹ کلاس کے ٹکٹ کو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔'' اچھا ہوا، تمہارا ساتھ رہے گا۔ گیارہ گھنٹے کی بوریت مار ڈالتی ہے۔''

''میں کوچ میں جا رہا ہوں۔'' بن مانس نے کہا۔ اسکائیلا کی سمجھ میں اس کی پریشانی کی وجہ آ گئی۔ اس پیشے میں جب تک آدمی اہم ہو، فرسٹ کلاس میں سفر کرتا ہے۔ اس پیشے میں پنشن بھی نہیں ملتی جاب سیکیورٹی بھی نہیں۔ کوچ کے سفر کا مطلب یہ ہے کہ اہمیت گئی۔ گویا

ریٹائرمنٹ کا وقت آپہنچا اور ریٹائرمنٹ کا مطلب ہے متشددانہ موت۔ اسکائیلا کو بن مانس کے معاملے میں یہ بات بری لگی۔ ایک عظیم ایجنٹ کے ساتھ یہ بے اعتنائی سنگین جرم قرار پانا چاہیے۔ وہ تو عزت سے رخصت کیے جانے کا مستحق تھا۔

بن مانس نے جیسے اس کا ذہن پڑھ لیا۔ ''میں کامیاب رہا ہوں۔ دوسرے بیشتر ایجنٹوں سے زیادہ کامیاب، میں نے کامیابی کی زندگی گزاری ہے۔''

''اور فڈ یلیو کو تم نے ریٹائر کیا تھا؟''

''اسے بھی...... اور ٹرینچ کو بھی۔ تمہیں یہ بات بھی معلوم نہیں ہوگئی کہ میں نے دونوں کو ایک ہی سال ریٹائر کیا تھا۔ اس وقت میری زندگی میں سائے نہیں آئے تھے۔'' بن مانس نے جام سے طویل گھونٹ لیا۔ ''تمہیں معلوم ہے، تمہاری آمد سے پہلے میں کیا سوچ رہا تھا؟'' اسکائیلا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ''جاننا چاہتے ہو؟'' بن مانس نے پوچھا۔ اسکائیلا کا جی چاہا کہ نفی میں جواب دے۔ کامیاب لوگوں کی ناکامی کے متعلق سننا کچھ خوش گوار تو نہیں ہوتا۔ ''سنانا چاہتے ہو تو ضرور سناؤ۔'' بالآخر اسکائیلا نے کہا۔

میں سوچ رہا تھا کہ دنیا میں کوئی میرا نام لیوا نہیں۔ ایک انسان کی حیثیت سے کوئی مجھے نہیں جانتا۔ بغیر ادائیگی کے کبھی مجھے نسوانی قربت میسر نہیں آئی۔''

''جذباتیت؟'' اسکائیلا نے پوچھا۔

بن مانس چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اس نے قہقہہ لگایا۔ ''واقعی...... تم نے ٹھیک کہا۔''

''اب تم مجھے فڈ یلیو اور ٹرینچ کے بارے میں بتاؤ۔ ورنہ میں اٹھ کر چل دوں گا۔ مجھ سے اور برداشت نہیں ہوگا۔''

''ٹھیک ہے پہلے میں ایک کام کرلوں۔ تم نے اسکے متعلق میری فائل میں پڑھا ہوگا۔'' بن مانس نے کہا اور اٹھ کر باہر چل دیا۔ وہ بہت اچھے موڈ میں تھا۔

اسکائیلا کو یاد آگیا۔ بن مانس کی فائل میں لکھا تھا کہ اس کا مثانہ کمزور ہے اور اسے بار بار رفع حاجت کے لیے جانا پڑتا ہے۔ دو تین سال پہلے اس کا مثانے کا آپریشن بھی ہو چکا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ٹوائلٹ کے لیے بھاگا ہے۔

پھر کافی دیر ہو گئی۔ بن مانس واپس نہیں آیا۔ اسکائیلا نے جام ختم کر کے دوسرا جام طلب کیا۔ اسے گڑبڑ کا احساس ہو رہا تھا۔ اس نے بہت طویل گھونٹ لیا۔ اس گھونٹ نے اسے احساس دلایا کہ وہ تشویش میں مبتلا ہے۔ اس سے نمٹنے کی ایک ہی صورت تھی۔ اس نے جام کاؤنٹر پر رکھا اور بار سے نکل کر ٹوائلٹ کی طرف چل دیا۔

ٹوائلٹ کے دروازے پر لگی ہوئی سائن نے معاملے کو خاصا واضح کر دیا۔ سوری...... پائپ لائن میں گڑبڑ کی وجہ سے آپ اس سہولت سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ آپ سے التماس ہے کہ متحرک سیڑھیوں کے نیچے والا ٹوائلٹ استعمال کریں۔ وہ کاغذ پر قلم سے لکھی ہوئی عبارت تھی۔ کاغذ کو ٹیپ کی مدد سے دروازے پر چپکایا گیا تھا۔ متحرک سیڑھیوں والا ٹوائلٹ خاصا دور تھا۔ بن مانس کی واپسی میں تاخیر کے لیے وہ وجہ خاصی معقول تھی لیکن اسکائیلا کو احساس ہو رہا تھا کہ وہ سائن جعلی ہے۔ لفظ سہولت اور استفادہ اسے جعلی ثابت کر رہے تھے اس قسم کی عبارتوں میں ایسے الفاظ استعمال نہیں کیے جاتے۔ اسکائیلا نے دروازے کو دھکیلنے کی کوشش کی لیکن وہ مقفل تھا۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اسکائیلا نے جیب سے چھوٹا سا چاقو نکالا جس کے دو پھل تھے۔ اس نے ایک پھل کی ہول میں داخل کر کے اسے گھمایا۔ چند لمحے بعد قفل بڑی خاموشی سے کھل گیا۔

اسکائیلا شرابیوں کے سے انداز میں جھومتا ہوا ٹوائلٹ میں داخل ہوا۔ وہاں دو افراد موجود تھے۔ ان میں ایک انجینئر تھا، جو اوور آل پہنے بالائی پائپوں پر پانے کی مدد سے کام کر رہا۔ دوسرا سیاہ فام خاکروب تھا، جو کوڑے کا بہت بڑا کینوس کا تھیلا گھسیٹ رہا تھا۔ اسکائیلا کو ٹوائلٹ اسٹال کے ایک کونے میں پڑی بن مانس کی وگ نظر آتی۔ اس کا خون کھول گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان بدبختوں نے بن مانس کو نہایت نازک لمحوں میں پھانسا تھا۔ اس شخص کو جو اپنے پیشے میں روایت کی حیثیت رکھتا تھا۔ پہلے کوچ کا ٹکٹ اور پھر یہ توہین یہ سب کچھ ناقابل برداشت تھا۔

وہ پہلے انجینئر کی طرف جھپٹا۔ اس لیے نہیں کہ وہ قریب تر تھا۔ اس لیے کہ اس کے ہاتھ میں پانا تھا، جو شاید آلہ قتل کے طور پر استعمال ہوا ہوگا۔ اس نے اپنی انگلیاں جوڑیں اور انجینئر کی ٹھوڑی کے نچلے حصے پر وار کیا۔ انجینئر یوں فضا میں بلند ہوا، جیسے اسے کسی کرین نے اٹھایا ہو۔ سیاہ فام دائیں ہاتھ کے وار کے لیے تیار ہو کر کھڑا ہوا لیکن اسکائیلا نے بائیں ہاتھ

سے اس کے کندھے کو نشانہ بنایا۔ ہڈی چٹخنے کی آواز ابھری اور اگلے ہی لمحے سیاہ فام بھی انجینئر کے برابر بکھر گیا۔

''اور اب میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں، جو تم نے اس کیساتھ کیا ہے تو کیسا لگے گا تمہیں؟'' اسکائیلا غرایا۔

انجینئر نے بولنے کی کوشش کی مگر اس سے بولا نہ گیا۔ سیاہ فام نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ وہ اپنا کندھا پکڑے ہوئے تھا۔

''تم نے انتظار کیوں نہیں کیا؟'' اسکائیلا نے بدستور سخت لہجے میں کہا۔

''ہمیں مت مارو۔ ہم نے تو احکامات پر عمل کیا ہے اور احکامات میں تمہارا تذکرہ نہیں تھا۔'' سیاہ فام نے سسکتے ہوئے کہا۔

''مجھے پہچانتے ہو تم؟'' اسکائیلا نے پوچھا۔

''اب پہچان گیا ہوں۔ تم اسکائیلا ہو۔''

اسکائیلا نے ان دونوں کو بغور دیکھا۔ درحقیقت وہ ان کے بارے میں فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ اس اعتبار سے انہیں ختم کرنا دشوار نہیں تھا۔

''پلیز...... ہمیں مت مارو۔'' سیاہ فام نے پھر التجا کی۔ انجینئر اب بھی اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہا تھا۔ پھر سیاہ فام نے جو کچھ کہا، اس کے نتیجے میں دونوں کی جاں بخشی ہوگئی۔

''ہمیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ وہ تمہارا دوست ہے۔''

''وہ میرا دوست تھا۔'' اسکائیلا نے کہا۔ لیکن اس کا غصہ بتدریج کم ہوتا گیا۔ اس نے کوشش کی کہ ایسا نہ ہو لیکن یہ اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ یہ حقیقت تھی کہ بن مانس اس کا دوست نہیں تھا۔ وہ تو بس ہم پیشہ تھے اور یہ کوئی ایسا اہم رشتہ نہیں ہوتا۔ یہ دونوں بھی تو اس کے ہم پیشہ تھے۔ وہ ان دونوں پر جھک گیا۔ اس کے ہاتھ قاتل پوزیشن میں آگئے۔ وہ انہیں خوف زدہ کرنا چاہتا تھا اور اپنی کوشش میں کامیاب رہا۔ ان کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ انہیں اپنی موت کا یقین ہوگیا ہے۔ وہ مر جانے کی حد تک خوف زدہ تھے۔

''اس بات کو یاد رکھنا...... ہمیشہ۔'' اسکائیلا کی آواز اب بھی غصے سے لرز رہی تھی۔'' انسان کے پاس کچھ نہ کچھ ضرور چھوڑ دینا چاہیے۔ تھوڑی سی عزت...... تھوڑا سا وقار دشمن بھی

اس کے مستحق ہوتے ہیں۔ میری بات سمجھ رہے ہو؟''

''ہاں...... سمجھ رہا ہوں۔'' سیاہ فام نے کہا۔

اسکائیلا کے ہاتھ تیزی سے نیچے آئے۔ ''میں سمجھ گیا ہوں۔'' سیاہ فام چلایا۔ انجینئر کی آنکھوں سے موت کی مایوسی جھلکنے لگی۔

ان دونوں کو موت کا یقین دلاتے ہی اسکائیلا نے بروقت اپنے ہاتھ روکے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ بات پھیلے گی۔ وہ دونوں اپنے ہیڈ کوارٹر کو رپورٹ کریں گے اور ہیڈ کوارٹر اس کے ڈویژن والوں سے رابطہ کرے گا۔ اس کا یہ فعل مداخلت تھا اور مداخلت بدترین جرم ہوتا ہے۔ تاہم ڈویژن والے اس کی صفائی پیش کریں گے۔ وہ انہیں حیران چھوڑ کر باہر نکلا اور باہر کی طرف چل دیا۔ بار میں اس نے اپنا اور بن مانس دونوں کا بل ادا کیا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈویژن والے اس کی صفائی پیش کریں گے لیکن اب اس پر پہلے کی طرح اعتماد نہیں کریں گے۔ وہ اسے استعمال بہرحال کریں گے۔ ابھی وہ ان کے لیے قیمتی ہے اور قیمتی لوگ ضائع نہیں کیے جاتے۔ تاہم وہ اس پر بطور خاص نظر رکھیں گے۔ اسکا یہ رویہ ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ وہ اعادے کا...... اگلی علامات کے ظہور کا انتظار کریں گے۔ اسکائیلا نے فیصلہ کیا کہ وہ یہ حماقت دُہرائے گا نہیں۔

وہ جانتا تھا کہ ڈویژن کے علاوہ وہ پارٹی بھی اس پر نظر رکھے گی، جس کے ایجنٹوں کو اس کے ہاتھوں نقصان پہنچا ہے۔ اپنے آدمیوں کا خیال ہر پارٹی کو رکھنا ہوتا ہے۔ وہ موقع کی تاک میں رہیں گے اور موقع ملتے ہی اس پر وار کریں گے۔ یہ پیشہ ویسے ہی خطرناک ہے، اب خطرات اور بڑھ گئے ہیں۔ مجھے بہت زیادہ محتاط رہنا ہوگا۔ اس نے فیصلہ کیا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ فیصلہ کرنا آسان ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکل ہے۔ اب وہ خود اپنے رویے کا تجزیہ کر رہا تھا۔ آخر وہ ٹوائلٹ میں گھسا ہی کیوں تھا اور بن مانس کی وگ دیکھتے ہی غصے سے پاگل کیوں ہوگیا؟ وجہ اس کے ذہن کے کسی تاریک گوشے میں موجود تھی لیکن اسے لفظوں کا روپ دینا مشکل تھا۔ وہ ذہن پر زور دیتا رہا۔ اس لیے...... اس لیے کہ میں کسی ایسے شخص کی قربت میں مرنا چاہتا ہوں، جو مجھ سے محبت کرتا ہو۔

خدایا! خدا کی پناہ! ابلی تھیلے سے باہر آ گئی تھی۔ ویسے یہ کوئی ناروا خواہش تو نہیں۔ زندگی سے عمر بھر کی جدوجہد کے عوض عزت کی، پسند کی موت طلب کرنا آدمی کا حق ہوتا ہے۔

وہ پھر ٹوائلٹ کی طرف گیا۔ دروازے پر لگی ہوئی سائن غائب تھی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور گردو پیش کا جائزہ لیا۔ بن مانس کی وگ غائب ہو چکی تھی۔ اسکائیلا نے طمانیت سے سر ہلایا۔ دونوں ایجنٹوں نے مستعدی کا مظاہرہ کیا تھا۔ لاش یقیناً کینوس کے تھیلے میں ہوگی۔ تھیلا بھی غائب تھا دونوں ایجنٹ اچھے آدمی تھے۔

اسکائیلا جلدی سے ٹوائلٹ سے نکلا۔ اسے خود پر غصہ آ رہا تھا۔ آخر تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ ابھی پانچ منٹ پہلے تم انہیں ختم کرنے والے تھے اور اب انہیں اچھا آدمی قرار دے رہے ہو۔"

کچھ دیر بعد وہ پان ایم کے جہاز میں اپنی نشست پر بیٹھا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ مرتے وقت کسی ایسے شخص کے قریب ہوں، جو مجھ سے محبت کرتا ہو۔"

"معاف کیجئے...... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔" برابر بیٹھی ہوئی خاتون نے کہا۔

خدا کی پناہ! میں بہ آواز بلند سوچ رہا ہوں۔ اسکائیلا نے سوچا اور خاتون کو بے حد خوبصورت مسکراہٹ سے نوازا۔ اس کی یہ مسکراہٹ خواتین کے دل خاص طور پر موہ لیتی تھی۔ خاتون مطمئن نظر آنے لگی۔ تم ایسی ہی حرکتیں کرتے رہے تو جلد ہی تمہیں بھی کوچ کا ٹکٹ مل جائے گا۔ اس نے خود سے کہا۔ یہ خیال ہی اسے لرزہ براندام کرنے کے لیے بہت کافی تھا۔

✿ ✿ ✿

تاریخ کی کلاس ختم ہوئی۔ تھامس لیوی کلاس سے باہر نکل ہی رہا تھا کہ پروفیسر نیل نے عقب سے اسے پکارا۔ تھامس پلٹ کر واپس گیا "بیٹھ جاؤ۔" پروفیسر نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

تھامس کرسی پر بیٹھ گیا۔ اب کلاس میں اس کے اور پروفیسر کے سوا کوئی نہیں تھا۔ پروفیسر کی آنکھیں دہک سی رہی تھیں۔ "میں تمہارے والد کو جانتا تھا۔" پروفیسر نے کہا۔

تھامس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بلکہ وہ میرے محسن تھے۔ مجھے گندی گلیوں سے انہوں نے ہی اٹھایا۔ انہوں نے ہی مجھے تاریخ کی طرف راغب کیا۔"

"یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی جناب۔"

پروفیسر چمکیلی آنکھوں سے اسے دیکھتا رہا "تھامس بیبنگٹن لیوی" تمہارے بھائی کا نام کیا تھا؟"

''ہنری ڈیوڈ جناب۔'' تھامس نے جواب دیا۔ لیکن اس نے یہ راز کی بات نہیں بتائی کہ جب وہ تنہا ہوتے تھے تو وہ اپنے بھائی کو ڈوک کہہ کر پکارتا تھا۔ پوری دنیا میں ہنری ڈیوڈ کو کوئی اور شخص ڈوک کے نام سے نہیں پکارتا تھا۔ دوسری طرف یہ بھی ایک راز تھا کہ ڈوک اُسے بیب کہہ کر پکارتا ہے۔

''وہ بھی انٹیلیکچوئل ہے؟'' پروفیسر نے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ وہ بہت کامیاب بزنس مین ہے۔ وہ بہت پیسہ کماتا ہے۔ فرانسیسی ریستورانوں کی باتیں کرتا ہے اور صرف برگنڈی شراب پسند کرتا ہے۔''

''تھامس ...... تم کولمبیا کیوں آئے؟

''یہ اچھا اسکول ہے جناب۔''

''میری بات کا ٹھیک جواب ..''

''اس لیے کہ آپ یہاں پڑھاتے ہیں۔''

''یہ بہتر جواب ہے۔ اگر چہ اس میں میری تعریف کا پہلو نکلتا ہے۔ پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ جزوی طور پر یہ جواب درست ہے۔ آج میں نے تمہارا ریکارڈ چیک کیا تھا تھامس۔ تم ڈینی سن میں پڑھے ہو۔ تم نے رھوڈز ایوارڈ جیتا۔ یہ تمہاری ذہانت اور قابلیت کا ثبوت ہے۔ ویسے یہ بتاؤ، تم نے یہ ایوارڈ کیسے حاصل کیا؟''

''کیا کہہ سکتا ہوں جناب۔ اس سال مقابلہ ہلکا رہا ہوگا۔''

''ممکن ہے، یہی بات ہو لیکن ہمارے ہاں تم پہلے طالب علم ہو، جو انعام یافتہ ہے۔'' پروفیسر نے کہا۔ تھامس خاموش بیٹھا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ پروفیسر بہت قابل آدمی ہے۔ وہ دو بار پلٹزر پرائز حاصل کر چکا تھا۔ اس کی تین تصنیفات دھوم مچا چکی تھیں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ پروفیسر خود پسند آدمی ہے اور اپنی مرضی کے جواب سننا پسند کرتا ہے۔ تھامس کا وہ اس کلاس میں پہلا دن تھا۔

''تم نے کولمبیا میں داخلہ کیوں لیا تھامس؟'' پروفیسر نے پھر پوچھا۔

''بس جناب...... قسمت مجھے یہاں لے آئی۔'' تھامس منمنایا۔

''ہرگز نہیں۔ تمہارے والد نے بھی رھوڈز جیتا۔ ڈینی سن میں تعلیم حاصل کی اور

ڈاکٹریٹ کے لیے کولمبیا آئے۔تم ان کی پیروی کر رہے ہو۔"

تھامس کے مسامات پسینہ اگلنے لگے۔

اورتم بھی امریکا کی تاریخ میں خصوصی دلچسپی لو گے؟" تھامس خاموش رہا لیکن سوال دُہرانے پراس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ تم اپنے والد کے نقش قدم پر پوری طرح نہیں چل سکو گے۔ممکن ہے، تمہارے نقش قدم اُن سے بڑے ہوں، مگر وہ تمہارے ہوں گے۔اُن کے نہیں۔"

"دیکھیے...... آپ سچ جاننا چاہتے ہیں تو میں آپ کو حقیقت بتادوں میں کسی جہاد کی غرض سے یہاں نہیں آیا ہوں۔ یہاں کا وظیفہ سب سے زیادہ پر کشش تھا۔"

"یہ بات مناسب ہے۔"

❁......❁......❁

لندن میں کام کرتے ہوئے اسکائیلا کی کارکردگی بہت اچھی کبھی نہیں ہوتی تھی۔اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ لندن اسے ناپسند ہو بلکہ معاملہ اُلٹ تھا۔ برسوں پہلے جب وہ پہلی بار لندن آیا تھا، تبھی اسے احساس ہو گیا تھا کہ یہاں تو اس کا گھر ہونا چاہیے۔ پھر اس شہر سے اس کی محبت میں اضافہ ہی ہوتا گیا۔

تیس سال کی عمر میں وہ لندن میں جینی سے ملا اور اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ کمال یہ ہوا کہ پانچ سال گزرنے پر بھی پچھلی محبتوں کی طرح اس محبت کے رنگ پھیکے نہیں پڑے۔اس رات بھی وہ لندن کی سڑکوں پر گھومتے ہوئے جینی کا خیال دل سے لگائے ہوئے تھا۔ پھر اس نے خود کو ٹوکا۔ اس طرح جینی کے خیال میں ڈوبنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ کام پر پوری توجہ نہیں دے رہا ہے اور کام پر پوری توجہ دینا بہت ضروری تھا۔ زندہ رہنے کے لیے!

اس نے گھڑی پر نظر ڈالی۔صبح کے ساڑھے تین بجے تھے۔ستمبر کا مہینہ اور اتنی سردی! اس نے ہاتھ رگڑتے ہوئے سوچا۔ پھر اس نے اوورکوٹ کے کالر کھڑے کر لیے۔اوورکوٹ زیادہ گرم نہیں تھا۔وہ بیٹھ گیا۔اب اسے انتظار کرنا تھا۔انتظار وہ شے ہے جس کا آدمی کو عادی ہونا پڑتا ہے۔اسے انتظار سے سخت نفرت تھی۔ البتہ دوسروں کو انتظار کروانے کی بات اور تھی۔

اس طرح اُن کے اعصاب پر دباؤ پڑتا تھا اور ان پر پہلے ہی سے ایک طرح کی فوقیت حاصل ہو جاتی تھی۔ اس کے باوجود اسے صرف منتظر رہنے ہی سے نہیں، دوسروں کو منتظر رکھنے سے بھی نفرت تھی۔ تاہم وہ اس نفرت کو اپنے اوپر بوجھ نہیں بننے دیتا تھا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ اسے انتظار کرایا جارہا تھا۔ اسکا مطلب تھا کہ جب وہ آئیں گے تو وہ خاصا نروس ہو چکا ہوگا۔ صرف نروس ہی نہیں، تشویش زدہ اور برہم بھی۔ وہ سمجھیں گے کہ انہیں پہلے ہی سے اس پر کچھ فوقیت حاصل ہوگئی۔ اب مزے کی بات یہ ہے کہ اگر آپ کو ان کی اس سوچ کا علم ہو تو فوقیت پھر آپ کی ہوئی۔ اس کی یہی خوبی اسے بہترین ایجنٹ بناتی تھی۔ وہ معمولی سی فوقیت سے بڑے فائدے حاصل کرتا تھا۔ دوسرے اپنی خوش فہمی کی وجہ سے مارے جاتے تھے۔

وہ اپنے اس کھیل میں ماہر تھا لیکن لندن میں صورتِ حال ہمیشہ بدل جاتی تھی۔ لندن میں اس کی مستعدی متاثر ہوتی تھی۔ یہ الگ بات کہ اب تک کوئی شخص اس کی مستعدی میں اس کمی سے فائدہ نہیں اٹھا سکا تھا۔ اس نے پھر گھڑی دیکھی۔ تین بج کر پینتیس منٹ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ وہ بنچ بہت زیادہ دیر تک بیٹھنے کے لیے مناسب نہیں تھی۔ اس نے کینسنگٹن گارڈن کی طرف دیکھا، جو سرسبز نظر آنے کے بجائے سیاہ نظر آرہا تھا۔ سامنے ہی البرٹ میموریل تھا۔ عام حالات میں البرٹ میموریل اسے بہت اچھا لگتا۔ مگر اس وقت سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے وہ اسے بالکل بھلا نہیں لگا۔ وہ اپنے کام پر دل ہی دل میں لعنت بھیجنے لگا۔

اسی روز اس نے روسیوں کو ایک خطرناک بم کے اہم ترین حصے کے بلیو پرنٹ دینے کی پیشکش کی تھی۔ وہ بم ابھی تیاری کے مرحلے میں تھا۔ بم کی ساخت ایسی تھی کہ اسے گرانے کی ضرورت نہیں، صرف لڑھکانا کافی تھا اور وہ اپنے ہدف ہی پر پہنچ کر پھٹ سکتا تھا۔ بلیو پرنٹ روسیوں کو دینے کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پاس بم کے بلیو پرنٹ پہلے ہی موجود تھے۔ البتہ وہ امریکیوں کو یہ تاثر نہیں دینا چاہتے تھے کہ بلیو پرنٹ ان کے پاس موجود ہیں اسی لیے انہوں نے بلیو پرنٹ خریدنے پر آمادگی ظاہر کی تھی اور ادائیگی کے لیے یہ پارک منتخب کیا تھا۔ اسکائیلا اور امریکا کے لیے یہ خسارے میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کا سودا تھا۔ وہ ان معلومات کے دام وصول کر رہے تھے، جو پہلے ہی دشمنوں تک پہنچ چکی تھیں۔ روسی قیمت

ادا کرنے پر مجبور تھے، راز داری کی وجہ سے انہیں علم نہیں تھا کہ امریکیوں کو معلوم ہے۔

قدموں کی آہٹیں سنائی دیں۔ اسکائیلا نے البرٹ میموریل سے نظر ہٹا کر اس راستے کو دیکھا، جو اس بینچ کی طرف آتا ہے اب وہ احمقانہ مرحلہ قریب آ رہا تھا، جو اس پیشے میں عمر گزارنے کے باوجود اسے بچگانہ لگتا تھا۔ اب بھی ہر بار اس کا زور زور سے ہنسنے کو جی چاہتا تھا۔ کوڈ ورڈز والا احمقانہ مرحلہ۔ بھلا صبح تین بج کر اُنتالیس منٹ پر اور کوئی اس طرح کسی سے مل سکتا ہے۔ کوڈ ورڈز کی کیا ضرورت ہے بھلا۔

تاریکی میں ایک دُبلی پتلی لڑکی بینچ پر اس کے برابر آ بیٹھی اسے عجیب سا لگا۔ اس قسم کے مشن پر ایک لڑکی کا بھیجا جانا! ویسے بظاہر لڑکی پر سکون لگ رہی تھی لیکن اسکائیلا جیسا ماہر سمجھ سکتا تھا کہ لڑکی کا دل بری طرح دھڑک رہا ہے۔

لڑکی نے سگریٹ کا پیکٹ اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اس سے کینسر ہو جاتا ہے۔'' مرحلہ شروع ہو گیا تھا۔ اسکائیلا کا ہنسنے کو جی چاہنے لگا۔ اگر مطلوبہ جواب دینے کے بجائے وہ کہتا شکریہ...... میں سگریٹ نہیں پیتا تو کیا لڑکی واپس چلی جاتی؟ ہرگز نہیں۔ آخر وہ مقررہ جگہ پر بیٹھا تھا۔ وقت بھی درست تھا لیکن یہ کوڈ کی دیوانگی!

لڑکی نے اپنے سگریٹ سلگایا۔ ''عادت سے پیچھا چھڑانا مشکل ہوتا ہے۔''

''اگر ایسا نہ ہو تو اسے عادت کیوں کہا جائے۔'' اسکائیلا نے جواب دیا اور سکون کی گہری سانس لی۔ مزاحیہ مرحلہ ختم ہو چکا تھا۔

لڑکی نے طویل کش لے کر کہا۔ ''تم اسکائیلا ہو؟''

اسکائیلا کو لڑکی کے اناڑی پن پر غصہ آنے لگا۔ اُس نے اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

اسکائیلا کسی عظیم الجثہ مادہ جانور کا نام ہے نا؟ لڑکی نے پوچھا۔

''نہیں۔ ایک سمندری بھنور کے قریب ایک چٹان ہے۔ اسکائیلا اس کا نام ہے۔ بھنور کا نام چیر بڈیس ہے۔''

''تو تم چٹان ہو؟''

اس کا جواب اثبات میں تھا۔ اپنے اچھے دنوں میں وہ چٹان ہی ثابت ہوتا تھا لیکن اسے

احساس ہوگیا کہ لڑکی اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہی ہے۔ البتہ وہ اس کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ یا تو لڑکی اس پیشے سے نئی ہونے کی وجہ سے وقت گزاری کے چکر میں تھی...... یا کوئی اور وجہ تھی۔

''مجھے یہ بتانے کی ہدایت دی گئی ہے کہ تم نے بہت زیادہ قیمت لگائی ہے بلیو پرنٹس کی۔''

''اور تمہیں اس سلسلے میں مذاکرات کی ہدایت بھی دی گئی ہوگی؟'' اسکائیلا نے کہا۔ لڑکی کی خوبصورتی اب اس پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ اس کے حسن میں عجیب طرح کا مردانہ پن تھا۔

''جی ہاں۔'' لڑکی نے اثبات میں سر ہلاتے ہو کہا۔

''خدا کے لیے وقت کیوں ضائع کر رہی ہو۔ کرو مذاکرات یہ بھی بتا دوں کہ مذکرات کا آغاز تمہاری جوابی آفر سے ہوگا۔'' اسکائیلا نے بے صبر پن سے کہا۔

''جی ہاں۔'' لڑکی نے پھر اثبات میں سر ہلایا۔

لڑکی اب بیحد پریشان اور متوحش نظر آ رہی تھی۔ اپنی وحشت اسکائیلا سے چھپانا بھی اس کے بس میں نہیں رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا۔ جیسے اُسے اپنے قتل ہونے کا خدشہ رہا ہو لیکن اسکائیلا کے دماغ نے فوراً ہی اس کی تردید کر دی۔ لڑکی کو اپنے قتل کا نہیں، خود اس کے قتل کا علم تھا۔ اُسے خطرے کا احساس ہوگیا۔ یقیناً اُسے لاحق تھا۔

اسے اس کی خوش قسمتی ہی کہا جا سکتا ہے کہ جبلت کے تحت اس نے اپنا داہنا ہاتھ حلق تک اٹھایا۔ اسی لمحے تار کا پھندا اس کے گلے میں پڑا۔ اب تار کھینچا جا رہا تھا۔ اس کی ہتھیلی پر زبردست دباؤ پڑنے لگا۔ اسکائیلا نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ لندن میں اس کے ساتھ ایسا ہو سکتا ہے۔ حالانکہ منطقی اعتبار سے لندن ہی اس کے لیے خطرناک ترین مقام تھا۔ یہاں وہ غیر محتاط ہو جاتا تھا۔ عام حالات میں کوئی دبے پاؤں اس کی بے خبری میں اس کے اتنا قریب نہیں آ سکتا تھا۔ کوئی اتنا ہنر مند نہیں تھا۔

اس کی ہتھیلی کٹنے لگی۔ دماغ پر دُھندسی اترنے لگی۔ اسکائیلا نے خود اپنی سوچ کی تردید کی۔ دنیا میں ایک شخص اتنا ہنر مند ضرور تھا۔ ڈبلا پتلا، خطرناک ایس ایل چن...... دنیا کا عجوبہ، جو اس وقت اس کے عقب میں موجود تھا اور تار کے ذریعے اسے موت سے ہم کنار کر رہا تھا۔

❁ ❁ ❁

چن کو پتا چلا کہ اس کا شکار اسکائیلا ہے تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس کی وجہ ضرورت سے زیادہ پر اعتماد ہونا نہیں تھا۔ وہ خوش تھا کیونکہ ایک نہ ایک دن تو اس کا اسکائیلا سے ٹکراؤ ہونا ہی تھا۔ سو جتنی جلدی ہو جائے، بہتر ہے۔ یہ اس اعتبار سے بھی بہتر تھا کہ وہ اٹیک کر رہا تھا۔ ویسے چن کی خواہش یہ تھی کہ اسے اور اسکائیلا کو ایک بند کمرے میں تنہا چھوڑ دیا جائے اور ان میں سے صرف ایک کو زندہ باہر نکلنے دیا جائے۔ اس خواہش کے باوجود چن کو خوشی ہوئی کہ اس کا ہدف اسکائیلا ہے۔

وہ پورے سیٹ اپ سے مطمئن تھا۔ مقام، وقت، اندھیرا...... بس سردی کی وجہ سے گڑ بڑ ہو گی۔ موسم گرما ہوتا تو اسکائیلا صرف قمیص پہنے ہوتا۔ اب وہ اوورکوٹ پہنے ہوئے تھا اور اس کے بھی کالر کھڑے تھے۔ اس میں قباحت یہ تھی کہ گردن کا نقطہ مرگ نظر نہ آنے کی صورت میں نشانہ خطا ہو سکتا تھا۔ نتیجہ صرف تکلیف کی صورت میں نکلتا۔ اسکائیلا کو سنبھلنے اور ممکنہ طور پر جیتنے کا موقع مل جاتا۔ چن کو یہ گوارا نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے نن چکو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔

نن چکو بہت معزز ہتھیار تھا۔ ہواؤں کی طرح قدیم! دو لکڑیاں تار یا چمڑے کی مدد سے ایک دوسرے سے مربوط۔ چن چمڑے پر تار کو فوقیت دیتا تھا۔ وہ نن چکو کے استعمال کا ماہر تھا۔ سفید فام لوگ چن اور اس کے نن چکو سے بہت زیادہ خوف زدہ رہتے تھے لیکن پھر کنگ فو فلموں کا دور شروع ہوا۔ بروس لی نے نن چکو استعمال کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک مقدس ہتھیار اتنا عام ہوا کہ ہر للو پنجو کے ہاتھ میں نظر آنے لگا۔ چن کو غصہ آتا تھا۔ اب تو بچے بھی نن چکو سے کھیلتے۔ چن کے نزدیک یہ اس مقدس ہتھیار کی توہین تھی اور اس کے لیے وہ بروس لی اور اس کی فلموں کو ذمے دار قرار دیتا اور اُن سے نفرت کرتا تھا۔

چن اس مقابلے کے لیے ڈھائی بجے پارک میں پہنچ گیا تھا۔ اسے علم تھا کہ لڑکی کو ساڑھے تین بجے آنا ہے لیکن وہ نو منٹ لیٹ آئے گی تاکہ اسکائیلا کے اعصاب پر کچھ دباؤ پڑے۔ چن کا اندازہ تھا کہ اسکائیلا تین بجے آئے گا۔ اسی لحاظ سے چن نے اپنی آمد کے وقت کا تعین کیا تھا۔ وہ ہر تصادم کے لیے اپنے حریف سے آدھا گھنٹا پہلے پہنچنا پسند کرتا تھا۔ وہ اسکائیلا سے بھی اسی بات کی توقع کر رہا تھا۔ چن نے ڈھائی بجے پہنچ کر اطراف کا معائنہ کیا۔ اسکائیلا کو جس بینچ پر بیٹھنا تھا، اس کے محل وقوع کے مطابق اپنی حکمت عملی مرتب کی۔ اس نے اپنے چھپنے

کے لیے بینچ کے عقب میں موجود جھاڑیاں منتخب کیں۔ پھر وہ جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔

چن انتظار کے فن کا بھی ماہر تھا۔ وہ اپنے شکار کے لیے بہت طویل انتظار بھی کر سکتا تھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت بیٹھا رہا تین بجے اسکائیلا آیا اور اس نے گردو پیش کی خوب چھان پھٹک کی۔ اس وقت چن پس منظر کا حصہ بن چکا تھا۔ اسے وہیں بیٹھے رہنا تھا۔ اسکائیلا کی موت کے بعد اُسے رخصت ہونا تھا۔

چن نے نن چکو کی دونوں لکڑیاں دونوں ہاتھوں میں پکڑی ہوئی تھیں۔ تار ڈھیلا پڑا تھا۔ تین بج کر اکتالیس منٹ پر وہ کھڑا ہوا۔ اسے اپنے ہاتھوں میں توانائی کی لہر دوڑتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ہاتھ اس کی فتوحات کے امین تھے۔ اس نے پوری زندگی ان ہاتھوں کے زور پر روزی کمائی تھی۔ کیونکہ اس کا باقی جسم بہت کمزور تھا۔

لڑکی اسکائیلا کو باتوں میں الجھا رہی تھی۔ چن دبے پاؤں آگے بڑھتا رہا۔ لڑکی کا اناڑی پن اب اسے کھل رہا تھا۔ وہ نروس نظر آ رہی تھی۔ اور اسکائیلا بے وقوف نہیں تھا۔ وہ بات بھانپ لے گا اور پھر نتائج اخذ کرے گا۔ چن نے اپنی رفتار بڑھائی۔ حالانکہ جانتا تھا، دبے پاؤں چلنے کا مرحلہ ہو تو رفتار آدمی کی دشمن ہوتی ہے۔

اب وہ اسکائیلا سے چھ فٹ دور تھا۔ وہ چار فٹ کے فاصلے کو ترجیح دیتا لیکن اناڑی لڑکی سب کچھ تباہ کیے دے رہی تھی۔ اسکائیلا کو سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی اور وہ محتاط ہو گیا تو...... تو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ چن جانتا تھا کہ اسکائیلا اس سے کم خطرناک نہیں۔ اب وہ اسکائیلا سے تین فٹ پیچھے تھا۔

لڑکی نے، جی ہاں، کہا، اسی لمحے چن نے تار اسکائیلا کی گردن میں ڈال دیا۔ اسے احساس ہو گیا کہ اسکائیلا کا ہاتھ اوپر اُٹھا ہے اور اپنے گلے اور تار کے درمیان حائل ہو گیا ہے۔ چن نے دل ہی دل میں لڑکی کو برا بھلا کہا۔ پھر اس نے لڑکی کی حماقت سمیت ہر خیال ذہن سے جھٹک دیا۔ اسے اپنی توجہ کام پر مرکوز رکھنا تھی۔ وہ تار کو بارہا گوشت سے گزار چکا تھا اور جانتا تھا کہ ہاتھوں کی ہڈیاں آسانی سے ٹوٹ جاتی ہیں۔

اس نے اپنے جسم کو متوازن کر لیا اور دباؤ بڑھانے لگا۔

✿ ✿ ✿
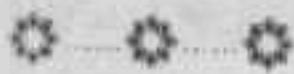
اسکائیلا کی ہتھیلی لہولہان ہو گئی تھی۔ پھر اسے لڑکی کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔ ایک

اور حماقت...... اناڑی پن ،اندھیرے میں پستول سے سوائے شور کے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ ڈھیل میں نشانہ لگ جائے تو اور بات۔ ویسے اس وقت وہ پستول سے فائدہ اٹھا سکتی تھی کیونکہ اسکائیلا تکلیف میں تھا اور آدمی تکلیف میں ہو تو دنیا ہی بدل کر رہ جاتی ہے۔ تکلیف آدمی کے گرد دُھند کا حصار قائم کر دیتی ہے، جس کے پار دیکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ تربیت، منطق اور تجربہ، تکلیف کے سامنے ہر چیز دھری رہ جاتی ہے۔

وہ ایک لمحہ، جب تارا اسکائیلا کی ہتھیلی کو کاٹے ڈال رہا تھا، موت کا لمحہ تھا۔ اس لمحے اسکائیلا بے حد کمزور اور ناتواں تھا لیکن لڑکی میں پھرتی کا فقدان تھا۔ سو وہ لمحہ گزر گیا۔

اسکائیلا کے ذہن پر سے دُھند چھٹنے لگی۔ اب وہ پھر چٹان تھا۔ وہ خود کو یاد دلاتا رہا کہ وہ مضبوطی میں اسکائیلا نامی چٹان سے کم نہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لیے اسے کچھ کرنا ہو گا۔ وہ خاموشی میں شدت سے یہ الفاظ دُہراتا رہا۔ اُسے کچھ کرنا تھا۔ سامنے لڑکی پستول لیے کھڑی تھی۔ ذہن سے دُھند چھٹنے سے کیا ہوتا ہے۔ ایک گولی سب کچھ ختم کر سکتی ہے۔ پیچھے چن ہے، جو اسے موت سے ہم کنار کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔ تم اسکائیلا ہو...... چٹان! کچھ کر کے دکھاؤ۔" وہ خود سے کہے جا رہا تھا۔ تمہارے پاس صرف پانچ سیکنڈ ہیں اور تمہیں غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کرنا ہے۔"

چن عظیم سہی لیکن وہ مختصر الوجود بھی تو ہے۔ چن پھرتیلا ہے لیکن وہ بھی تو پھنسا ہوا ہے۔ نن چکو کے دستوں سے ہاتھ نہیں ہٹا سکتا لڑکی اب پستول کو فائرنگ پوزیشن میں لا رہی تھی۔ اگر ایسے میں طاقت استعمال کی جائے۔ جھٹکا دے کر چن کا توازن برباد کیا جائے تو؟ اسکائیلا کی سمجھ میں آ گیا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔

اس نے یہ منظر باسکٹ بال کے ایک کورٹ پر دیکھا تھا۔ وہ دو عظیم کھلاڑیوں کا ٹکراؤ تھا۔ ایک دفاعی کھلاڑی تھا اور دوسرا فارورڈ۔ اس وقت وہ دونوں تنہا تھے۔ ان کے قریب کوئی کھلاڑی موجود نہیں تھا۔ منرو باسکٹ کی طرف بڑھا اور اس نے داہیں ہاتھ کی جھپکی دی۔ دائیں ہاتھ کی جھپکی دینے کی صورت میں آپ کے پاس دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کی جھپکی دے کر بایاں ہاتھ استعمال کرنا یا بائیں ہاتھ کی جھپکی دے کر دایاں ہاتھ استعمال کرنا لیکن منرو نے ان دونوں میں سے کوئی راستہ نہیں چنا۔ اس نے تو دائیں ہاتھ کو جھپکی دے کر دایاں

ہاتھ ہی استعمال کر ڈالا۔ فریزیر بے بسی سے اسکور ہوتے دیکھنے کے سوا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اسکائیلا نے بھی یہی کچھ کیا۔ اس نے اپنے جسم سے بینچ کی طرف زور لگایا پھر جسم کو قدرے ڈھیلا چھوڑ کر اس نے یہ تاثر دیا کہ وہ عقب میں بائیں جانب دباؤ ڈالنے والا ہے۔ پھر اس نے چن کی توقع کے برعکس کیا بھی یہی۔ نتیجے میں چن کا توازن بگڑا اور تار کچھ ڈھیلا ہو گیا۔ اسکائیلا اپنے جسم کی پوری طاقت استعمال کرتے ہوئے آگے بڑھا۔ مختصر الوجود چن نہ چاہتے ہوئے بھی اسکے ساتھ کھنچا چلا آیا۔ اسکائیلا نے اپنی پوری قوت بائیں کندھے میں مرکوز کی اور چن کو کندھے کے اوپر سے لڑکی پر اُچھال پھینکا۔

چن لڑکی سے ٹکرایا۔ دونوں نیچے گرے۔ لڑکی کے ہاتھ سے پستول چھوٹ گیا۔ وہ سکتے کی سی حالت میں تھی۔ اسکائیلا نے پستول کو پھسلتے اور پھر چن کو پستول کی طرف جھپٹتے دیکھا۔ اسکائیلا نے کوئی جوابی ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ اس کا سیدھا ہاتھ خون میں تر تھا۔ تقریباً ناکارہ۔ وہ چن کو پستول کے قریب پہنچتے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے چن کے سر پر ٹھوکر رسید کی لیکن چن اس کے لیے تیار تھا۔ اس نے اسکائیلا کا پاؤں پکڑ کر مروڑا۔ اسکائیلا نیچے گر گیا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ضرب لگانے کی کوشش کی۔ مگر چن کے سر پر محض پھسلتا ہوا ہاتھ لگا۔ کندھے کے اوپر سے گرنے کے جھٹکے کے باوجود چن پھرتیلے پن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ پھر چن نے اسکائیلا کے دوسرے وار سے بھی خود کو بچایا۔ اس بار وہ دونوں ہی پستول کی طرف لپکے۔ چن نے یہ بھانپ کر کہ اسکائیلا پستول پر قابض ہو جائے گا، پستول کو ٹھوکر مار کر گھاس کی طرف لڑھکا دیا، پستول تاریکی میں اوجھل ہو گیا۔ چن نے اسکائیلا کی گردن پر کھڑی ہتھیلی سے وار کرنے کی کوشش کی۔ اسکائیلا نے ہٹتے ہوئے خود کو بچایا۔ چن ڈیتھ پوائنٹ پر وار نہ کر سکا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ وہ وار بالکل تکلیف دہ نہ رہا ہو۔ درحقیقت اس کے اعصاب چیخنے لگے۔ دماغ پر پھر دُھند طاری ہونے لگی۔ اسکائیلا جانتا تھا کہ یہ دماغی کیفیت مہلک ثابت ہو گی۔ اس نے بائیں ہاتھ سے اگلا وار کیا۔ چن پھر جھکائی دے گیا۔

اسکائیلا کو احساس تھا کہ اس کا داہنا ہاتھ بے کار ہو چکا ہے۔ اگر وہ اسے استعمال کرنے کی کوشش کرتا تو یہ بہت تکلیف دہ ثابت ہوتا۔ اسے معلوم تھا کہ چن بھی یہ بات جانتا ہے۔ چن اس کے داہنے ہاتھ کی طرف سے بے فکر تھا۔ اسکائیلا نے اپنے داہنے ہاتھ کی پوری

قوت سے ایک ڈیتھ اسپارٹ کو نشانہ بنایا۔اس بار وار کاری تھا لیکن فضا میں دو چیخیں بلند ہوئیں۔یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ کس کی چیخ زیادہ اذیت ناک تھی......اس کی یا چن کی؟البتہ یہ واضح تھا کہ چن کی چیخ پہلے دم توڑ گئی تھی۔

اسکائیلا کی سانس اُکھڑ رہی تھی۔تاہم غیر معمولی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ لڑکی کی طرف بڑھا۔اس نے بڑی نرمی اور آہستگی سے لڑکی کو ختم کر کے اپنا کام مکمل کیا۔پھر اس نے البرٹ میموریل کی طرف جانے والے راستے پر دوڑنا شروع کر دیا۔اس نے اپنے داہنے ہاتھ کو رومال سے باندھ لیا تھا۔

پارک سے نکل کر وہ چہل قدمی کے انداز میں کینسنگٹن کی طرف بڑھا۔قریب ترین فون بوتھ اسی طرف تھا۔وہ وقت ایسا نہیں تھا وہ بھاگنے کا خطرہ مول لیتا۔فون بوتھ میں پہنچ کر اس نے مطلوبہ نمبر ڈائل کیا۔پہلی ہی گھنٹی پر دوسری طرف سے ریسیور اُٹھالیا گیا۔"اسکائیلا اسپیکنگ۔"اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔"دو پیس ہیں،البرٹ میموریل اور لنکاسٹر واک کے درمیان۔"

"تم زخمی ہو؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"ہاتھ کی حالت خراب ہے۔"

"او کے۔میں کلینک کو الرٹ کر رہا ہوں۔" رابطہ منقطع ہو گیا۔

اسکائیلا فون بوتھ سے نکل آیا۔اب اسے انتظار تھا۔انتظار کی ضرورت نہیں تھی۔وہ جا سکتا تھا۔لیکن وہ خود اپنی جگہ صفائی مکمل ہونے تک چھوڑنے کا قائل نہیں تھا۔ویسے بھی اسے سوچنے کی مہلت درکار تھی۔چن نے اسے ریٹائر کرنے کی کوشش کیوں کی؟اس لیے کہ کسی نے اسے بھاری معاوضہ دے کر اس کام پر مامور کیا تھا۔سوال یہ تھا کہ وہ کون لوگ تھے،جو اسے ریٹائر کرانا چاہتے تھے اور کیوں؟اس کی وجہ لاس اینجلس ائیر پورٹ کے ٹوائلٹ میں پیش آنے والا واقعہ ہو سکتا ہے؟ممکن ہے......لیکن اس کے خیال میں اس نے عربوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا تھا کہ وہ اس کی زندگی کے خواہاں ہوتے۔یہ بھی ممکن تھا کہ عربوں نے روسیوں سے بات کی ہو لیکن روسی اس کام کے لیے اپنا ایجنٹ بھیج سکتے تھے۔وہ چینی نژاد چن کو استعمال نہیں کر سکتے تھے۔وہ تو چینیوں سے نفرت کرتے تھے۔یہ سب سوچتے سوچتے اسکائیلا کا سر دُکھنے لگا۔اس نے سر جھٹکا۔ہوگا کچھ۔فی الوقت تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔اس کے پاس مکمل

معلومات بھی تو نہیں تھیں۔

سات منٹ بعد ایک ایمبولینس کینسنگٹن گارڈن کے علاقے میں داخل ہوئی۔ مزید پانچ منٹ بعد ایمبولینس باہر نکلی۔ صفائی کا کام مکمل ہو چکا تھا۔

اسکائیلا نے ٹیکسی پکڑی۔ کلینک سے کچھ فاصلے پر اُس نے ٹیکسی رکوائی۔ پھر وہ ٹیکسی جانے کا انتظار کرتا رہا ٹیکسی کے جانے کے بعد وہ کلینک کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ہاتھ کی حالت اور خراب ہو رہی تھی۔ اس کا بس چلتا تو وہ دوڑنا شروع کر دیتا لیکن دوڑنا مخدوش تھا۔ وہ خود پر جبر کیے ہموار قدموں سے چلتا رہا۔

کلینک میں تیاری مکمل تھی۔ انہوں نے زخم کی صفائی کی۔ ڈاکٹر نے ہاتھ سن کرنے کے لیے انجکشن تیار کیا تو اس نے انکار کر دیا۔ ڈاکٹر نے اصرار کیا کہ تکلیف بہت زیادہ ہوگی۔ اس نے ڈاکٹر کو یقین دلایا کہ وہ بارہا ان مرحلوں سے گزر چکا ہے۔

ڈاکٹر نے ہچکچاتے ہوئے، جیتے جاگتے ہاتھ پر کام شروع کیا۔ اسکائیلا ٹانکے لگتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس کے حلق میں کوئی آواز نہیں نکلی۔ وہ اسکائیلا تھا...... سمندری چٹان!

✿ ✿ ✿

تھامس لیوی لائبریری کے ایک گوشے میں بیٹھا 1875ء کے امریکا پر کام کر رہا تھا۔ اسے مخصوص تاریخوں سے دلچسپی نہیں تھی۔ خاص تاریخیں کوڑے کے انبار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کے باپ نے لکھا تھا۔ وہ جو اپنا پڑھا ہوا ہضم نہیں کر پاتے، اُن کے لیے تاریخوں کو اہمیت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ انہیں مقدس سمجھتے ہیں لیکن ایک سچے مورخ کے لیے وہ محض ایک حوالہ ہوتی ہیں۔ غرقاب ہونے والے بحری جہاز ٹیٹانک کے کسی بچ جانے والے مسافر سے یہ تو نہیں پوچھا جا سکتا کہ یہ حادثہ کس تاریخ کو...... اور کس وقت ہوا؟ اس سے یہ پوچھنا پڑے گا کہ ان لمحوں میں آپ پر کیا گزری؟ آپ کے محسوسات اور تاثرات کیا تھے؟ یہی ایک اچھے مورخ کا کام ہے۔ مردہ اور بے حس و حرکت ماضی کو حال کی خاطر مرتعش کرنا۔ ان لوگوں کو، جو وقوعے کے وقت وہاں موجود نہیں تھے، وقوعے کے اثرات محسوس کرانا۔ انہیں سمجھانا۔

تھامس نے اپنی کرسی پیچھے سرکائی۔ اپنے باپ کی طرح وہ بھی منطق کو بہت زیادہ اہمیت دیتا تھا۔ ماضی کی چھان بین کرتے ہوئے ہر 25 سال کے بعد عرصے کا اجمالی جائزہ لیا

جانا چاہیے۔ مطلوبہ معلومات منطق کے ساتھ مل کر باقی خلاء خود بہ خود پر کر دیں گی۔

وہ بائیں سمت والی میز کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس میز پر ایک خوبرو نوجوان ایک پرکشش لڑکی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ان کی نگاہیں ایک دوسرے سے جو گفتگو کر رہی تھیں، وہ تھامس کو ہمیشہ بھلی لگتی تھی۔ اسی لیے وہ لائبریری میں بیٹھتا تھا۔ ورنہ لائبریری میں چھوٹے چھوٹے کیبن بھی بنے ہوئے تھے، جہاں دوسروں سے غیر متعلق رہ کر اسٹڈی کی جا سکتی تھی۔ بات صرف اتنی تھی کہ اسے لوگوں کو دیکھنا اچھا لگتا تھا۔ جھوٹے، اس نے دل ہی دل میں خود سے کہا۔ 'تم درحقیقت لڑکیوں کو دیکھنا پسند کرتے ہو۔' اسے یقین تھا کہ کبھی نہ کبھی کوئی حسین لڑکی اس سے بھی دوستی کرے گی اور وہ بے حد حسین لڑکی ہو گی۔

اسی وقت اسے گھورے جانے کا احساس ہوا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا، پروفیسر نیل اسے گھور رہا تھا۔ پروفیسر نے اس کے سامنے رکھے کتابوں کے انبار کی طرف اشارہ کیا۔ ''تم اس طرح کسی کو بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ میں جانتا ہوں، تم کیا تاڑ رہے تھے۔'' پروفیسر نے کہا۔

''نہیں سر! یہ بات نہیں۔ میں بہت زیادہ مصروف ہوں اور بہت تیزی سے کام کر رہا ہوں۔''

''اگر تمہیں کام میں دلچسپی ہوتی تو تم کسی کیبن میں بیٹھتے۔''

''میں یہاں مجبوری میں بیٹھا ہوں۔ تمام کیبن گھرے ہوئے ہیں۔''

''میں خود بھی یہیں پڑھتا رہا ہوں۔'' پروفیسر نے لائبریری ہال کی طرف ہاتھ لہرایا۔ ''میں بھی لڑکیوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔''

''آپ سر...... آپ...... آپ بھی؟''

''میں جانتا ہوں کہ تم کیا سوچ رہے ہوں لیکن تھامس لیوی، انسان تو ہم سب ہی ہیں۔ خیر...... یہ بتاؤ تم بہت تیزی سے کیا کام کر رہے ہو بھلا؟

''میں 1875ء کے امریکا پر کام کر رہا ہوں۔''

پروفیسر نے کچھ سوال کیے۔ اسے ہر سوال کا جواب ملا۔ پہلی بار وہ اس لڑکے سے متاثر نظر آیا۔ اس کے چہرے کا تاثر تھامس کے لیے بے حد حوصلہ افزا تھا۔ پھر پروفیسر نے گھڑی دیکھی۔ ''سات بج گئے۔ میں گھر جا رہا ہوں۔ چلو میرے ساتھ نہیں، کتابیں سمیٹنے کی

ضرورت نہیں۔ میرا گھر زیادہ دور نہیں۔ تمہیں زیادہ دیر نہیں لگے گی۔''

تھامس، پروفیسر کے ساتھ ہال سے نکل آیا۔ اسے پروفیسر کے ساتھ چلنا ایک اعزاز لگ رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ کلاس کے ذہین ترین طالب علم کو بھی اب تک یہ اعزاز حاصل نہیں ہوا ہوگا ''میں تمہیں کھانے پر مدعو کرتا لیکن میری بیوی کنجوس بھی ہے اور کھانا بھی بہت خراب پکاتی ہے۔ ویسے وہ بہت اچھی بیوی اور ماں ہے۔ کچھ یہ بھی ہے کہ ہم زیادہ متواضع لوگ نہیں۔ ہمارے گھر مہمان کم ہی آتے ہیں۔'' پروفیسر نے بتایا۔

وہ براڈوے اور 116 ویں سڑک پر کیمپس کی طرف بڑھتے رہے۔ ''ان کی موت کے وقت تم کہاں تھے؟'' پروفیسر نے اچانک پوچھا۔

''کینیڈی کی بات کر رہے ہیں آپ؟ میں اس وقت اسکول کے لنچ روم میں تھا۔ اچانک کسی لڑنے نے آکر بتایا۔ کینیڈی کو گولی ماردی گئی۔ ہم سب ہنس پڑے۔ مذاق ہی لگتا تھا لیکن پھر ہم نے خبر لانے والے لڑکے کا چہرہ دیکھا تو اندازہ ہوا کہ وہ مذاق نہیں تھا۔''

''میں تمہارے والد کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔''

''میرا خیال ہے، میں گھر پر ہی تھا۔''

ان کے قدم ست پڑگئے۔ اب وہ ریور سائیڈ کی چڑھائی چڑھ رہے تھے۔ ''تھامس لیوی! میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔'' پروفیسر نے کہا۔ ''یہ ایک بہت بڑا راز ہے، جو میرا کیئریر بھی تباہ کرسکتا ہے۔ توجہ سے سنو۔ میں بیس بال کا عاشق ہوں مجھے کسی ایک ٹیم میں نہیں، ہر ٹیم سے محبت ہے۔ مجھے اسکورز سے دلچسپی ہے۔ اتوار کی صبح میں اخبار کا اسپورٹس سیکشن لے کر باتھ روم میں گھس جاتا ہوں، ظاہر کرتا ہوں کہ نہا رہا ہوں لیکن درحقیت میں کھلاڑیوں کے بیٹنگ ایوریج یاد کرتا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ میرے لیے ہر سال کا اہم ترین دن کون سا ہوتا ہوگا؟''

''ورلڈ سیریز؟''

''درست۔ اور اب میری پوزیشن کا تصور کرو۔ سیریز کے بیشتر گیمز کے دوران میں پڑھا رہا ہوتا ہوں۔ جانتے ہو، ایسے موقعوں پر میں کیا کرتا ہوں؟''

''نہیں سر۔''

''گزشتہ تیس سال سے مجھے ایک سیکریٹری میسر ہے۔ وہ بہت تیز ہے۔ میں نے

اسے بہت اعلیٰ درجے کا پورٹیبل ریڈیو لے کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اسے خصوصی تربیت دی ہے اداکاری کی۔ میں کلاس میں ہوں اور میچ کے دوران کوئی اننگ ختم ہوجائے تو وہ چہرے پر پریشانی کا تاثرات لیے کلاس روم میں آتی اور کہتی ہے...... پروفیسر...... ایک منٹ، میں بڑے مزے سے کہتا ہوں۔ ایسی کون سی بات ہے تم دیکھ رہی ہو کہ میں مصروف ہوں۔ وہ مجھے ایک طرف لے جاتی ہے اور سرگوشی میں مجھے اسکور...... اور اننگ کی تفصیل سناتی ہے۔ میں یوں سر ہلاتا ہوں جیسے کوئی اہم بات سن رہا ہوں۔ پھر ہچکچانے کی اداکاری کرتا ہوں اور اپنے طلبا کے پاس واپس آجاتا ہوں۔ وہ مجھے سراہتے ہیں کہ دنیا کی کوئی خبر مجھے کلاس روم سے دور نہیں کرسکتی۔ میرا مقصد بھی پورا ہوجاتا ہے۔" اب وہ ریورسائیڈ ڈرائیو پر تھے اور 118ویں سڑک کی طرف بڑھ رہے تھے۔ "تمہارے والد کا انتقال مارچ......"

"تمیس تاریخ کو ہوا۔" تھامس نے بات پوری کی۔

"میں کلاس میں تھا میری سیکریٹری آئی۔ اس کے چہرے کا تاثر میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ میں نے سوچا، سیریز کا کیا سوال، ابھی تو سیزن بھی شروع نہیں ہوا ہے۔ مجھے حیرت تھی کہ آخر ایسی کون سی بات ہے کہ وہ چہرے پر اس قدر سنگین تاثر لیے میری کلاس میں آئی۔ میں اس کی طرف بڑھا۔ میں بیس بال کے مشہور کھلاڑیوں کے نام یاد کر رہا تھا لیکن میری سیکریٹری نے کوئی نام نہیں لیا۔ اس نے صرف اتنا کہا۔ ان کا انتقال ہوگیا، اور وہ کمرے سے چلی گئی۔ میں پرسکون ہوگیا بلکہ شاید میں اپنی کرسی پر بیٹھ کر مسکرایا بھی، لیکن پھر اچانک جیسے بات میری سمجھ میں آگئی۔ میں نے طلباء سے کہا۔ آپ لوگ چلے جائیں اور مجھے تنہا چھوڑ دیں۔ سب چلے گئے کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد میری سیکریٹری میرا کوٹ اور ہیٹ لائی۔ میں نے اس سے موت کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا۔ دماغ کی رگ پھٹ گئی تھی۔ میں نے کہا۔ 'یہ اچھا ہوا' کاش...... انہیں کم سے کم تکلیف ہوئی ہو۔ مجھے امید ہے۔ انہیں زیادہ تکلیف نہیں ہوئی ہوگی، حالانکہ میں جانتا ہوں انہوں نے کتنی اذیت جھیلی تھی۔

"جی ہاں...... شروع میں اصل سبب چھپانے کی کوشش کی گئی تھی۔ مگر اگلے روز کے اخبارات نے شائع کردیا کہ انہوں نے ریوالور کی مدد سے خودکشی کی ہے۔" تھامس نے کہا۔

"تم اس وقت کہاں تھے؟"

''گھر میں ہی تھا۔ نچلی منزل کے ہال میں۔ میری عمر دس سال تھی اور جس مضمون میں انہوں نے میری رہنمائی کی تھی، مجھے اس میں اے ون گریڈ ملا تھا۔ کبھی جب وہ نشے میں نہ ہوتے تو مجھے پڑھاتے۔ میں انہیں اپنے گریڈ کے متعلق بتانا چاہتا تھا۔ مگر پھر میں نے سوچا کہ کھانے کے وقت بتادوں گا مجھے ڈر تھا کہ اس وقت وہ نشے میں ہوں گے۔ پھر فائر کی آواز سنائی دی مجھے یاد ہے، میں ان کے کمرے کے درواز کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ مجھے نظر نہیں آرہے تھے۔ بیڈ کی اس طرف خون کا اچھا خاصا دریا تھا۔ میں نے سوچا...... شکر ہے، یہ پینٹ میں نے نہیں گرایا۔ مجھے وہ سرخ رنگ بہت اچھا لگا۔ اس کی وجہ سے کمرا آراستہ لگ رہا تھا۔ پھر میں نے ڈیڈی کو دیکھا اور مجھے احساس ہوا کہ کیا ہوگیا ہے۔ نہ جانے کتنی دیر میں ساکت کھڑا رہا۔ پھر میں نے پولیس کو فون کردیا۔ ان کے آتے ہی میں نے اُن سے ڈیڈی کا ریوالور طلب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ریوالور شہادت کی حیثیت رکھتا ہے۔ میرے اصرار پر انہوں نے کہا کہ میں چھوٹا ہوں اور مجھے ریوارلور نہیں دیا جاسکتا لیکن میں اصرار کرتا رہا اور یقین کیجیے، میں نے ریوالور حاصل کر کے ہی دم لیا۔ اس کے لیے مجھے بھائی سے مدد لینا پڑی۔ اس وقت بھائی کی عمر بیس سال تھی۔ میں بڑا ہوا تو میں اس ریوالور سے نشانے بازی کی مشق کرتا رہا۔''

اب وہ ایک عمارت کے سامنے کھڑے تھے۔ پروفیسر نے چوکیدار کو اشارے سے ہٹ جانے کو کہا۔ اب وہ دونوں تنہا کھڑے تھے۔ ''کیوں؟'' پروفیسر نے پوچھا۔

''معلوم نہیں۔ بات یہ ہے کہ میں جسمانی طور پر کمزور ہوں۔ میں مرنے سے پہلے کچھ برے لوگوں کو ٹھکانے لگانا چاہتا تھا۔ اب میں اسے اپنے پاس رکھتا ہوں۔ کیونکہ وہ میرا ہے، میرے ڈیڈی کا تھا۔ میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ شب بخیر پروفیسر۔'' تھامس نے کہا اور پلٹ کر چل دیا۔

''ٹام!''

'خدایا! پروفیسر نے مجھے کتنی بے تکلفی اور اپنائیت سے پکارا ہے۔' تھامس نے سوچا اور پلٹ کر دیکھا۔ ''یس سر۔''

''تم نے کلاس میں میرے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا۔ جبکہ تمھیں آتا تھا؟''

''میں خوف زدہ تھا سر۔''

پروفیسر نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ ''ہاں...... میں نے دوسروں پر رعب طاری کرنے کے لیے بہت پریکٹس کی ہے۔ میری سب سے چھوٹی بیٹی مجھ سے بہت ڈرتی ہے۔'' پروفیسر ہچکچایا۔ پھر جیسے وہ پھٹ پڑا۔ لیکن میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ تمہارے والد کی موت پر میں رویا تھا۔''

''وہ ہم میں سے کسی کے لیے بھی اچھا دن نہیں تھا سر۔'' تھامس نے کہا۔

✿ ✿ ✿

اسکائیلا قلعے کے دروازے پر کھڑا پرنس اسٹریٹ کو دیکھتا رہا۔ اندھیرا پھیل رہا تھا لیکن پرنس اسٹریٹ کے حسن میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ ایڈن برگ بلکہ پورے اسکاٹ لینڈ میں اس سے خوبصورت کوئی اور جگہ نہیں تھی۔ اگر آدمی سڑک پر مرنا چاہے تو پرنس اسٹریٹ سے بہتر سڑک دنیا میں نہیں ملے گی۔ مرنے کے بارے میں سوچنا چھوڑو۔ خود اس نے خود کو ڈانٹا۔

لیکن وہ کیا کرتا۔ سوچنے کی فرصت ہو تو سوچوں پر کس کا اختیار رہتا ہے اور کسی کے انتظار میں فرصت ہی فرصت ہوتی ہے۔ اس پر ستم یہ ہے کہ اس کے سیدھے ہاتھ سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ ٹانگوں میں جیسے آگ لگ رہی تھی۔ غلطی اس کی اپنی تھی۔ وہ بار بار مٹھیاں بھینچ رہا تھا۔ ہاتھ مل رہا تھا۔ صرف اس لیے کہ رابرٹ وقت پر نہیں آیا تھا۔

بات کسی اور کی ہوتی تو پریشانی نہ ہوتی لیکن رابرٹ پابندئ وقت کے لیے مشہور تھا۔ اگر وہ بیروت سے آپ کو نیویارک فون کر کے کہے۔ منگل کے دن مجھے ڈھائی بجے ماؤنٹ ایورسٹ کی شمالی دیوار پر ملو، اور آپ دس منٹ تاخیر پہنچیں تو تاخیر کی وجوہات کی فہرست تیار کرنا ضروری ہوگا۔

اسکائیلا رابرٹ کی تاخیر کے سلسلے میں عذر تراشنے میں مصروف ہوگیا۔ وہ روشن رخ دیکھنا چاہتا تھا۔ ممکن ہے، رابرٹ کی کار میں کوئی خرابی ہوگئی ہو۔ ٹائر پنکچر ہوگیا ہو، بات منطقی تھی لیکن جواز معقول نہیں تھا۔ ایسا ہوا ہوتا تو رابرٹ فوراً ٹیکسی کر لیتا۔ گویا اس صورتِ حال کا کوئی روشن رخ نہیں تھا۔

اس تاخیر کا ایک ہی مطلب تھا۔ رابرٹ مر چکا ہے! سوال یہ تھا کہ وہ خود مرا یا اُسے مارا گیا؟ ویسے تو وہ دل کا مریض تھا۔ اسکا وزن بہت زیادہ تھا۔ وہ بہت زیادہ تمباکو اور مے نوشی

کرتا تھا۔ مرغن غذائیں کھاتا تھا۔ ایسے آدمی کو کسی بھی وقت دل کا دورہ پڑ سکتا ہے لیکن گزشتہ کچھ دنوں میں جو واقعات پیش آئے تھے، وہ عجیب تھے۔ مثلاً جن والا واقعہ۔ اس لحاظ سے ممکن ہے، رابرٹ کی موت متشددانہ رہی ہو۔ ویسے اس کی امید کم ہی تھی۔ رابرٹ سے اس کا تعلق کاروباری اور غیر قانونی تھا۔ اس کا ڈویژن سے یا اسکائیلا کے کام سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اب وہ یہی امید کر سکتا تھا کہ رابرٹ نے ڈٹ کر کھانا کھایا ہوگا اور پھر اُسے نیند آ گئی ہوگی۔

اسکائیلا ہچکچایا پچھلے تبادلے کے نتیجے میں اُسے رابرٹ سے بیس ہزار ڈالر وصول کرنا تھے لیکن وہ ایڈن برگ میں زیادہ دیر نہیں رک سکتا تھا۔ لندن سے ایڈن برگ کے یہ سائیڈ ٹرپس طویل نہیں ہونے چاہئیں، ورنہ ڈویژن اس میں دلچسپی لینے لگے گا اور اس کی غیر قانونی سرگرمیوں کی پول کھل جائے گی۔

خاص سوچ بچار کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس معاملے کو یونہی چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔

رابرٹ کی نوادرات کی دکان تھی۔ بالخصوص جواہرات میں وہ بہت زیادہ دلچسپی لیتا تھا۔ ممکن ہے، جواہرات ہی کی وجہ سے اسے ٹھکانے لگایا گیا ہو۔ ممکن ہے، اس کی موت چوری کی سیدھی سادی واردات کا شاخسانہ ہو۔

اسکائیلا، رابرٹ کو پسند کرتا تھا۔ ویسے ان کے درمیان مشترک چیزیں بہت کم تھیں۔ ایک بار ڈیلیوری کے دوران رابرٹ کے والدین بھی آ گئے تھے۔ اس نے ان کے ساتھ ڈنر کیا تھا۔ ان کی موجودگی میں رابرٹ مودب اور کم سخن ہو گیا تھا۔ اس کے والدین اس کی بے راہ روی سے ناواقف تھے۔ وہ اس کی غیر شادی شدہ ہونے پر کڑھتے تھے۔

اسکائیلا نے ٹیکسی کی اور ڈرائیور سے گراس مارکیٹ چلنے کو کہا۔ رابرٹ کی دکان کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے دیکھا، دُکان میں تاریکی تھی۔ زندگی کی کوئی علامت نہیں تھی۔ ایک بلاک آگے اس نے ٹیکسی رکوائی، کرایہ ادا کیا اور رابرٹ کی دکان کی طرف چل دیا۔ سڑک کے اس طرف سے وہ بغور دیکھتا رہا لیکن دکان میں موت کا سناٹا تھا۔

اسکائیلا نے سڑک پار کی سامنے والے دروازے کا تالا کھولنا کچھ دشوار ثابت نہیں ہوا۔ رابرٹ دکان کے اوپر رہتا تھا۔ اسکائیلا سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اوپر چڑھا۔ رابرٹ کا بیڈ روم تیسری منزل پر تھا۔ دروازہ قدرے کھلا ہوا ہے۔ موٹے رابرٹ کی لاش بستر پر بکھری

ہوئی صاف نظر آ رہی تھی۔

اسکائیلا کمرے میں داخل ہوا، بری طرح ٹھٹکا اور پھر اپنی جگہ جم کر رہ گیا۔ موٹا رابرٹ مرا نہیں تھا بلکہ سو رہا تھا۔ کمرے میں اُس کے خراٹے گونج رہے تھے۔ اسکائیلا نے بیڈ لیمپ آن کیا اور اُسے پکارا۔ دو تین آوازوں کے بعد موٹا کسمسایا، پھر اس کی آنکھیں کھلیں۔ اب وہ حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کی حرکت نے اسکائیلا کو سب کچھ سمجھا دیا۔ جیسے وہ رابرٹ کو مردہ فرض کر بیٹھا تھا، ویسے ہی موٹا رابرٹ سمجھ رہا تھا کہ اسکائیلا مر گیا ہے۔ اسی لیے وہ ملنے بھی نہیں آیا تھا۔

اسکائیلا بیڈ کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ''تم آئے کیوں نہیں رابرٹ؟'' اس نے پوچھا۔

''تم سے ملاقات آج کی نہیں، کل کی طے ہوئی تھی۔'' رابرٹ نے جواب دیا۔

''جھوٹ مت بولو۔ تم سمجھ رہے تھے، میں مر چکا ہوں؟''

''میں ایسے احمقانہ سوال کا کیا جواب دوں۔''

''وجہ بتاؤ۔ تم نے یہ کیوں سمجھا کہ میں مر چکا ہوں؟''

رابرٹ نے وہ چادر ایک طرف ہٹا دی، جو وہ اوڑھے ہوئے تھا۔ ''کیسی فضول باتیں کر رہے ہو۔'' اس کے لہجے میں احتجاج تھا۔

''دیکھو رابرٹ میں مطلوبہ معلومات اگلوا بھی سکتا ہوں تم سے مجھے اس پر مجبور نہ کرو۔''

رابرٹ نے سرد آہ بھری اور بستر سے نکل کر آیا۔ اگر بحث کرنی ہے، تو اس کے لیے میرے خیال میں کچن مناسب رہے گا۔ مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے۔'' اس نے الماری کھولی۔ ''میں گاؤن پہن لوں۔''

اسکائیلا خاموش بیٹھا رہا۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنی گود میں رکھے تھے۔ پیر لیمپ کے سوئچ کی ڈوری پر تھا۔

رابرٹ نے گاؤن پہنا اور پھر پھنکارتے ہوئے بولا۔ ''تم آئندہ مجھے دھمکی نہیں دو گے، کبھی نہیں، سمجھ گئے؟'' اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا پستول نظر آیا۔'' اس بار اسکائیلا نے سرد آہ بھری۔ ''جواب دو مجھے، منہ سے کچھ بولو۔ لعنت ہے تم پر۔'' رابرٹ غرایا۔

"دیکھو رابرٹ! تم اس کھیل کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ یقین کرو اس وقت تمہاری زندگی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ اب اور کچھ نہ کہنا، ایک لفظ بھی نہیں۔"

"تم اپنے ہاتھ اوپر اُٹھالو۔"

"خدایا......تو یہ پستول اصلی ہے؟" اسکائیلا نے اس کا مضحکہ اڑایا۔

"میں تمہیں قتل کردوں گا۔" رابرٹ نے کہا۔ اسکائیلا نے ہاتھ اٹھالیے۔ "اب غور سے سنو۔" رابرٹ نے مزید کہا۔ "تم آئندہ مجھے دھمکی نہیں دو گے۔ اس لیے کہ زیل کے ساتھ جو بے ایمانی تم کرتے رہے ہو، میرے پاس لکھی ہوئی ہے۔ اب تک کے ہر سودے کا پوسٹ مارٹم ہو چکا ہے۔ یہ تمام معلومات ایک لفافے میں بند ہیں۔ لفافہ میرے وکیل کے پاس ہے۔ میری موت کی صورت میں وہ لفافہ کھول دیا جائے گا۔ میں نے وکیل کو ہدایات دی ہیں۔ لفافہ متعلقہ پارٹی تک پہنچ جائے گا اور اس کے بعد تم زندہ نہیں رہ سکو گے۔"

"جس وقت میں اس معاملے میں نہیں پڑا تھا، تم اس وقت سے چوری کر رہے ہو، کیا اس کی تفصیل بھی تمہارے وکیل کے پاس موجود ہے؟"

"ہاں......اس لفافے میں تمام معلومات ہیں۔"

اسکائیلا نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ ناممکن ہے رابرٹ۔ تم ہر معاملے میں راز داری سے کام لیتے ہو۔ تمہارے والدین تمہاری بے راہ روی تک سے بے خبر ہیں۔ میں نہیں مانتا کہ تم نے یہ سب کچھ لکھا ہوگا۔"

"تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں قتل کردوں؟"

اسکائیلا نے پھر نفی میں سر ہلایا۔ "تم غلط سمجھ رہے رابرٹ مرنا تو تمہیں ہے۔"

"اپنے ہاتھ اٹھائے رہو۔"

"ضرور۔ لیکن تم بھول رہے ہو۔ ابھی ایک لمحہ پہلے میں نے کہا تھا، اب اور کچھ نہ کہنا، ایک لفظ بھی نہیں۔ میں نے تمہیں سچی تنبیہہ کی تھی۔ کاش، تم اسی وقت سمجھ جاتے اور مزید کچھ نہ کہتے۔ اُسی صورت میں تم محفوظ رہتے۔ اب میرے پاس کوئی چارہ نہیں۔ اگر میں تمہیں قتل نہیں کروں گا تو تم سمجھو گے، اسکائیلا کو دھمکایا جا سکتا ہے، میں یہ تاثر بھی قبول نہیں کروں گا۔ یہ اسکائیلا کی موت ہے۔"

''کمال ہے! پستول میرے ہاتھ میں ہے اور تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو؟''

''میں ایسا کر سکتا ہو کیونکہ میں غیر مرئی ہوں۔'' یہ کہہ کر اسکائیلا نے سوئچ کی ڈوری پر دباؤ ڈالا۔ کمرے میں تاریکی ہوگئی۔ رابرٹ نے کرسی کا نشانہ لیتے ہوئے فائر کیا۔ پھر اس نے اسکائیلا کو پکارا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ میں جانتا ہوں، تم زندہ ہو۔ تمہارے گرنے کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔''

''میں تمہیں بے وقوف بنا بھی نہیں رہا ہوں۔'' کمرے کے ایک گوشے سے اسکائیلا کی آواز اُبھری۔

رابرٹ نے دوبارہ فائر کیا۔''تم بچ نہیں سکتے۔''اس نے چیخ کر کہا۔ کوئی جواب نہیں ملا۔'' میں تمہارے قتل کا یہ جواز پیش کروں گا کہ تم میری دکان لوٹنے کی کوشش کر رہے تھے۔''

''تمہاری آواز لرز رہی ہے رابرٹ۔''

''اب حرکت نہ کرنا۔''

''وہ تو میں کر بھی چکا۔''

''جہاں ہو، وہیں ٹھہر جاؤ۔ تمہیں احساس نہیں۔ تم جیت نہیں سکتے۔ میرے ہاتھ میں پستول ہے۔''

''میرے پاس میرے ہاتھ ہیں۔'' اسکائیلا کی سرگوشی اُبھری۔ وہ دیوار سے چپک کر کھڑا تھا۔

''اسکائیلا! میری بات سنو۔''

سرگوشی پھر اُبھری۔''اب فائر نہ کرنا رابرٹ اور جیسے ہی میں کہوں، پستول گرا دینا اور فائر کرو تو بہتر ہے کہ نشانہ خطا نہ ہو۔ اس لیے کہ فائر کرنے کی صورت میں تمہاری موت طویل اور اذیت ناک ہوگی۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں نے کچھ بھی نہیں لکھا۔ اب تم مجھ سے اپنے بیس ہزار ڈالر لے لو۔''

''اب کچھ نہیں ہو سکتا رابرٹ۔ میں تمہیں چھوڑ دوں گا تو تم ہر بے ایمانی ضبطِ تحریر میں لے آؤ گے۔ اب اعتبار گیا اور اعتبار اُٹھ جائے تو کچھ نہیں بچتا۔ یہ بتاؤ تم کس طرح مرنا

پسند کروں گے؟"

"میں مرنا نہیں چاہتا اسکائیلا۔" رابرٹ نے فریاد کی۔

"یہ ضروری ہے رابرٹ۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ تمہیں تکلیف بالکل نہ ہو۔"

"اسکائیلا! خدا کی قسم، مجھے تمہاری موت کا سن کر بہت افسوس ہوا تھا۔ میں تمہیں پسند کرتا ہوں۔ میرے والدین بھی پسند کرتے ہیں تمہیں ہمیشہ تمہارے بارے میں پوچھتے ہیں۔" رابرٹ اب گھگیا رہا تھا۔

"تمہارے والدین بہت اچھے ہیں رابرٹ۔ اچھا...... اب سب کچھ اُگل دو۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔ مجھے پیرا گوئے سے فون پر مطلع کیا گیا تھا کہ بیچ کا آدمی بدل دیا گیا ہے۔ میں اس سے یہی نتیجہ اخذ کرسکتا تھا کہ تم مر گئے ہو۔"

"ٹھیک ہے رابرٹ۔ اب میں آ رہا ہوں۔ تم پستول گرا دو۔" اگلے ہی لمحے پستول کے فرش سے ٹکرانے کی آواز سنائی دی۔ "شاباش! اب اچھے بچوں کی طرح بستر پر لیٹ جاؤ۔"

"تم نے وعدہ کیا ہے کہ مجھے تکلیف نہیں ہوگی۔"

"مجھے یاد ہے۔ تم بستر پر لیٹ جاؤ خاموشی سے۔" بڑھتے ہوئے قدموں کی آواز اُبھری پھر اسکائیلا نے مزید کہا۔ "ایسا کریں خودکشی مناسب رہے گی۔ تم رقعہ لکھو کہ اپنے عارضہ قلب سے پریشان ہو اور خود کو بوجھ سمجھنے لگے ہو۔ تم اپنے والدین سے اپنی محبت کا اظہار بھی بھرپور طریقے سے کرسکتے ہو۔"

"ہاں...... یہ ٹھیک ہے اسکائیلا۔"

اسکائیلا نے بیڈ لیمپ آن کیا۔ رومال سے رابرٹ کا فرش پر گرا ہوا پستول اٹھایا۔ پھر اس نے ڈیسک سے پیڈ اور قلم اٹھایا اور رابرٹ کے پاس لے آیا۔ رابرٹ رقعہ لکھنے میں مصروف ہو گیا۔ اسکائیلا بڑے تحمل سے انتظار کرتا رہا۔ رابرٹ لکھ کر فارغ ہوا تو اسکائیلا نے رقعہ پڑھا "تم اچھے آدمی ہو رابرٹ۔ لوگ تمہیں اچھے لفظوں میں یاد کریں گے۔ اب آنکھیں بند کرلو۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

رابرٹ نے آنکھیں بند کرلیں۔ اسکائیلا کو حیرت ہوئی ٹرائیگر پر دباؤ ڈالنا اس کے لیے دشوار ہو رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ دیواروں میں پیوست رابرٹ کی چلائی ہوئی دو

گولیاں خودکشی کو مشکوک کر دیں گی۔اس ہچکچاہٹ کا سبب وہ لمحات بھی نہیں تھے، جو اس نے رابرٹ کے ساتھ گزارے تھے۔شاید گزشتہ عرصہ کے دوران مسلسل اعصاب شکن واقعات اس کمزوری کی وجہ تھے یا انتہا درجے کی جذباتیت۔ بہرحال یہ اس کے لیے غیر معمولی بات تھی، اسکائیلا نے کنپٹی کا نشانہ لیا لیکن اس سے ٹرائیگر نہیں دبایا گیا۔"مجھے اپنے لنچ کی تفصیل بتاؤ رابرٹ۔اُس نے کہا۔

"کیوں؟"

"میں چاہتا ہوں،تم اچھی اچھی باتیں سوچو۔رابرٹ......تم پر کسی بھی وقت دل کا دورہ پڑ سکتا ہے۔ اس کے بعد تمہیں پرہیزی غذائیں کھانا پڑتیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرا یہ فعل تمہارے حق میں ہے۔"

"خدا کے لیے اسکائیلا......تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے تکلیف نہیں ہوگی۔"رابرٹ نے بے چارگی سے کہا۔

اسکائیلا نے فائر کیا۔صحیح نشانے پر......رابرٹ کی کنپٹی پر۔پھر اس نے پستول رابرٹ کے ہاتھ میں تھما کر ہاتھ چھوڑ دیا۔تاکہ ہاتھ فطری انداز میں جھولتا رہے۔ پھر وہ مردہ رابرٹ کو تکتا رہا۔میں بھی تمہاری طرح ہوں جیک۔اس نے خود کلامی کی میں بھی مردہ ہو لیکن تمہاری طرح خاموشی سے بستر پر نہیں لیٹ سکتا۔

✿......✿......✿

تھامس بیب لیوی،لائبریری میں اپنے مخصوص گوشے میں بیٹھا تھا۔اس وقت وہ اطالوی ناموں میں الجھا ہوا تھا۔وہ نام اسے پاگل کیے دے رہے تھے وہ لوگوں کو روسی ناموں سے الجھتے دیکھ چکا تھا۔لیکن اسے اطالوی نام روسی ناموں کی نسبت مشکل معلوم ہوتے تھے۔

اس نے جھنجھلا کر کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگائی۔ وہ مایوس ہونے لگا۔اس طرح تو میں صرف دوسرے درجے کا طالب علم بن سکتا ہوں۔ میری لوحِ مزار پر لکھا جائے گا۔یہاں نام نہاد مورخ تھامس بیب لیوی ابدی نیند سو رہا ہے۔وہ اٹلی کی تاریخ مشکل اطالوی ناموں کی وجہ سے نہیں سمجھ سکا۔ سب کچھ جاننا بہت مشکل کام ہے۔اس کے ڈیڈی......اور پروفیسر نیل نے ثابت کردیا تھا کہ یہ کام مشکل ضرور ہے ناممکن ہرگز نہیں ہے۔

اس طرح تو تم نوری کو کبھی شکست نہیں دے سکو گے۔ میراتھن ریس جیتنا بھی کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ اس نے خود سے کہا جسم کی طرح کبھی کبھی دماغ کو بھی دھکیلنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ہر انسان کا اپنا ایک طریق کار ہوتا ہے۔ ایک ہی کام کو مختلف لوگ، مختلف انداز میں سرانجام دیتے ہیں۔ چنانچہ منطق سے مدد لو...... دماغ پر زور دو۔

اسی وقت وہ لڑکی لائبریری میں داخل ہوئی۔ منطق دھری رہ گئی۔ تھامس منہ کھولے اسے دیکھتا رہا۔ اس کی سانس رک سی گئی تھی۔ لڑکی تھی ہی ایسی حسین...... یا شاید اسے لگ رہی تھی۔ اس کا جی چاہا کہ لڑکی کی آنکھوں کو قریب سے دیکھے۔ قریب سے دیکھنے پر وہ اور حسین لگیں گی اور اگر ان میں اس کے لیے چاہت کا رنگ ہو تو......؟

تھامس نے آنکھیں بند کر کے اپنی توجہ اٹلی کی تاریخ پر مرکوز کرنے کی کوشش کی لیکن اب کچھ نہیں ہو تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لڑکی بہت ساری کتابیں اُٹھائے تھی اور لائبریری ہال کا جائزہ لے رہی تھی۔ تھامس اسے پکارنا، قریب بلانا چاہتا تھا۔ ویسے منطقی اعتبار سے لڑکی کو اس کے قریب ہی بیٹھنا چاہیے تھا۔ جس گوشے میں وہ بیٹھا تھا۔ وہ سنسان تھا۔ اس میز کے گرد چھ کرسیاں تھیں، جس میں سے پانچ خالی تھیں۔ میز بہت بڑی تھی۔ لڑکی اپنی کتابیں پھیلا کر رکھتی، تب بھی جگہ بچ رہتی۔

لیکن تھامس کو ڈر تھا کہ لڑکی اس کی طرف نہیں آئے گی۔ خوبصورتی ہمیشہ سے اُسے نظر انداز کرتی آئی تھی۔ یہ نسوانی شعبہ ہمیشہ سے اس کے لیے مسئلہ تھا۔ فطری طور پر وہ بھی لڑکیوں کو پسند کرتا، ان کی قربت کی آرزو کرتا تھا لیکن کبھی کوئی لڑکی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ جو لڑکیاں متوجہ ہوئی تھیں، وہ اسے بور لگی تھیں۔ وہ یہ فرض کر لیتی تھیں کہ وہ ان سے دانشمندانہ قسم کی گفتگو پسند کرے گا جبکہ وہ یہ ہرگز نہیں چاہتا تھا۔ اس کا نظریہ تھا کہ لڑکیوں کو خوبصورت خوش اطوار اور غبی ہونا چاہیے۔

پھر اس کی سانسیں الجھنے لگیں۔ لڑکی اس کی میز کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اس نے جلدی سے سامنے رکھی کتاب اٹھائی اور کھول لی۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ لڑکی اس میز پر بیٹھی تو وہ کیا کرے گا؟ اس نے سرد مہری برتنے کا فیصلہ کیا۔ بہت زیادہ حسین لڑکیاں اپنی جانب پیش قدمی کے ہر انداز سے واقف ہوتی ہیں اور اس کی عادی بھی ہوتی

ہیں۔ کیوں نہ تنوع کا احساس دلایا جائے، لڑکی خود اس کی طرف بڑھے تو بہتر ہے۔ اسے یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ میں اس سے متاثر ہوں۔ بے نیازی برتو۔ اس نے خود کو مشورہ دیا۔ لڑکی تم سے پینسل ربر مانگے تو بے نیازی سے اس کی طرف بڑھا دینا۔ لڑکیوں کو ربر کی ضرورت پڑتی ہے۔ ربر پر اسے خیال آیا کہ ربر تو اس کے پاس ہے ہی نہیں۔ گویا سب سے پہلے کہیں سے ربر حاصل کیا جائے ورنہ کھیل ختم۔

وہ اٹھا اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کی ایک کلاس فیلو بائیں جانب ایک میز پر بیٹھی تھی۔ وہ ایسی لڑکی تھی، جس کے پاس یقیناً ان گنت ربر ہوں گے۔ تھامس اس کی طرف بڑھا۔ اسے ڈر تھا کہ لڑکی اسے سنجیدہ رومانس کا نقطہ آغاز سمجھے گی۔ عالم و فاضل لڑکیاں ہمیشہ ایسی ہی خوش فہمی میں مبتلا ہوتی ہیں۔

''آپ کے پاس ربر ہوگا؟'' تھامس نے کہا۔ وہ یوں شرما رہا تھا، جیسے سچ مچ پروپوز کر رہا ہو۔

لڑکی مسکرائی۔ اس کی آنکھوں میں شادی کی انگوٹھی کا عکس رقصاں نظر آیا۔ کیسا ربر؟ انک ربر؟ پینسل ربر یا آرٹ گم؟''

''پینسل ربر دے دیجئے۔''

لڑکی نے ربر اس کی طرف بڑھایا۔ ''یہ سوان ربر بہت اچھا ہے۔ یہ آپ ہی رکھ لیں۔ میرے پاس اور ہیں۔''

تھامس بہت بور ہوا۔ یہ کیسی لڑکی ہے کہ ربر کے بارے میں بھی پسند ناپسند کی قائل ہے۔ اس نے لڑکی کا شکریہ ادا کیا اور اپنی میز کی طرف پلٹا لڑکی اس کی میز پر بیٹھ چکی تھی۔ تھامس بے حد مصروف آدمی کے سے انداز میں میز کی طرف بڑھا اور بڑی مستعدی سے بیٹھا۔ اس نے کتاب کھولی اور بڑی جاں فشانی سے مطالعہ شروع کر دیا۔ اس نے لڑکی کی طرف ایک نگاہ غلط انداز بھی نہیں ڈالی۔ وہ پڑھتا رہا۔ پھر اسے لڑکی کی طرف تحرک کا احساس ہوا۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ لڑکی کے پاس اپنا ربر تھا اور وہ اسے استعمال کر رہی تھی۔ وہ پھر مطالعے میں مصروف ہو گیا۔ لڑکی بھی مطالعہ کرنے لگی۔ لڑکی کے آٹھ ورق الٹنے کے بعد تھامس نے پھر نظریں اُٹھائیں۔ وہ لڑکی کے حسن کو دیکھتا اور سراہتا رہا۔

لڑکی کو بھی گھورنے جانے کا احساس ہو گیا۔ اس نے نظریں اٹھا کر تھامس کو دیکھا اور سخت لہجے میں بولی۔ "جی فرمایئے؟" انداز ایسا تھا، جیسے کہہ رہی ہو، اپنا راستہ لو۔

تھامس نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ وہ خلاؤں میں گھور رہا تھا۔ "جی؟ آپ نے مجھ سے کچھ فرمایا؟"

لڑکی نے کڑی نظروں سے اُسے دیکھا اور پھر کتاب پر جھک گئی۔

تھامس مطمئن تھا۔ اس نے لڑکی کو نظر انداز ہونے کا احساس دلا دیا تھا۔

بیس منٹ بعد لڑکی نے اپنا رین کوٹ اٹھایا اور ہال سے نکل گئی۔ تھامس بے بسی سے اپنی بکھری ہوئی کتابوں کو دیکھتا اور سوچتا رہا کہ لڑکی کے پیچھے جائے یا نہیں۔ پھر اسے احساس ہوا کہ لڑکی ذرا سی دیر کے لیے باہر نکلی ہے لڑکی کی کتابیں بھی بکھری ہوئی تھیں۔ تھامس نے چند لمحے انتظار کیا اور پھر اپنی کتابیں بکھری چھوڑ کر لڑکی کے پیچھے چل دیا۔

اب وہ کچھ فاصلے سے لڑکی کا تعاقب کر رہا تھا۔ لڑکی لائبریری سے نکلی۔ اس نے رین کوٹ اپنے کندھے پر ڈالا۔ پرس کھول کر سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور ایک سگریٹ سلگالی۔ پھر اس نے پلٹ کر دیکھا تو اسے تھامس نظر آیا جو اس کے پیچھے آ رہا تھا۔

وہ بہت دشوار لمحہ تھا۔ تھامس یک لخت رک بھی نہیں سکتا تھا۔ اس طرح اس کی بے نیازی کا بھرم ٹوٹتا۔ اب وہ چھپ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ لڑکی اُسے دیکھ چکی تھی۔ مجبوراً وہ آگے بڑھتا رہا۔ اب اصولاً اسے بھی سگریٹ پینا چاہیے تھی۔ واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس نے لڑکی کی برہم آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "ماچس پلیز۔"

لڑکی نے ہچکچاتے ہوئے ماچس اس کی طرف بڑھائی۔ تھامس اپنی حماقت پر دل ہی دل میں خود کو کوس رہا تھا۔ اسے پہلے سگریٹ طلب کرنا چاہیے تھی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ اس نے تن دہی سے اپنی جیبیں ٹٹولیں اور کسی فلمی ہیرو کی طرح مسکراتے ہوئے کہا "مجھے ایک سگریٹ بھی چاہیے۔" لڑکی پھر ہچکچائی۔ بہر حال اس نے سگریٹ بھی دے دی۔ تھامس نے سگریٹ سلگائی۔ "آپ سوچ رہی ہوں گی کہ اب میں آپ سے اپنی طرف سے یہ سگریٹ پینے کی مودبانہ گزارش بھی کروں گا۔" اس نے پر مزاح لہجے میں کہا۔

لڑکی نے منہ پھیر لیا۔ تھامس اس کے چہرے کے ایک رُخ کو پر اشتیاق نگاہوں سے

تکتا رہا۔ کچھ دیر خاموشی رہی پھر لڑکی نے اسے حیران کر دیا۔ ''تمہیں تو کش لگانا بھی نہیں آتا۔''

''دو...... دراصل ٹریننگ کی وجہ سے میں دھواں اندر نہیں اتارنا چاہتا۔'' تھامس نے جلدی سے صفائی پیش کی۔ لڑکی نے ٹریننگ کے سلسلے میں کوئی استفسار نہیں کیا۔ تاہم تھامس نے وضاحت ضروری سمجھی۔ ''میں میراتھن مین ہوں۔'' لڑکی نے اب بھی کوئی دلچسپی نہیں لی۔ تھامس کو شکست کا احساس ہونے لگا۔ اس نے سگریٹ کی ہلاک خیزی پر لیکچر شروع کر دیا۔ اس نے بتایا کہ عورتوں کی بہ نسبت مردوں کے لیے سگریٹ چھوڑنا آسان ہوتا ہے۔ عورتیں سگریٹ کی بری طرح عادی ہو جاتی ہیں۔ پھر اسے احساس ہوا کہ وہ صنف نازک کے سامنے صنفِ نازک کی تحقیر کر رہا ہے۔ وہ گڑبڑا کر خاموش ہو گیا۔

لڑکی اُس کی طرف پلٹی۔ ''تم میرا پیچھا کیوں کر رہے ہو؟'' اُس نے پوچھا۔

تھامس نے سگریٹ نیچے گرا کر اسے جوتے سے مسل ڈالا۔ وہ کھانسی سے بچنے کے لیے جدوجہد کر رہا تھا۔ دھوئیں کا پھندا بہت ظالم ہوتا ہے۔ چند لمحے بعد اس نے خود کو سنبھال کر کہا۔ ''پیچھا کر رہا ہوں آپ کا! طبیعت تو ٹھیک ہے آپ کی؟ آپ خود کو جیکولین اوناسس سمجھتی ہیں کیا؟ میں آپ کا پیچھا کیوں کروں گا۔ آپ خود میری میز پر آئی تھیں۔ آپ کی آمد سے پہلے میں اچھا خاصا پڑھ رہا تھا۔ اس اعتبار سے اگر یہ درست ہے کہ کوئی کسی کا پیچھا کر رہا ہے تو وہ آپ ہیں، جو میرا پیچھا کر رہی ہیں۔ دراصل میری ناک کی بناوٹ کچھ ایسی ہے کہ لڑکیاں میرا پیچھا کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے لیکن میں کبھی ان پر الزام نہیں لگاتا، میں بہت مہربان اور نرم خو آدمی ہوں۔ بالخصوص اپنا پیچھا کرنے والی لڑکیوں کے ساتھ میرا یہی رویہ ہوتا ......'' وہ مزید تقریر کرتا مگر تقریر جاری رکھنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اس کی مخاطب۔ نے اپنا سگریٹ سینڈل سے مسلا اور چل دی۔ تھامس چیخ کر اُسے بتانا چاہتا تھا کہ ہاں، میں تمہارا پیچھا کر رہا ہوں۔ کیونکہ تم مجھے اچھی لگتی ہو۔ میں میراتھن مین ہوں، لیکن نہیں ہوں۔ البتہ میں ایک کامیڈین ہوں، جو تمہیں خوب ہنسا سکتا ہے لیکن وہ یہ بات کہتا کس سے؟ لڑکی جا چکی تھی۔

اس روز تھامس نے پتا چلا لیا کہ لڑکی کہاں رہتی ہے۔ پچاس منٹ بعد وہ یونیورسٹی کیمپس کے رومنگ ہاؤس میں اس کے متعلق تفتیش کر رہا تھا۔ بالآخر انٹرکام پر لڑکی کی آواز سنائی دی۔ ''کون ہے بھئی؟''

لڑکی، جس کا نام ایلسا اوپل تھا، لب ولہجے سے سوئس معلوم ہوتی تھی۔ ''میں تھامس ہیننگٹن لیوی ہوں...... میراتھن مین۔''

''اوہ کیا تمھیں ایک اور سگریٹ درکار ہے؟''

تھامس ہنس دیا۔ ''نہیں آپ ایک کتاب بھول آئی تھی۔ میں وہ لوٹانے آیا ہوں۔''

''بڑی مہربانی آپ کی۔'' لڑکی نے کتاب لے کر شکریہ ادا کیا اور بولی۔ ''گڈ نائٹ۔''

''گڈ نائٹ؟'' تھامس نے حیرت سے کہا۔ ''آپ کی کتاب پر آپ کا نام اور پتا موجود تھا مس اوپل۔'' لیکن اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کتاب اس نے دانستہ چھپالی تھی۔ تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے۔

''مجھے اس سلسلے میں تجسس نہیں تھا۔ گڈ نائٹ۔''

''گڈ نائٹ۔'' تھامس نے دُہرایا۔

''تم گڈ نائٹ کہنے کے باوجود رخصت نہیں ہوتے!'' لڑکی کے لہجے میں حیرت تھی۔

''دراصل راستے میں میرا پیر مڑ گیا تھا۔''

''لیکن جب تم آئے تو لنگڑا تو نہیں رہے تھے؟''

یہ اور مصیبت! تھامس کا تجربہ تھا کہ جھوٹ اسے راس نہیں آتا۔ تاہم اب پیچھے نہیں ہٹا جاسکتا تھا۔ ''میراتھن مین چوٹوں سے نہیں گھبراتے۔'' اس نے اکڑ کر کہا۔

''تم لائبریری میں آنے والی ہر لڑکی کا پیچھا کرتے ہو؟'' ایلسا نے پوچھا۔ ''یہ کوئی نفسیاتی گرہ تو نہیں؟''

تھامس نے نفی میں سر ہلایا، پھر اثبات میں پھر کندھے جھٹکے اور دوبارہ اثبات میں سر ہلایا۔ ''پتا نہیں کیوں...... بس آپ مجھے اچھی لگی ہیں۔''

''خواتین سے بات کرتے ہوئے تم ہمیشہ ایسے ہی الو بن جاتے ہو؟''

''جی ہاں۔ یہ معاملات مجھے عام معاملات سے بلند تر لگتے ہیں۔''

''ویسے میرا خیال ہے کہ تم اچھے آدمی ہو لیکن تمھاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں نرس ہوں اور فی الوقت میرے پاس فرصت نہیں ہے۔''

''لیکن میں آپ کو خوشیاں دے سکتا ہوں۔'' تھامس نے کہا۔ ایلسا اوپل سنائے

میں آ گئی۔ ''میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' تھامس نے مزید کہا۔ ''میں اسمارٹ آدمی ہوں۔ آپ کی خاطر نرسنگ بھی سیکھ لوں گا۔ پھر ہم دواؤں کے متعلق گفتگو...... '' لڑکی اپنی ہنسی نہ روک سکی۔ تھامس نے پرامید لہجے میں کہا۔ '' آپ مجھ سے آئندہ بھی ملیں گی نا؟ ملتی رہیں گی نا؟''

''لوگوں سے اس طرح بھیک مانگنا اچھی بات نہیں......''

''میں بھیک ویک نہیں مانگ رہا ہوں۔ مجھے کیا ضرورت ہے بھیک مانگنے کی۔ میرا تعلیمی ریکارڈ بہت اچھا ہے۔ میں سگریٹ پینے والی نرسوں سے بھیک مانگوں گا۔ اُونہہ! آپ التجا اور بھیک مانگنے کے فرق کو نہیں سمجھتیں تو مجھ جیسے ذہین آدمی کے ساتھ نہیں چل سکیں گی اور......''

''اگر میں تم سے ملتے رہنے کا وعدہ کر لوں تو تم اپنی تقریر روک دو گے؟'' ایلسا نے پوچھا۔ تھامس نے احساسِ فتح سے سرشار ہو کر سر کو اثباتی جنبش دی۔ ''ٹھیک ہے۔ میں تم سے ملوں گی۔'' ایلسا نے بڑی اداسی سے ہاتھ بڑھایا اور اپنی انگلیوں سے تھامس کے رخسار کو چھوا۔ '' لیکن اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔ کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔''

''آپ اتنے یقین سے نہ کہیں یہ بات۔'' تھامس نے اُسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ اُداس ہو کر وہ اور حسین لگ رہی تھی۔

''نہیں تھامس! میں یہ بات یقین سے کہہ سکتی ہوں۔'' ایلسا نے نرم لہجے میں کہا۔ '' البتہ یہ دعا کرنی چاہیے کہ دکھ اور پچھتاوے کم سے کم ہوں......''

❁......❁......❁

تھامس کے جانے کے بعد ایلسا اوپل نے سگریٹ سلگائی، گہرے گہرے کش لیے، پھر سگریٹ سے سگریٹ سلگائی اور ریسیور اٹھا کر ارہارڈ کا نمبر ملایا۔ ''وہ تو بہت پیارا آدمی ہے۔'' اس کے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ''بہت شرمیلا...... بہت مہربان۔'' ایک لمحے وہ سنتی رہی، پھر بولی۔ ''مجھے افسوس ہے کہ تم نے میری آواز میں ڈپریشن محسوس کیا۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ بس میں تھک گئی ہوں۔'' پھر ایک لمحے کا توقف...... ''ہاں...... میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ میں اُسے پرکشش لگی ہوں۔'' دوسری طرف سے کچھ کہا گیا پھر ایلسا نے پوچھا۔ ''میرے پاس کتنی مہلت ہے؟'' اس بار وقفہ طویل تھا۔ پھر ایلسا بولی۔ ''میں پوری کوشش کروں گی۔'' اس نے آنکھیں

موندلیں۔"امید ہے...... ایک ہفتے کے اندر اندر وہ پوری طرح میری محبت میں گرفتار ہوگا۔"

٭٭٭

تھامس بیب، ٹائپ مشین کے سامنے سے اٹھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ وہ خط کا مضمون سوچ رہا تھا...... ڈوک، یہ میں ہوں، بہتر ہے، تم سنبھل کر بیٹھ جاؤ کیونکہ یہ معاملہ بہت زیادہ اہم ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بات کہاں سے شروع کروں۔ اس سے ملے صرف ایک ہفتہ ہوا ہے۔ میں ہر روز اس سے ملتا ہوں اور ہر روز وہ پہلے سے زیادہ اچھی لگتی ہے لیکن پہلے خامیوں کا تذکرہ ہو جائے۔ میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس کا نام ایلسا اوپل ہے۔ وہ میری ہم عمر ہے، سوئس ہے، نرس ہے، اب خوبیاں وہ بے حد حسین ہے، میں زندگی بھر حسن کے قربت کو ترستا رہا ہوں۔ تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اس کی قربت میں مجھے کتنی خوشی ہوتی ہے۔ ڈوک! تم یہاں آجاؤ نا۔ میں تمہیں اس سے ملوانا چاہتا ہوں۔ نیویارک تمہارے لیے کچھ زیادہ دور بھی نہیں۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ اسے دیکھو گے تو تمہیں چکر آجائیں گے۔ وہ اتنی ہی حسین ہے۔

اور ہاں...... ایک بات تو میں نے تمہیں بتائی ہی نہیں۔ میری محبت یک طرفہ نہیں، وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔ سچ مچ کی محبت۔ اتنی مدت تک بھٹکنے کے بعد، محرومیوں کے بعد، مجھے محبت مل گئی ہے۔ سمجھے ڈوک۔ تمہارا بیب۔

٭٭٭

اسکائیلا کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بستر پر لیٹا پلکیں جھپکاتا رہا۔ خواب میں بھی اس کی رفتار بے حد ست تھی اور یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ اس سے پہلے خواب میں بھی کبھی اس نے ست رفتاری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ سب سے بری بات یہ کہ خواب میں اُسے شکست دینے والا کوئی اور نہیں، مینگل تھا...... ڈاکٹر مینگل، جسے موت کے فرشتے کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

مقابلہ مینگل کی لیبارٹری میں ہوا تھا۔ ساڑھے پانچ فٹ کا ڈاکٹر مینگل، اسکائیلا کے سامنے بچہ لگ رہا تھا۔ سب سے بڑی بات یہ کہ دروازہ کھلا ہوا تھا اور اسکائیلا ایک جست میں باہر نکل سکتا تھا۔

درحقیقت اسکائیلا اس لیبارٹری میں کبھی نہیں گیا تھا۔ وہ ڈاکٹر مینگل سے بھی کبھی نہیں

ملا تھا لیکن خواب میں تو سبھی کچھ ممکن ہوتا ہے۔ ان ہونی بھی ہو جاتی ہے۔

''میں بہت پریشان ہوں۔'' ڈاکٹر نے کہا تھا۔ ''میں بچے پر جو تجربہ کرنا چاہتا ہوں، وہ کامیاب نہیں ہو رہا ہے۔ مجھے تمہاری جلد درکار ہے۔ اسی رنگت کی جلد چاہیے مجھے۔''

اسکائیلا نے کندھے جھٹک دیے۔ ''کوئی خاص بات نہیں۔ جلد کا ایک ٹکڑا لے لو مجھ سے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''نہیں، نہیں۔ ٹکڑے سے کام نہیں چلے گا۔ میں تمہاری کھال اتارنا چاہتا ہوں۔''

''یہ تو ممکن نہیں ہے۔'' اسکائیلا نے کہا اور کھلے دروازے کی طرف بڑھا، جس کے اس طرف آزادی تھی۔

''سنو! اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔ تمہیں جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ دنیا تمہیں آر پار دیکھ سکے گی۔ تم جھوٹ بولنے کے عذاب سے بچ جاؤ گے۔ تمہارا سچ بولنے کو دل چاہتا ہوگا۔''

''چاہتا ہے لیکن اس کے لیے اپنی کھال نہیں اُتروا سکتا۔''

''جذباتی باتیں مت کرو۔ ہم لوگوں پر جذباتیت نہیں جچتی۔'' ڈاکٹر، اسکائیلا کی طرف بڑھا۔ اسکائیلا دروازے کی طرف جھپٹا۔ لیکن وہ اپنی روایتی سرعت اور برق رفتاری کا مظاہرہ نہیں کر سکا۔ مینگل اس سے پہلے دروازے تک پہنچا اور اس نے دروازہ بند کر کے مقفل کر دیا۔

اسکائیلا پیچھے ہٹ گیا۔ اب مینگل اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسکائیلا، جو سمندری چٹان تھا، جس کے دونوں ہاتھ مہلک تھے، پیچھے ہٹ رہا تھا۔ پھر پیچھے ہٹنے کی جگہ بھی نہیں رہی۔

''تم مجھ سے خوف زدہ کیوں ہو؟'' ڈاکٹر نے استعجابیہ لہجے میں پوچھا۔

''میں کیوں خوف زدہ ہوتا۔ خوف تو میرے سسٹم میں ہے ہی نہیں۔'' اسکائیلا نے کہا۔ پھر ڈاکٹر کے بڑھتے ہوئے ہاتھ پر نظریں جما کر بولا۔ ''مجھے طاقت استعمال کرنے پر مجبور مت کرو۔''

''ایسی باتیں نہ کرو۔'' ڈاکٹر نے کہا اور اسکائیلا کا ہاتھ پکڑ کر اسے ٹیبل کی طرف لے آیا۔ ''یہاں لیٹ جاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں، تمہیں تکلیف نہیں ہوگی، ذرا بھی نہیں۔ بس پیشانی اور

گدی کی طرف ہلکا سا چیرا لگاؤں گا اور کھال کھینچ لوں گا۔ تمہیں پتا بھی نہیں چلے گا۔" ڈاکٹر نے چیرا لگایا۔ "دیکھا...... خون بھی نہیں نکلا۔ اب میں تمہیں آئینہ دکھاتا ہوں۔ دیکھو، تمہاری نسیں کتنی خوبصورت ہیں۔ تم بغیر کھال کے بھی کتنے اچھے لگ رہے ہو۔" اسکائیلا نے شدت سے نفی میں سر ہلایا لیکن ڈاکٹر نے آئینہ اسے تھما دیا۔ اسکائیلا نے آئینہ دیکھا اور چیختے ہوئے بیدار ہوا۔

دیر تک وہ بستر پر لیٹا سوچتا رہا۔ وہ خواب اس کی خراب ذہنی کیفیت کا غماز تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ذہن کے تاریک گوشوں کی تاریکی اور بڑھ گئی ہے۔ وہ بستر سے اُٹھا اسے اپنا جسم نرم اور پلپلا محسوس ہو رہا تھا۔ حالانکہ وہ اسکائیلا تھا...... سمندری چٹان۔

اس نے اسکاچ کی بوتل اٹھائی اور حیران رہ گیا۔ بوتل خالی تھی۔ تو کیا سونے سے پہلے وہ پوری بوتل پی گیا تھا۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا۔ صبح کے ساڑھے پانچ بجے تھے۔ امریکا میں اس وقت آدھی رات ہوگی۔ جینی سو چکا ہوگا۔

اس نے کپڑے بدلے، جیب میں احتیاطاً پبلک فون میں استعمال ہونے والے متعدد ٹوکن ڈالے اور ہوٹل سے نکل آیا۔ ہوٹل سے فون کرنا بھی احتیاط کے خلاف تھا۔ چیمپس کے علاقے میں اُسے ایک بوتھ نظر آیا۔ اس نے بوتھ میں داخل ہو کر ٹوکن ڈالا اور جینی کا نمبر ملایا۔ کچھ دیر بعد جینی کی نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی۔ "کون ہے بھئی؟"

اسکائیلا نے کوڈ میں گفتگو شروع کی۔ اگر چہ یہ اسے گراں گزر رہا تھا۔ مگر احتیاط ضروری تھی۔ "تم ٹھیک ٹھاک ہونا؟"

"جزوی طور پر۔"

یہ جزوی طور پر خطرناک تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ کچھ ایسی اہم باتیں ہیں، جن کا اسکائیلا کے علم میں آنا ضروری ہے۔

"اس طرح جگائے جانے پر ناراض نہیں ہو؟"

"نہیں۔ فون کی گھنٹی بجے تو ریسیور اٹھانا ہی پڑتا ہے۔" رابطہ منقطع ہوگیا۔ اب اسکائیلا کو دس منٹ انتظار کرنا تھا۔ اس نے کوڈ ورڈز میں جینی کو ہدایت کی تھی کہ وہ گراج کے تہ خانے والے فون پر پہنچے۔ وہاں تک پہنچنے میں آٹھ منٹ یقیناً لگتے۔ دو منٹ کا انتظار احتیاط کے نکتہ نظر سے ضروری تھا۔

دس منٹ بعد اس نے گیراج کے تہ خانے کا نمبر ملایا۔ان دس منٹ کے دوران وہ سوچتا رہا۔وہ ڈویژن کے وبال سے جان چھڑا کر پرسکون زندگی گزارنا چاہتا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ ڈویژن والوں کی مرضی کے خلاف اسے ریٹائرمنٹ بھی نہیں مل سکتی تاہم اس کا خیال تھا کہ دولت مند ہونے کی صورت میں وہ رشوت کے بل پر اپنا کام نکال سکتا ہے۔

''تم کہاں سے بول رہے ہو؟'' دوسری طرف سے جینی کی آواز سنائی دی۔ وہ پریشان معلوم ہو رہا تھا۔

''پیرس کے فون بوتھ سے۔'' اسکائیلا نے کہا۔''ایک ڈراؤنے خواب نے مجھے جگا دیا تھا۔اب ذرا جزوی ٹھیک ٹھاک کی وضاحت کرو۔''

''کیسپر زیل مر چکا ہے؟''

چند لمحے اسکائیلا گنگ ہو کر رہ گیا۔ پھر اس نے پوچھا۔''کب؟ کیسے؟''

''دو ہفتے پہلے، مین ہٹن میں ایک حادثے میں۔وہ کسی کار سے ریس لگا رہا تھا۔ایک آئل ٹرک سے ٹکر ہوئی۔اس کی لاش کی شناخت بھی مشکل سے ہوئی۔اسی لیے ہمیں دیر میں پتا چلا۔ وہ کرٹ ہیس کی حیثیت سے مرا ہے۔بہرحال تم تو یہ سن کر خاصے پریشان ہو گئے ہو گے؟''

''ظاہر ہے اس کی موت کے نتیجے میں شاید بڑی بڑی تبدیلیاں آئیں۔'' اسکائیلا نے کہا۔اسے احساس ہو رہا تھا کہ پہلے ہی کچھ تبدیلیاں رونما ہو چکی ہیں۔وہ ان کی نوعیت کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔چن والے معاملے سے کیسپر زیل عرف کوٹ ہیس کی موت کا کچھ نہ کچھ تعلق تھا۔ چن فری لانسر تھا اور معقول معاوضے پر کسی کے لیے بھی کام کر سکتا تھا۔پھر رابرٹ نے بتایا تھا، جنوبی امریکا سے اسے فون پر بتایا گیا تھا کہ اب بیچ کا آدمی کوئی اور ہوگا۔ اسکائیلا فکر مند ہونے کے سوا کیا کر سکتا تھا۔

✿ ✿ ✿

تھامس اور ایلسا سینٹرل پارک کی جھیل کر سیر کر رہے تھے۔شام کا وقت تھا۔ہوا کچھ تیز ہو گئی تھی۔پانی متلاطم تھا۔تھامس نے ایلسا سے پوچھا کہ اسے سردی تو نہیں لگ رہی ہے؟ ایلسا نے نفی میں سر ہلا دیا لیکن تھامس کو اندازہ ہو گیا کیونکہ سوئٹر پہنے ہونے کے باوجود اسے ٹھنڈ لگ رہی تھی۔اس ٹھنڈ کی وجہ سے اس کے دانت کی تکلیف اور بڑھ گئی تھی۔موسم جب بھی سرد

ہوتا، یہ تکلیف بڑھ جاتی۔ تکلیف سامنے کے اوپر والے دانت میں تھی۔ تھامس نے زبان سے دانت کے خلاء کو بھرنے کی کوشش کی۔ تکلیف میں معمولی سی کمی ہوئی۔ اب واپسی ضروری تھی۔ وہ ایک گھنٹے سے جھیل کی سیر کر رہے تھے۔ تھامس کو وہ قربت ایک خوبصورت خواب کی طرح محسوس ہو رہی تھی اور وہ اس خواب کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔

پچھلے کچھ عرصے میں وہ تیزی سے ایک دوسرے کے قریب آئے تھے۔ تھامس کو اندازہ ہوگیا تھا کہ ایلسا کو اس کی فطرت کی نرمی بہت پسند ہے۔ ان کی قربت کا کیف بڑھتا گیا تھا۔

وہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے کشتی سے اُتر آئے۔ اُسی وقت گڑبڑ شروع ہوئی۔ عقبی جھاڑیوں سے سرسراہٹ اُبھری۔ اگلے ہی لمحے ایک شخص لنگڑاتا ہوا جھاڑیوں سے نکلا۔ اس نے ایلسا کے رخسار پر اُلٹے ہاتھ کا تھپڑ رسید کیا۔ ایلسا توازن برقرار نہ رکھ سکی، وہ گر گئی۔ تھامس وہ منظر ایسے دیکھ رہا تھا، جیسے تماشائی ہو۔ لنگڑے نے پھر ایلسا پر ہاتھ اٹھایا۔ اس بار تھامس ٹرانس سے باہر آ گیا۔ اس نے وحشیانہ انداز میں لنگڑے پر جھپٹنا چاہا مگر اسی وقت اس کے عقب میں جھاڑیاں سرسرائیں۔ تھامس نے پلٹ کر دیکھا، حملہ آور کا زبردست گھونسا اس کے منہ پر پڑا۔ تھامس لڑکھڑایا۔ اس کے ہونٹوں اور ناک سے خون بہنے لگا لیکن وہ گرا نہیں اُسے ایسا لگا کہ اس کی ناک کا بانسا ٹوٹ گیا ہے۔

لنگڑا، ایلسا کو جھاڑیوں کی طرف گھسیٹتے ہوئے اس کے ہاتھ سے پرس چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھامس، ایلسا سے چیخ کر کہنا چاہتا تھا، پرس چھوڑ دو، مگر اسی وقت دوسرے حملہ آور نے اس کے پیٹ میں ٹھوکر ماری۔ اس کی اوپر کی سانس اوپر رہ گئی۔ اس بار وہ گھٹنوں کے بل گرا......اور حملہ آور کے اگلے گھونسے نے اسے بالکل ہی لٹادیا...... چوڑے کندھوں والے حملہ آور نے اسے جھاڑیوں کی طرف گھسیٹنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے تھامس کی جیبیں ٹٹولیں۔ تھامس نے اپنا بٹوا بچانے کی کوشش کی حالانکہ اسے احساس تھا کہ یہ حماقت ہے۔ اس کی زبان پر خون کا نمکین ذائقہ تھا۔ اور چہرہ خون میں لتھڑا محسوس ہو رہا تھا۔ حماقت اسی کی تھی۔ اسے اندھیرا ہونے کے بعد پارک میں نہیں ٹھہرنا چاہیے تھا۔ اب وہ زمین پر بے بس پڑا اپنے بٹوے کو بچانے کی احمقانہ جدوجہد کر رہا تھا۔ حملہ آور کے لیے تھامس کی بیک پاکٹ سے بٹوا نکالنا مشکل تھا۔ اس نے تھامس کی پشت پر گھٹنے سے ضرب لگائی۔ مضروب ناک پر ایک اور گھونسا رسید کیا۔ اس بار

تھامس کی ناک سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ دوسری طرف اسے ایلسا کی چیخیں ہلائے دے رہی تھیں۔ کیا لنگڑا مردود ایلسا کے ساتھ......؟'' اس نے آگے اُس سے سوچا نہ گیا۔

وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ناک سے خون جاری تھا۔ پسلیاں چٹختی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ جو چاہتے، کر سکتے تھے۔ وہ انہیں روک نہیں سکتا تھا۔ وہ بے بس تھا۔

سوچنے کے دوران لفظ ''بے بسی'' نے اس پر زبردست اثر ڈالا۔ اس لفظ کی کاٹ خون میں شامل ہو کر جیسے اس کے دماغ تک پہنچ گئی۔ توہین کا احساس اتنا شدید تھا کہ اذیتوں کا احساس مٹ گیا۔ نہ جانے کہاں سے اس میں اتنی قوت آ گئی کہ اس نے چوڑے کندھوں والے حملہ آور کے پیٹ پر زبردست ٹھوکر رسید کر دی۔ حملہ آور کے منہ سے چیخ نکلی۔ تھامس اُٹھا۔ مگر اس کی ٹھوکر میں اتنا زور نہیں تھا کہ مقابل کو ڈھیر کر دیتی۔ تھامس لنگڑے کی طرف پہلا قدم بڑھا ہی رہا تھا کہ چوڑے کندھوں والا سنبھل گیا اور سنبھلتے ہی اس نے تھامس کے چہرے پر گھونسوں کی بارش کر دی۔ تھامس نیم جاں سا ہو کر ڈھے گیا۔

اب وہ دونوں اس کے سر پر کھڑے تھے۔ لنگڑے کے ہاتھوں میں ایلسا کا پرس تھا اور چوڑے کندھوں والے کے ہاتھوں میں اس کا بٹوا۔ ''تمہارے نام اور پتے ہمارے پاس موجود ہیں۔'' لنگڑے نے ایلسیا کا پرس تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''اگر تم نے پولیس میں رپورٹ کی تو ہمیں پتا چل جائے گا اور پھر ہم تمہیں چھوڑیں گے نہیں۔''

ایلسا روئے جا رہی تھی۔ تھامس بے سدھ پڑا تھا۔ اُسے پتا بھی نہیں چلا کہ لٹیرے کب چلے گئے۔ بالآخر وہ رینگتا ہو ایلسا تک پہنچا۔ ''ایلسا......! کیا اس نے......اس نے......؟''

ایلسا اس کی بات سمجھ گئی۔ اس نے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ ان کے تعلق میں سب سے بڑا حسن یہی تھا۔ وہ بغیر کچھ کہے ایک دوسرے کی بات سمجھ سکتے تھے۔ ''بس......اس نے میرا پرس چھینا اور...... میں بالکل ٹھیک ہوں۔'' ایلسا نے کہا۔

تھامس نے اسے خود سے قریب کر لیا۔ ''ہم دونوں ہی ٹھیک ٹھاک ہیں۔'' اس نے کہا۔ اسے احساس بھی نہیں تھا کہ اس کا خون ایلسا کا لباس خراب کر رہا ہے۔

❁ ❁ ❁

ڈوک، مجھے یقین ہے کہ میں یہ خط تمہیں نہیں بھیجوں گا۔ اس خیال سے میں زیادہ

کھل کر لکھ سکتا ہوں۔ کم از کم دل کا غبار تو نکل ہی جائے گا لیکن یہ خط تم تک پہنچ جائے تو یہ بات ذہن میں رکھنا کہ میں اس لمحے اپنے آپے میں نہیں ہوں۔ ڈوک، مجھے لوٹا گیا ہے، مجھے بری طرح مارا گیا۔ مجھے اس کا ملال ہے مگر بہت زیادہ نہیں۔ اس لیے کہ قصور میرا ہی تھا۔ مجھے شام ڈھلنے سے پہلے ہی پارک سے نکل آنا چاہیے تھا۔

لیکن ڈوک مسئلہ یہ ہے کہ میں تنہا نہیں تھا۔ میرے ساتھ ایلسا بھی تھی۔ یہ دن بھی کچھ خوب صورت تھا اور پھر ایلسا کی قربت۔ تم تصور نہیں کر سکتے کہ میں اس وقت کتنا خوش تھا۔ وہاں سے ہٹنے کو جی ہی نہیں چاہتا تھا۔ میرے لیے تو جیسے وقت ٹھہر گیا تھا۔ ایلسا بھی بہت خوش تھی۔ اچانک عقبی جھاڑیوں سے ایک شخص لنگڑاتا ہوا نکلا۔ اس نے ایلسا کے منہ پر تھپڑ مارا اور اسے جھاڑیوں کی طرف گھسیٹنے لگا۔ میں نے سوچا، میں اس شخص کو جان سے مار دوں گا۔ میری ایلسا کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

لیکن میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ کچھ بھی تو نہیں کر سکا۔ عقب سے ایک چوڑے کندھوں والا نمودار ہوا۔ میں قسمیہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ پروفیشنل لڑاکا تھا۔ اس نے محض چند لمحوں میں مجھے ناکارہ کر کے رکھ دیا۔ ہاتھ پیر ہلانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ میں زندگی میں کبھی اس بری طرح نہیں پٹا۔ میں سوچتا اور لرزتا رہا کہ لنگڑا شخص ایلسا کے ساتھ نہ جانے کیا کچھ کر رہا ہوگا۔ واحد موقع تھا زندگی میں، جب میں شدت سے خود کو ہیرو ثابت کرنا چاہتا تھا لیکن میرا چہرہ خون میں لتھڑ چکا تھا۔ جسم میں جان نہیں رہی تھی۔ بلکہ اذیت کے سوا کچھ بھی نہیں رہا تھا۔ ڈوک، میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں اس شخص کو ہلاک کر دینا چاہتا تھا۔ کاش، اس وقت میرے ہاتھ میں چاقو ہی ہوتا۔

ڈوک، تم جانتے ہو، میں انصاف پسند ہوں۔ میں تاریخ کا طالب علم ہوں اور مورخ بننا چاہتا ہوں۔ مجھے تو صدر نکسن کی وہ تکلیف بھی گوارا نہیں تھی، جس کے وہ سزاوار تھے لیکن اس لمحے میں ایک شخص کو قتل کرنے کی شدید ترین خواہش کا اسیر تھا۔ بس میری بے بسی آڑے آ رہی تھی۔ مجھے اپنی اس خواہش سے خوف بھی آ رہا تھا۔

پانچ منٹ بعد میں سنبھلا۔ میں نے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے۔ میرا چہرہ زخم زخم تھا۔ ٹھنڈے پانی نے آگ لگا دی مگر مجھے انتقام کے سوا کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔ انتقام، تاکہ میں یہ اعتماد حاصل کر سکوں کہ آئندہ کوئی کبھی مجھے اس طرح بے بس نہیں کر سکے گا۔ تاکہ

میں اپنی محبوبہ کی نگاہوں میں سرخ رو ہو سکوں۔وہ تمام وقت سوچتی رہی ہوگی۔یہ کیسا مرد ہے، جو مجھے تحفظ بھی فراہم نہیں کرسکتا۔ میں ہر وہ داؤ کھا سکتا ہوں جو کتنی ہی نقصان دہ ہو مگر مجھے قوی بنا سکے۔ تا کہ میں ان دونوں لیٹروں کے گلے گھونٹ سکوں۔انہیں اپنے ہاتھوں ٹھکانے لگا سکوں۔

ڈوک، پڑوس میں لفنگے لڑکوں کا ایک گروہ ہے۔وہ مجھے بزدل سمجھتے ہیں۔ہمیشہ مجھ پر آوازے کستے ہیں۔ میں نے کبھی ان کی پروا نہیں کی۔ آج رات میں گھر واپس آتے ہوئے ان کے قریب سے گزرا تو میرا خیال تھا، وہ میرے متورم خون آلود چہرے کی وجہ سے میرا احترام کریں گے لیکن پتا ہے، ہوا کیا؟ اُن میں سے ایک نے کہا۔''یہ حشر یا تو کسی بالشتیے نے کیا ہے یا کسی لڑکی نے۔''اس کے تمام ساتھی ہنس دیے۔جانتے ہو، وجہ کیا ہے اس کی؟ وہ لوگ اپنی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ جو کچھ میرے ساتھ ہوا، وہ اپنے ساتھ کبھی نہ ہونے دیتے۔وہ تو لنگڑے بدمعاش اور چوڑے کندھوں والے لٹیرے کے ٹکڑے اُڑا دیتے۔ میں ہمیشہ اس پر اتراتا رہا کہ میں ذہانت میں اُن سے میلوں آگے ہوں۔اب سوچتا ہوں، میری ذہانت نے مجھے کیا دیا؟

میں یہ خط پوسٹ کرنا چاہتا ہوں اور شاید کر بھی دوں گا۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ڈیڈی یہ سب کچھ سنتے تو جواب میں کیا کہتے؟ میرا خیال ہے، وہ کہتے...... بیٹے! یہ تجربہ تمہارے لیے فائدہ مند ہے، بشرطیکہ تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہو۔ ہر اذیت ناک تجربے کا ایک مثبت پہلو ہوتا ہے۔ایک سچا اور اچھا مورخ ہمیشہ جستجو میں لگا رہتا ہے۔ہر تجربہ اس کے لیے منفعت بخش ہوتا ہے؟

میں تم سے پوچھتا ہوں مجھے بتاؤ ڈوک، بزدلی اور نامردی کا کیا فائدہ ہے؟ تمہارا بیب۔

❁ ❁ ❁

تھامس نے اتوار کی شام خط پوسٹ کیا۔اس کے چہرے کی سوجن بڑی حد تک کم ہو چکی تھی۔چہرے کے گھاؤ بھر رہے تھے لیکن نشانات باقی تھے۔وہ ٹوپی چہرے پر جھکائے رکھتا۔اس نے کمرے سے نکلنا چھوڑ دیا تھا۔خط پوسٹ کر کے وہ گھر کی طرف بھاگا۔وہ اپنا چہرہ کسی کو دکھانا نہیں چاہتا تھا۔

پیر کو اسے ایک سیمینار میں جانا تھا مگر وہ نہیں گیا۔وہ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتا رہا۔اس کی شیو بڑھی ہوئی تھی۔ زخموں کے نشانات اس کی اعصاب زدگی میں اضافہ کر رہے تھے۔اس نے ایلسا کو کئی بار فون کیا تھا۔ایلسا نے بھی اُسے فون کیا تھا۔وہ اس سے ملنے کے لیے آنا چاہتی

تھی۔ اس نے یاد دلایا کہ وہ ایک نرس ہے اور اس کے زخموں کی بہتر دیکھ بھال کر سکتی ہے لیکن تھامس اسے بھی اپنا بگڑا ہوا چہرہ دکھانے کو تیار نہیں تھا۔ اس نے کئی بار پڑھائی کی طرف توجہ دینے کی کوشش بھی کی لیکن پڑھائی میں جی نہیں لگا۔

پیر کی رات تک اس کا چہرہ معمول پر آ گیا۔ ایسی کوئی بات نہ رہی کہ کوئی پلٹ کر اُسے دیکھے۔ چرکوں کے نشان تو اب بھی تھے۔ مگر نکور کی وجہ سے سوجن پوری طرح اُتر گئی تھی۔ کمر کی تکلیف باقی تھی، جہاں لٹیرے نے اپنے گھٹنے سے ضربیں لگائی تھیں لیکن وہ تکلیف بہرحال ناقابل برداشت نہیں تھی۔

منگل کی صبح ایلسا نے دروازہ پیٹ پیٹ کر اسے جگایا وہ ہسٹریائی کیفیت میں مبتلا تھی۔ ”تم نے انہیں بتا دیا۔ میں نے...... میں نے تو نہیں بتایا......“

تھامس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ ایلسا نے کچھ توقف کے بعد کہا۔ ”انہوں نے کہا تھا کہ ان کے پاس ہمارے نام اور پتے ہیں۔ پھر تم نے ان سے وعدہ خلافی کیوں کی......؟“

”کیسی وعدہ خلافی؟ کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے کسی کو کچھ نہیں بتایا۔ خدا کی قسم......۔“

”تو پھر وہ میرے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں؟ آج میں گھر سے نکلی تو لنگڑا میرے پیچھے لگا رہا سائے کی طرح۔ اس کا مطلب ہے، تم نے پولیس میں رپورٹ......“

تھامس نے اسے سنبھالنے...... سمجھانے کی کوشش کی۔ ”میں نے تو اب تک کسی کو اپنی شکل بھی نہیں دکھائی۔ میں اب تک گھر سے نکلا بھی نہیں ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”اور جہاں تک تعاقب کا سوال ہے، تمہیں دھوکا ہوا ہوگا۔ اس شہر میں ہزاروں افراد لنگڑا کر چلتے ہیں۔ تمہیں نہیں معلوم، لنگڑوں کی ایک ایسوسی ایشن ہے، اس کا کنونشن بہت بڑے ہال میں ہوا پھر بھی ہال چھوٹا پڑ گیا ہے۔“

جیسے تیسے تھامس نے اُسے بہلا ہی لیا۔ یہ اُن کے تعلقات کا ایک اور غیر معمولی پہلو تھا۔ تھامس کی شگفتگی ایلسا کی پژمردگی کے لیے بے حد مؤثر ثابت ہوتی تھی۔ اس بار بھی تھامس نے ایلسا کو باور کرا ہی دیا کہ اسے دھوکا ہوا ہوگا۔ پھر وہ ایلسا کو کھانا کھلانے لے گیا۔ واپس آتے ہی وہ بستر پر گرا اور سو گیا لیکن پھر اچانک اس کی آنکھ کھل گئی۔ کمرے میں کوئی اور بھی موجود تھا۔

گویا ایلسا نے جو کچھ دیکھا، وہ اس کا وہم نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ خوف اس پر قابض ہوتا اُس نے سرد لہجے میں کہا۔ "میرے پاس ریوالور ہے اور میں اسے چلانا بھی جانتا ہوں۔ ذرا حرکت کی تو پچھتا بھی نہیں سکو گے۔"

کمرے کے نیم تاریک گوشے سے اس پسندیدہ آواز ابھری۔ "نہیں بیب، پلیز ...... مجھے قتل نہ کرنا۔"

تھامس بستر سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "اوہ ڈوک ...... تم آ گئے، مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔"

"لفظوں سے کھیلنا تمہیں خوب آتا ہے۔ تم خوش کم ہوتے ہو، بیان زیادہ کرتے ہو۔" ڈوک نے لائٹ آن کر۔ پھر چونک کر بولا۔ "یہ اپنے چہرے کا کیا حشر کر لیا تم نے؟"

تھامس نے کندھے جھٹک دیے۔ "یہ کوئی خاص بات نہیں۔ میں اس سلسلے میں بات کرنا نہیں چاہتا۔ اتوار کو یہ واقعہ ہوا تھا، آج منگل ہے۔ میں نے تمہیں خط لکھ دیا تھا، واپس جا کر تفصیل پڑھ لینا۔" تھامس نے ڈوک کو بغور دیکھا۔ وہ کسی ایسی مرغی کی طرح نظر آ رہا تھا جو اپنے چوزے کی طرف سے فکر مند ہو۔ "بلکہ مجھ پر مہربانی کرنا ڈوک۔ وہ خط پڑھے بغیر ہی پھاڑ دینا۔ میں نے اسے پوسٹ کر کے حماقت کی تھی۔"

ڈوک انگلی پر کی چین گھماتا رہا۔ اس گچھے میں تھامس کے اپارٹمنٹ کی چابی تھی۔ بالآخر اس نے کہا۔ "وہ خط میں جلا دوں گا۔ ویسے تم نے بڑا زوردار خط لکھا تھا۔ محبوبہ کے حلیے کی جزئیات تک بیان کی تھیں۔ میری آتش شوق بھڑک اٹھی، میں نے سوچا، پہلی فرصت میں خاتون سے مل لوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسکا حسن محض تمہارے زور بیان کا نتیجہ ثابت ہو۔"

"چھوڑو، میں اس کے متعلق بھی بات نہیں کرنا چاہتا۔"

ڈوک نے اپنا بیگ کونے میں رکھا اور کمرے کو ناقدانہ نظروں سے دیکھا۔ فرش پر گرد ہی گرد تھی۔ ہر طرف کتابیں بکھری ہوئی تھیں۔ صوفے کے اسپرنگ جھانک رہے تھے۔ باتھ روم کا فرش تقریباً سیاہ ہو رہا تھا۔ تمہاری نفاست ہمیشہ مجھے حیران کر دیتی ہے۔" اس نے کمرے کی حالتِ زار پر تبصرہ کیا۔

"میں یہاں رہتا ہوں۔" تھامس نے صفائی پیش کی۔ "اس لیے کہ اس سے اچھا

ٹھکانا مجھے نہیں مل سکتا۔"

ڈوک نے اپنے بیگ سے برگنڈی کی بوتل نکالی پھر وہ کچن میں گیا۔ کچن کا حال اور خراب تھا۔ اومائی گاڈ...... مجھے گلاس بھی لانا چاہیے تھا۔" اس نے چیخ کر کہا اور گرد آلود گلاس دھونے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحے بعد وہ دو ڈھلے ہوئے گلاس لے کر کچن سے نکلا۔ اس نے گلاسوں میں برگنڈی انڈیلی اور ایک جام تھامس کی طرف بڑھا دیا۔" مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہارا مذاق اڑایا۔" اس نے کہا۔" تم عالم آدمی ہو۔ تمہیں کسی چیز سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ اس اعتبار سے مجھے درگزر سے کام لینا چاہیے تھا۔"

"لیکن مجھے توہین کا کوئی احساس نہیں ہوا۔" تھامس نے بے حد خلوص سے کہا۔

ڈوک کو ہنسی آ گئی۔ مگر وہ فوراً ہی سنجیدہ ہو گیا۔" میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس کباڑ خانے میں کیسے رہ لیتے ہو۔"

تھامس نے برگنڈی کا گھونٹ لیا اور گفتگو کا رخ بدلا۔" یہ تو بہت بہت معلوم ہوتی ہے۔" اس نے جام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔" اس کا کے ہے، تیل کا کاروبار اچھا جا رہا ہے۔"

"یہ شراب ہے اور تیل کا کاروبار ہمیشہ اچھا ہی رہتا ہے۔" ڈوک نے جواب دیا۔

"مجھے تمہارا یہ بزنس پسند نہیں۔ تیل کی کھدائی میں استعمال ہونے والے آلات بیچنا......"

"بس...... اگر تم نے لیکچر شروع کیا تو میں تمہاری محبوبہ کو تمہارے بچپن کی حرکتوں کے متعلق بتا دوں گا۔" ڈوک نے دھمکی دی۔" تم اپنا بوریا بستر سمیٹو۔" اس نے بیڈ کی طرف اشارہ کیا۔

یہ پرانا معاہدہ تھا۔ لہٰذا تھامس نے اپنا بوریا بستر سمیٹنا شروع کر دیا۔ یہ طے ہو چکا تھا کہ ڈوک جب بھی آئے گا، بیڈ پر سوئے گا اور تھامس صوفے پر منتقل ہو جائے گا۔

"تم اس کوٹھری میں کیوں رہتے ہو! واشنگٹن آ جاؤ۔" ڈوک نے بڑی محبت سے کہا۔" میں تمہیں بہت اچھا فلیٹ لے دوں گا۔ ہم قریب بھی رہ سکیں گے۔"

تھامس نے نفی میں سر ہلایا۔" وہاں اچھے فلیٹ ضرور ہوں گے مگر ڈھنگ کا کالج ایک بھی نہیں ہے۔"

ڈوک کو غصہ آ گیا۔ ''ضروری نہیں کہ جو کچھ ڈیڈی نے کیا تم بھی کرو......۔''
جواباً تھامس بھی چلایا۔ ''میں نصیحتیں سن سن کر عاجز آ چکا ہوں۔''
''عاجز آ چکے ہو؟'' ڈوک کے چہرے پر الجھن کا تاثر اُبھر آیا۔ ''میں نے تو پہلے کبھی یہ بات کہی بھی نہیں۔''
''پروفیسر نیل یہی بات کہتے رہتے ہیں۔'' تھامس نے جھنجلا کر کہا۔
''وہی تو نہیں، جو ڈیڈی کے ذہین ترین شاگرد تھے؟''
تھامس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر بولا۔ ''دیکھو ڈوک، تمہاری پیشکش کا شکریہ۔ مگر میں اس ڈربے میں بہت خوش ہوں اور اس کا ڈیڈی کی تقلید سے کوئی تعلق نہیں۔''
''خیر دفع کرو۔'' ڈوک نے کہا۔ اب وہ اپنے بیگ سے کپڑے نکال کر ہینگر پر لٹکا رہا تھا۔ ''آج میں تمہیں اور تمہاری محبوبہ کو اپٹا میں ڈنر کراؤں گا۔ یار...... یہ بتاؤ، وہ کھانا بھی کھاتی ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کھانے سے اس کے تقدس میں لپٹے ہوئے، حسن پر کوئی فرق پڑتا ہو۔''
''تم خود دیکھ لینا۔ اُسے دیکھ کر تمہاری سانسیں رک جائیں گی۔ ابھی جتنا مذاق اُڑانا ہے، اُڑا لو۔''
ڈوک ہنسنے لگا۔ ''منے...... تم اس شخص سے ہم کلام ہو، جو 25 سال کا ہونے سے پہلے تین منگنیاں اور ایک شادی بھگتا چکا تھا۔ میری سانسیں آسانی سے رکنے والی نہیں۔''
شیخی مار رہے ہو کہ چار مرتبہ گرفتار ہوا۔ جرم ایک بار بھی ثابت نہیں ہوا۔''
ڈوک کو اچانک کچھ خیال آیا۔ ''اے...... شیخی پر یاد آیا، وہ ریوالور اب بھی تمہارے پاس ہے؟ مجھے دھمکی دیتے وقت تمہارے لہجے میں سچائی تھی۔ میں تو سمجھا تھا کہ آج میں مارا گیا۔''
تھامس ڈیسک کی طرف بڑھا۔ اس نے نچلی دراز سے ریوالور نکال کر دکھایا۔ ''یہ رہا۔ بھرا ہوا ہے۔'' اس نے فخریہ لہجے میں بتایا۔
''پہلے اسے خالی کرو۔ پھر مجھے دکھاؤ۔''
تھامس نے بڑی مہارت سے چیمبر کھول کر گولیاں نکالی، یہ مدتوں کی مشق کا نتیجہ تھا۔ دوسری طرف ڈوک ہمیشہ سے گنوں سے نفرت کرتا آیا تھا۔ تھامس نے ریوالور ڈوک کی طرف بڑھایا۔

ڈوک نے کئی بار ٹرائیگر دبایا۔ جیسے اسے ریوالور سے خوف نہ ہو۔ پھر بولا۔ ''تم ایسی خوفناک چیز اپنے پاس کیسے رکھ لیتے ہو؟''

''کیا مطلب ہے تمہارا؟ تمہارا دل نہیں چاہتا اسے اپنے پاس رکھنے کو؟''

''کس کا دل چاہے گا؟''

''میرا دل تو چاہتا ہے۔''

''اس کی کوئی وجہ بھی ہوگی؟''

''کوئی وجہ نہیں۔ بس دل چاہتا ہے۔'' تھامس نے ڈوک سے ریوالور واپس لیا اور اس میں گولیاں بھریں، پھر اس نے ریوالور دوبارہ دراز میں رکھ دیا۔

❁ ❁ ❁

پیراگوئے میں لاکورڈیلا سے آدھے گھنٹے کی مسافت پر واقع وہ مکان غیر معمولی تھا۔ وہ تین اطراف سے جنگل سے گھرا ہوا تھا۔ گردونواح کے بیشتر کسانوں نے مکان کا تذکرہ سنا تھا لیکن اسے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ کسی شناسا کی کار میسر ہونے کے باوجود وہ آدھے گھنٹے کی مسافت پر تھا اور پھر سڑک بے حد خراب تھی۔ تیسری وجہ پہرے دار تھے۔

نیلے مکان کے چاروں طرف کوئی چوتھائی میل دور دو پہرے دار ہر وقت موجود رہتے تھے۔ ان کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی تھیں۔ وہ نہ کبھی اپنے حقوق کی وضاحت کرتے تھے اور نہ قانونی اختیار کی۔ وہ تو رائفلیں تانے بیچ سڑک پر آ کر گاڑی رکواتے تھے۔ ان کا انداز معاندانہ اور تنبیہی ہوتا تھا۔ وہ اگرچہ منہ سے نہیں کہتے تھے لیکن ان کا انداز چیخ چیخ کر کہتا تھا۔ آئندہ غیر ضروری طور پر اس طرف کا رخ نہ کرنا۔ ہم اطراف میں دیکھے ہوئے چہرے دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ وہ صرف سامان کی ڈیلیوری دینے والوں سے نہیں الجھتے تھے۔ ہر ہفتے لاکورڈیلا سے سامان خورونوش سے لدا ایک ٹرک آتا اور سامان پہنچا کر چلا جاتا۔ ڈاک ایک دن چھوڑ کر آتی۔ ہر شام ایک پہرے دار گاڑی لے کر لاکورڈیلا جاتا اور دھوبن کو ساتھ لے آتا۔ دھوبن چوڑے کندھوں اور اوسط قد کی خاتون تھی۔ وہ ہمیشہ سیاہ شال اوڑھے ہوتی۔ وہ مکان میں داخل ہوتی اور چند گھنٹے بعد اسی پہرے دار کی معیت میں رخصت ہو جاتی، جو اُسے لاتا۔

عام طور پر دھوبن خالی ہاتھ ہوتی لیکن اواخر ستمبر کی ایک شام وہ حسب معمول سیاہ

شال میں لپٹی مکان سے برآمد ہوئی تو اس کے ہاتھ میں ایک مربع فٹ کا ایک سیاہ بکس تھا۔ وہ معمول کے مطابق کار میں بیٹھی۔ کار بھی معمول کے مطابق دکھائی دے رہی تھی، بس عقبی نشست پر کمبل کے نیچے کینوس کا کپڑوں کا تھیلا اضافی چیز تھی۔

کار نیلے مکان سے نکلی اور گاؤں کی سمت روانہ ہوگئی۔ سڑک کی نگرانی کرنے والے پہرے دار نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ وہ سیلیوٹ کرنے والا تھا لیکن ڈرائیور نے جس برہمی سے ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کیا تھا، اس کی وجہ سے ٹھٹک گیا۔ اس نے شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ وہ امید ہی کر سکتا تھا کہ مکان کا آقا اس لغزش کو درگزر کر دے گا۔ ورنہ......

دھوبن خاموش بیٹھی رہی۔ سیاہ بکس اس کی گود میں رکھا تھا۔ اس روز خلاف معمول اس کا چہرہ شال میں کچھ زیادہ ہی چھپا ہوا تھا لیکن دیکھنے والے یہی سمجھتے کہ دھوبن کام سے فارغ ہو کر واپس جا رہی ہے، ور یہ بات بہت اہم تھی۔ ہر چیز معمول کے مطابق نظر آنی چاہیے تھی۔ کیونکہ نیلے مکان کا آقا پیرا گوئے کے دیہاتیوں کو بے ضرر اور عقل سے کورا گردانے کے باوجود جانتا تھا کہ پیرا گوئے کے دیہاتیوں میں یہودی بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

کار گاؤں میں رُکے بغیر گزرتی گئی۔ ڈرائیور بھی خاموش تھا اور دھوبن بھی۔ البتہ دونوں کے جسم پسینے میں نہا رہے تھے، گرمی ناقابل برداشت تھی۔ اسنشن ایئر پورٹ پہنچنے میں دو گھنٹے لگے۔ بالآخر ڈرائیور نے گاڑی روکی، نیچے اتر کر دروازہ کھولا اور کینوس کے بیگ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ سیاہ شال میں ملبوس شخصیت نے ہسپانوی زبان میں کہا۔ ''بیٹھے رہو۔''

ڈرائیور ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا۔ شال میں لپٹی ہوئی شخصیت نے ایک ہاتھ سے کپڑے اور دوسرے ہاتھ سے سیاہ بکس سنبھالا۔ ''میں ایک سوال کر سکتا ہوں پلیز؟'' ڈرائیور نے کہا۔

شال میں لپٹی ہوئی شخصیت نے سر ہلا کر اجازت دی۔ ڈرائیور نے پوچھا۔ ''اگر دھوبن نے گڑبڑ کی تو اس سے کیسے نمٹا جائے؟''

''بہت احتیاط اور نزاکت کے ساتھ'' جواب ملا۔ ''اُسے سمجھانا کہ میں تین دن کے اندر اندر واپس آ جاؤں گا۔ اسے بتانا کہ وہ میری مہمان ہے۔ وہ بہت محنت کرتی ہے اور اسے آرام کی ضرورت ہے۔''

''وہ بہت بے وقوف عورت ہے۔'' ڈرائیور نے کہا۔ ''مجھے خدشہ ہے کہ یہ باتیں اُسے مطمئن نہیں کر سکیں گی۔''

''اس صورت میں تمہیں تحمل سے کام لینا ہوگا۔ اُسے خوش، مطمئن اور زندہ رکھنا ہے۔ ایسا نہیں ہوا تو بہت سے لوگوں پر میرا عتاب نازل ہوگا، بالخصوص تم پر۔ سمجھ گئے؟''

ڈرائیور نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔

''وہ کپڑوں پر استری نہایت عمدہ کرتی ہے۔ میں اسے ضائع کرنا ہرگز پسند نہیں کروں گا۔ میرے نزدیک وہ ایک قومی سرمائے کی حیثیت رکھتی ہے۔''

دھوبن نے اسنشن سے بیونس آئرس کے لیے فلائٹ پکڑی۔ پراگوئے کسٹم کے عمال حسب روایت احمق ثابت ہوئے البتہ ارجنٹائن کا معائنہ مختلف تھا۔ چنانچہ دھوبن پان امریکن کے کاؤنٹر پر پہنچی تو دھوبن نہیں تھی۔ اس کی جگہ ایک بزنس مین نے لے لی تھی۔ وہ ادھیڑ عمر تھا اور اس کا سر بالوں سے یکسر محروم تھا۔ یہ گنجا پن اس کے لیے تکلیف دہ تھا لیکن سفید گھونگریالے بال اس کی سب سے بڑی پہچان تھے۔ اسے اپنے بال بہت پسند تھے لیکن شناخت سے بچنے کے لیے اُسے تکلیف دہ قربانی دینی پڑی تھی۔ ان بالوں کے حوالے سے ہی وہ سفید فرشتہ کہلاتا تھا۔ تاہم گنجے پن کے باوجود اس کی کشش برقرار تھی۔ اس کے چہرے اور آنکھوں سے توانائی کا اظہار ہوتا تھا۔

دس گھنٹے کی نان اسٹاپ فلائٹ نے اسے نیویارک پہنچایا تو اس وقت نیویارک میں صبح کے چھ بجے تھے۔ وہ فلائٹ کے دوران سیاہ بکس گود میں رکھے جاگتا رہا تھا اس کے تمام ہم سفر سو رہے تھے لیکن وہ ان رکاوٹوں کے بارے میں سوچ رہا تھا جو اچانک نازل ہو سکتی تھیں۔ اسے ایسی ہر رکاوٹ کے لیے ذہنی طور پر تیار رہنا تھا۔ اب تک وہ اپنی ذہانت ہی کے زور پر زندہ تھا اور اسے امید تھی کہ ذہانت اب بھی اس کا ساتھ دے گی۔ ذہانت اور گود میں رکھا ہوا سیاہ چرمی بکس؟

ایئرپورٹ پر اسے بہت محتاط رہنا تھا۔ پاسپورٹ کی طرف سے اُسے کوئی فکر نہیں تھی...... البتہ یہ ڈر تھا کہ کوئی مخبری کر کے اُسے شناخت نہ کرا دے۔ ویسے وہ یہاں پہلی بار آیا تھا۔ ٹرمینل کی وسعت اُسے الجھائے دے رہی تھی۔ جیسے تیسے وہ کسٹم کے مراحل سے گزرا اور اس حصے میں آ گیا، جہاں ملنے والے مسافروں کو ریسیو کرتے تھے۔

اہارڈ کو وہاں موجود ہونا چاہیے تھا۔ یہ الگ بات کہ اس کا پیغام راستے ہی میں اُچک لیا گیا ہو۔ وہ پریشان ہو گیا مگر اسی لمحے اسے لنگڑا ارہارڈ اپنی طرف آتا نظر آیا۔ اس کے ساتھ چوڑے کندھوں والا کارل بھی تھا۔ اب وہ محفوظ تھا حالانکہ اس جیسا ماضی رکھنے والا کوئی شخص مستقلاً ہمیشہ محفوظ نہیں رہا۔

اب اسے مین ہٹن جانا تھا۔

❁ ❁ ❁

ڈنر کے لیے ریستوران کا انتخاب ڈوک نے کیا تھا۔ تھامس نے لوٹیس ریسٹورنٹ کا نام تو سنا تھا لیکن وہ یہاں کبھی آیا نہیں تھا۔ ایلسا نے نام بھی نہیں سنا تھا۔ تھامس، ایلسا کو لینے پہنچا۔ ایلسا کے استفسار پر اس نے بتایا کہ لوٹیس مہنگا ریسٹورنٹ ہے۔ ایلسا کی اعصاب زدگی اور بڑھ گئی۔ نروس تو وہ ڈوک سے ملاقات کے تصور سے ہی تھی۔ اب اسے اپنے لباس کی طرف سے فکر ہوگئی، اس کے پاس کوئی ڈھنگ کا لباس نہیں تھا۔ اسی لیے وہ اعلیٰ ریستورانوں کا رُخ کرنے سے گریز کرتی تھی۔ وہ اپنی کھال میں رہنے کی قائل تھی۔

تھامس اس بات پر ایلسا سے متفق تھا کہ ریسٹورانٹ میں موجود سب لوگ ایلسا کو گھوریں گے۔ وہ گہرے نیلے رنگ کے لباس میں تھی۔ گلے میں موتیوں کا ہار تھا۔ وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ لیکن تھامس کی تعریف بھی ایلسا کو مطمئن نہ کرسکی۔ اسے خدشہ تھا کہ لوگ اُسے گھوریں گے۔ لباس سے اس کی اوقات جان جائیں گے۔

ڈوک دوسری منزل پر واقع عقبی کیبن میں ان کا منتظر تھا۔ کیبن میں دو میزیں اور تھی اور لیکن وہ خالی تھیں۔ ڈوک نے اُٹھ کر ان کا خیر مقدم کیا۔ ایلسا کو تنقیدی نظروں سے دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”ٹام، تم نے کہا تھا کہ ایلسا حسین ہے۔ اب کسی دن تم سے معیار کے موضوع پر گفتگو کرنا ہوگی۔“

تھامس نے ان دونوں کو متعارف کرایا۔ ”یہ ہینگ ہے۔“ پبلک میں وہ ایک دوسرے کو ٹام اور ہینگ کے نام سے پکارتے تھے، حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی لیکن ڈیڈی کے انتقال کے بعد ایسی چیزوں کی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ ایسے چھوٹے چھوٹے راز ان دونوں کے لیے پل کی حیثیت رکھتے تھے۔ وہ ان رازوں سے...... اور ایک دوسرے سے چمٹے رہنا چاہتے تھے۔

''تم بہت خوبصورت ہو ایلسا۔'' ڈوک نے کہا۔ ''گریس کیلی سے زیادہ خوبصورت بہرحال نہیں ہو لیکن گزارا ہو سکتا ہے۔''

ویٹر آیا۔ تھامس اور ایلسا کی گھبراہٹ اس وقت دور ہوئی جب آرڈر دینے کا کام ڈوک نے خود سنبھال لیا۔ آرڈر دینے کے بعد وہ ایلسا کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ خوش دلی سے گفتگو کرتا رہا۔ پھر ایلسا کے ہاتھ کی پشت سہلانے لگا۔ تھامس خوش تھا۔ ڈوک نے ایلسا کو ناپسند نہیں کیا تھا لیکن کچھ دیر بعد اس کے حلق میں نوالے پھنسنے لگے۔ ڈوک ایلسا کو چھونے کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ بہک رہے تھے۔ تھامس ان دونوں پر برسنا چاہتا تھا۔ ختم کرو یہ مذاق۔ ڈوک...... ایلسا...... ختم کرو یہ مذاق۔ مگر لوٹیس جیسے ریسٹورنٹ میں گرجنا برسنا نامناسب تھا۔ یہاں تو لوگ سرگوشیوں میں باتیں کرتے تھے۔ یہاں ظاہر کو سنبھال کر رکھنا ہوتا تھا، خواہ باطن میں لاوا ہی کیوں نہ اُبل رہا ہو۔ خواہ تمہارا سگا بھائی تمہاری محبوبہ کو لبھانے، رجھانے کی کوششوں میں مصروف ہو۔ تہذیب اور تمیز کا دامن تھامے رکھنا ضروری تھا۔

اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسائیں اور ہاتھ گود میں رکھ لیے۔

ڈوک نے مسکراتے ہوئے ایلسا کو مخاطب کیا۔ ''تمہیں وطن کی یاد تو ستاتی ہوگی؟ سوئٹزرلینڈ کی؟''

''وطن کی یاد کسے نہیں ستاتی؟'' ایلسا نے جواب دیا۔

''سوئٹزرلینڈ، جنیوا اور زیورچ جیسے علاقوں کی یاد تو ستائے گی ہی۔''

''میرا تعلق ان میں سے کسی جگہ سے نہیں ہے؟'' ایلسا نے جواب دیا۔

''کہیں نہ کہیں سے تو ہوگا۔''

''بہت چھوٹی سی...... غیر اہم جگہ ہے۔ کسی نے نام بھی نہیں سنا ہوگا اس کا۔''

تھامس کو غصہ آنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ ایلسا کا تعلق کونسٹین جھیل کے علاقے سے ہے۔ وہ ڈوک کو حقیقت کیوں نہیں بتاتی۔ وہ ڈوک کو کیوں لبھا رہی ہے۔

''تم اسکیٹنگ تو جانتی ہوگی؟'' ڈوک نے موضوع بدلا۔

''کیوں نہیں۔ آخر میں سوئس ہوں۔''

ڈوک اور ایلسا ہنس دیے۔ تھامس خاموش بیٹھا رہا اس نے ایلسا کی نیلی آنکھوں کو

بغور دیکھا۔ وہ اتنی حسین کبھی نہیں لگی تھیں۔ وہ خوفزدہ ہوگیا۔ کہیں کچھ کر نہ بیٹھے۔ اس نے گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو سختی سے بھینچ لیا۔ وہ کوئی گڑبڑ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

''تم نے اسکیٹنگ کہاں سیکھی؟''

''جھیل کونسٹین کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ میری عمر اسی گاؤں میں گزری ہے۔''

''میں سمجھ گیا۔'' ڈوک کا لہجہ سنسنی آمیز ہوگیا۔ ''کمپنی میں میرا ایک ساتھی اسکیٹنگ کا دیوانہ ہے۔ اسے دنیا بھر میں جو جگہ سب سے زیادہ پسند ہے، وہ جھیل کونسٹین ہے۔ اس لیے کہ وہیں مونٹ روزا ہے۔ تم نے اسکیٹنگ مونٹ روزا پر سیکھی ہوگی ہے نا؟''

''میں تمہاری معلومات پر حیران ہوں۔'' ایلسا نے کہا۔

''اور روزا کے برابر مونٹ چارے ہے، جو مونٹ روزا سے بلندی میں محض بال برابر کم ہے۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟ ہے نا؟''

''سو فیصد درست۔''

''حالانکہ یہ سب میں گھڑ رہا ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' ایلسا حیران ہوگئی۔

''نہ میری کمپنی میں کوئی اسکیٹنگ کا دیوانہ ہے۔ نہ جھیل کونسٹین کے قریب کوئی مونٹ روزا ہے اور نہ مونٹ روزا کے برابر کوئی مونٹ چارے۔ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں یا غلط؟''

ایلسا خاموش رہی۔ تھامس ان دونوں کو دیکھتا رہا، جو نہ جانے کیا کھیل کھیل رہے تھے۔ ڈوک کا یہ رویہ اسے ایلسا کو چھونے والے رویے سے زیادہ برا لگ رہا تھا۔

''میں نے سوئٹزر لینڈ میں بہت بزنس کیا ہے۔ میں وہاں کے لوگوں کا لہجہ پہچانتا ہوں۔ تم سوئس نہیں ہو۔'' ڈوک نے کہا۔

''ہاں میں سوئس نہیں ہوں۔'' ایلسا نے آہستگی سے کہا۔

''تو پھر تم کون ہو؟''

''تم لہجے سے نہیں پہچان سکتے؟''

''تمہارا لہجہ اور تلفظ جرمنوں جیسا ہے اور تمہاری عمر بھی پچیس نہیں ...... بلکہ تیس سال

ہے۔"

"میری عمر 32 سال ہے اور پوچھو...... کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"اور تمہارے کاغذات کب تک کارآمد ہیں؟"

ایلسا کچھ دیر سوچتی رہی، پھر بولی۔ "تم مجھے ذلیل کیوں کر رہے ہو؟"

"یہ بات نہیں۔ دراصل غیر ملکی امریکا میں اپنے قیام کو قانونی اور جائز بنانے کے لیے شادیاں کرتے رہتے ہیں۔"

"تو تمہارا خیال ہے کہ میں تمہارے بھائی کو پھنسا رہی ہوں۔تم یہ بات صاف صاف کیوں نہیں کہتے۔"

"بے کار ہے۔تم نے اب تک سچ نہیں بولا ہے تو اب کیوں سچ بولوگی۔" ڈوک نے سرد لہجے میں کہا۔

ایلسا اٹھی اور دروازے کی طرف لپکی۔ تھامس نے اس کے پیچھے جھپٹنا چاہا مگر ڈوک نے سختی سے اس کی کلائی تھام لی۔ "اسے جانے دو تمہارے لیے بہتر یہی ہے۔"

تھامس نے گھوم کر بھائی کو دیکھا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ "صرف اس لیے کہ تم کہہ رہے ہو؟" اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن ڈوک کی گرفت بے حد سخت تھی۔

"میں نے دنیا دیکھی ہے بیب۔ دنیا میں لاکھوں عورتیں ایسی ہیں، امریکا میں رہنا جن کا خواب ہے اور وہ اس کے لیے سب کچھ کرسکتی ہیں۔"

"میں نے نہ تم سے مشورہ مانگا تھا، نہ منظوری......"

"تب تو تمہیں میرا شکر گزار ہونا چاہیے۔ میں نے تو پہلی ہی نظر میں اس کا ٹائپ سمجھ لیا تھا۔ مجھے تو تمہارے خط سے ہی اندازہ ہوگیا تھا۔ یونہی کوئی کسی کی محبت میں گرفتار نہیں ہوتا......"

"تم نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ پہلے محبت آمیز لچھے دار گفتگو کی۔ پھر اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکال دی۔"

"یہ بزنس کا گر ہے بیب۔"

"جھوٹ بولنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ......"

ڈوک کی گرفت اور سخت ہوگئی۔ "مجھے معلوم ہے، بعض اوقات جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔

میں نے تمہیں واشنگٹن آنے کو یونہی نہیں کہا تھا۔ میں تمہارا خط پڑھنے کے بعد یہاں آیا ہوں۔ تمہاری مرمت کی کہانی میرے لیے تکلیف دہ تھی اور اب میں تمہیں بتا رہا ہوں، اس لڑکی کے جھوٹ کی کوئی اہمیت نہیں۔ اہمیت اس بات کی ہے کہ وہ تم سے محبت نہیں کرتی۔ اتنی حسین لڑکی تم سے محبت کیوں کرے گی؟"

اب تک وہ دونوں سرگوشیوں میں لڑ رہے تھے مگر اب تھامس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ "اس لیے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔" اس نے چیخ کر کہا۔ پھر اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور دروازے کی طرف لپکا۔ راستے میں ایک ویٹر اس سے ٹکرا گیا۔ برتن ٹوٹنے کی آواز سنائی دی مگر وہ نہیں رکا۔ باہر پہنچتے ہی اس نے ٹیکسی روکی اور ڈرائیور کو ایلسا کا پتہ سمجھایا۔

لیکن ایلسا گھر نہیں پہنچی تھی۔ وہ بے تابی سے اس کا انتظار کرتا رہا مگر وہ نہیں آئی۔ پہلے تو اس نے سوچا، ممکن ہے، وہ پیدل گھر آ رہی ہو جبکہ وہ ٹیکسی کے ذریعے یہاں آیا ہے لیکن پھر اسے محسوس ہونے لگا کہ ایلسا گھر نہیں آئے گی۔ وہ کبھی نہیں چاہے گی کہ اب اس سے ملے۔ کم از کم اتنی آسانی سے تو نہیں۔ اسی نے تو ایلسا کو ڈوک کے ہاتھوں ذلیل کرایا تھا۔

وہ ایلسا سے محبت کرتا تھا۔ اسے ایلسا کی قومیت سے کوئی غرض نہیں تھی۔ وہ تو یہ جانتا تھا کہ پچیس سال تک اس نے حقیر زندگی گزاری تھی۔ اب ایلسا اس کے ساتھ ہوتی تھی تو اسے اپنی قدر و قیمت کا احساس ہوتا تھا۔

اب ایک ہی صورت تھی۔ وہ گھر واپس جائے اور ایلسا کے فون کا انتظار کرے۔ وہ ایلسا کے دروازے پر دھرنا دے کر بیٹھ سکتا تھا لیکن یہ اور چڑانے والی بات تھی۔ ڈوک بھی واپس آ چکا ہوگا، اسے سامان پیک کرنے میں پانچ منٹ لگیں گے۔ کچھ کہنے سننے کی گنجائش تو تھی نہیں۔ کم از کم اسے تو ڈوک سے کچھ کہنا نہیں تھا...... فی الوقت نہیں۔

اس نے بھاگنا شروع کیا۔ اس کی رفتار معمول کی جاگنگ سے زیادہ تھی۔ وہ اپنے گھر سے تین میل دور تھا۔ وہ رات کا سینہ چیر کر بھاگتا رہا۔ دانت میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں......

❁ ❁ ❁
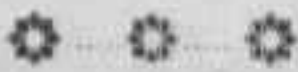
وہ رات گیارہ بجے ریور سائیڈ پارک میں داخل ہوئے۔ گنجا شخص سیاہ رین کوٹ والے کے پیچھے تھا۔ "ذرا احتیاط سے چلنا۔ یہاں اندھیرا بہت ہے۔" رین کوٹ والے نے کہا۔

''مجھے ایسے مقامات پر کسی سے ملنا اچھا نہیں لگتا۔'' گنجا بولا۔''امریکا کے اخبار بتاتے ہیں کہ یہاں پارکوں میں تشدد کی وارداتیں بکثرت ہوتی ہیں۔''

''یہ جگہ اسکائیلا نے تجویز کی تھی۔پاس ورڈ بھی اسی کا طے کردہ ہے۔اُسے پارک اچھے لگتے ہیں۔ویسے کیا آپ خوف زدہ ہیں۔''

''ہاں، تمہیں اس پر تعجب ہے؟''

''جی ہاں۔''

''حالانکہ خوف ازل سے انسان کے اندر موجود ہے۔ جب ہم جیت رہے تھے، تب بھی خوف زدہ تھے۔کم از کم وہ لوگ جن کے پاس دماغ تھا۔انسان خوف سے محروم ہو تو قبر تک پہنچ جاتا ہے۔''

اب وہ مشرقی سمت میں بینچیں گن رہے تھے۔بالآخر مقررہ بینچ پر بیٹھ گئے۔سامنے دریائے ہڈسن بہہ رہا تھا۔گنجا وقتاً فوقتاً پلٹ کر پیچھے دیکھتا۔یہ اس کی عادت تھی۔عقب میں درخت تھے، جھاڑیاں تھیں، سائے تھے لیکن کوئی تحرک نہیں تھا۔''کیا وقت ہوا ہے؟'' گنجے نے پوچھا۔

''سوا گیارہ بجے ہیں۔'' رین کوٹ والے نے کہا۔ پھر پوچھا۔''تم گھڑی باندھ کر کیوں نہیں آئے؟''

''گھڑی ہے میرے پاس۔ میں یہ تصدیق کرنا چاہ رہا تھا کہ ٹھیک بھی چل رہی ہے یا نہیں۔'' گنجے کی آواز میں لرزش تھی۔

سامنے ایک بڈھا راہ گیر جاتا دکھائی دیا۔وہ دونوں خاموش بیٹھے اُسے دیکھتے رہے۔ راہ گیر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔''اب کیا وقت ہوا ہے؟'' گنجے کی آواز کراہ سے مشابہ تھی۔

''گیارہ پچیس۔''

''اسکائیلا لیٹ ہے۔وہ ہم پر نفسیاتی دباؤ ڈالنے کی کوشش کررہا ہے۔''

''اسکائیلا کبھی لیٹ نہیں ہوتا۔'' عقب سے کسی نے کہا۔

دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔آواز تاریک سایوں کے درمیان سے آرہی تھی۔''میں یہاں موجود ہوں اور گیارہ بجے سے تمہاری غیر ہوتی حالت دیکھ رہا ہوں مجھے بہت لطف آیا۔''

''سامنے آؤ۔'' گنجے نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''اس پیشے کے آداب ملحوظ رکھو۔ پاس ورڈ کے بغیر میں سامنے نہیں آؤں گا۔'' تاریکی نے جواب دیا۔

گنجے نے برہمی سے جواب دیا۔ ''پہلے یہاں تیرا جا سکتا تھا۔ اب ایسی کوشش کریں تو مر جائیں گے۔''

تاریکی کی سمت سے انگلی چٹخانے کی آواز دی۔ پھر اسکائیلا نے کہا۔ ''تم شاید یقین نہیں کرو گے۔ میں اس کا جواب بھول گیا ہوں۔''

''بس، اتنا کہہ دو کہ مرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔'' گنجے نے مشورہ دیا۔ ''اب رسم پوری ہو چکی۔ سامنے آ جاؤ۔''

''چلو...... آ جاتا ہوں لیکن میں فراڈ ثابت ہوا تو اس کے ذمے دار تم ہو گے۔ میں پاس ورڈ کا جواب نہیں دے سکا ہوں۔'' اسکائیلا نے کہا اور اس کی طرف بڑھنے لگا۔

''تمہارا انداز مجھے پسند نہیں آیا۔'' گنجے نے خفگی آمیز لہجے میں کہا۔

''میرے انداز کو چھوڑو۔ یہ سوچو کہ تمہارا طرزِ عمل کتنا پسندیدہ رہا ہے۔''

''اور تم اس کا سبب بھی جانتے ہو۔''

''ہمارے درمیان کاروباری تعلق ہے اور اسے کاروباری ہی رہنا چاہیے۔'' اسکائیلا نے سرد لہجے میں کہا۔ ''جو کچھ تم نے کیا ہے، اس کا ہمارے کاروباری تعلق سے دور کا ربط بھی نہیں؟''

''اس کا تعلق اعتبار سے ہے۔'' گنجے نے اسکائیلا کو غصے سے گھورتے ہوئے کہا۔

''میرے ذہن میں ایک ہی سوال ہے۔ کیا میں تم پر اعتبار کر سکتا ہوں؟''

''تم نے کبھی کیا بھی نہیں۔ کیا تو وہ تمہاری مجبوری تھی۔ اب تمہیں اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ تم نے مجھے ٹھکانے لگانے کے لیے چن کی خدمات حاصل کیں۔ اب اتنے معصوم کیوں بن رہے ہو؟''

گنجے کی آواز نرم ہو گئی۔ ''بہر حال...... اب میں تم سے لڑ تو نہیں سکتا۔ چن ناکام ہو گیا تو میری بساط ہی کیا ہے......'' یہ کہتے کہتے اس کا ہاتھ بلیڈ کی طرف رینگ گیا۔

ایک ماہر ٹیکنیشین کو اپنی مہارت کے مظاہرے کے لیے ذرا سی مہلت درکار ہوتی ہے۔ رین کوٹ والے کو اسکائیلا پر زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی۔ بس اس نے اسکائیلا سے ہاتھ

ذرا زیادہ دیر تک ملایا اور مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھامے رکھا محض ایک ثانیے کے لیے اور گنجے کے لیے ایک ثانیے کی مہلت بہت کافی تھی۔

اسکائیلا نے بلیڈ کی..... یا یوں، کسی چیز کی جھلک دیکھی، اسے فوری طور پر احساس ہو گیا کہ گنجا یقینی طور پر مہلک وار کرنے کے مرحلے میں ہے لیکن اسے کوئی فکر نہیں ہوئی۔ وہ رین کوٹ والے کی طرف سے بھی فکر مند نہیں تھا۔ کیونکہ رین کوٹ والا نہ قوت کے اعتبار سے اس کا ہم پلہ تھا، نہ ٹیکنیک کے لحاظ سے۔

اس کی سوچ اگرچہ درست تھی لیکن وہ غلطی پر تھا۔ رین کوٹ والے کا اس سے بھڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اسے تو نسبتاً ایک اضافی ثانیے کے لیے اسکائیلا کا ہاتھ تھامے رکھنا تھا۔ اسکائیلا نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔ اس کا ہاتھ بچاؤ کے لیے اپنے پیٹ کی طرف لپکا۔ وہ دوستانہ مصافحہ جو ایک ثانیہ طویل تھا، اسے بہت مہنگا پڑا۔ ہاتھ کے پیٹ تک پہنچنے سے ایک ثانیہ پہلے بلیڈ اس کے پیٹ میں اُتر چکا تھا۔

اسکائیلا اس سے پہلے بارہا چاقو کے وار سہہ چکا تھا لیکن یہ چاقو نہیں تھا۔ چاقو اتنی تیزی سے، اتنی گہرائی میں نہیں اترتا۔ اسکائیلا کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکلی۔ اس کا ہاتھ نقاہت بھرے انداز میں پہلو کی طرف ڈھلک گیا۔

انتہائی گہرائی تک پہنچنے کے بعد دھار دار ہتھیار نے اوپر کی سمت عمودی سفر شروع کیا۔

اسکائیلا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ گنجے کے جسم میں اتنی قوت ہو گی۔ وہ اتنا جانتا تھا کہ ہتھیار کتنا ہی نوکیلا اور تیز دھار والا کیوں نہ ہو، بغیر قوت کے انسانی گوشت اور ہڈیوں کو چیر نہیں سکتا۔ جبکہ گنجے نے اُسے تقریباً اس کے جگر تک اتار دیا تھا اور اب اوپر سفر میں وہ ہتھیار اس کے جسم کی کائنات کو تہ و بالا کر رہا تھا۔ اسکائیلا مچلا۔ گنجا شخص خاموشی سے اپنے کام میں مصروف رہا۔ اسکائیلا گرنے لگا تو وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ موت سے اس کا پرانا یارانہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسکائیلا بچ نہیں سکے گا، اس نے پھرتی سے بلیڈ کو باہر کھینچا۔ اسکائیلا کے گرنے سے پہلے وہ واپسی کے راستے پر چل دیا۔ رین کوٹ والا اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

اسکائیلا بینچ کے قریب بکھرا پڑا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اب وہ موت کے چنگل سے نہیں بچ سکتا۔ موت یقینی تھی۔ اُسے صرف یہ فیصلہ کرنا تھا کہ اسے ہڈسن کے کنارے مرنا ہے یا نہیں۔

وہ جہاں پڑا تھا، اطراف میں چوہوں کی بہتات تھی۔ چوہوں کا شکار ہونے کا تصور اس کے لیے توہین آمیز تھا۔ اس کے وجود میں برہمی کی تند لہر اٹھی۔ وہ جانتا تھا کہ اب یہ برہمی اس کی رہنمائی کرسکتی ہے۔ غصہ اس بات پر بھی تھا کہ وہ اپنی حماقت سے اس حال کو پہنچا ہے۔ اس کی حماقت کی یہ خبر ڈویژن تک پہنچے گی تو لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے۔ عظیم اسکائیلا کو ایک بڈھی بطخ اور امپچر نے شکست دے دی۔ اسکائیلا جو نا قابلِ شکست سمندری چٹان تھا۔ لعنت ہے۔

وہ پوری قوت سے چیختے ہوئے اٹھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کٹے ہوئے وجود کو سنبھالے رکھنے کی کوشش کی۔ وہ پوری طرح کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔ نیم استادگی کی اس پوزیشن میں ایک ایک قدم دشوار تھا۔ تقریباً ناممکن۔ لیکن نہیں ناممکن کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ عظیم اسکائیلا ہے۔ سمندری چٹان۔ اسے وعدہ نباہنا ہے...... خود سے کیا ہوا وعدہ۔ اسے کسی ایسے شخص کے پاس جا کر مرنا تھا، جو اس سے محبت کرتا ہو۔

❁......❁......❁

تھامس بیب اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ ابھی بارہ نہیں بجے تھے۔ وہ ایلسا کی کال کا منتظر تھا۔ اس انتظار کے دوران اس نے ڈوک کا سامان بیگ میں پیک کر دیا تھا۔ اب یہ بھی اسے اپنی حماقت ہی لگ رہی تھی۔ وہ ڈوک سے کیسے کہہ سکتا تھا کہ یہاں سے چلے جاؤ فوراً، اور آئندہ کبھی نہ آنا۔ یہ تو ممکن ہی نہیں تھا۔

اس نے ٹہلنا موقوف کر کے فیصلہ کیا کہ ڈوک کا سامان دوبارہ باہر نکال لینا چاہیے۔ اس نے بیگ کھولا اور اس میں رکھی چیزوں کو غصے سے دیکھا۔ میں سامان نکالوں گا ضرور...... مگر اسے بری طرح بکھیروں گا۔ اس نے خود کلامی کی۔ تاکہ ڈوک کو پتا چل جائے کہ میرے دل میں کوئی کینہ نہیں ہے لیکن میں اسے معاف بھی نہیں کروں گا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈوک کیا دلائل دے گا۔ میں تو اپنے چھوٹے بھائی کو تکالیف سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا اور شاید یہ درست بھی ہو۔ ڈیڈی کی موت کے وقت وہ دس سال کا تھا اور ڈوک بیس سال کا۔ ڈوک نے ہمیشہ ڈیڈی کی طرح اس کا خیال رکھا تھا۔ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے بیب نے بیگ سے ڈوک کی چیزیں نکالیں اور قرینے سے رکھنا شروع کر دیں۔ اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔

تھامس نے ریسیور اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ ''ایلسا؟''

''اس نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں یا نہیں۔ میں اس سوال کا انتظار کرتی رہی۔''

''ایلسا...... جو کچھ ہوا اُسے بھول جاؤ، سمجھ لو کہ کچھ نہیں ہوا۔''

ایلسا کا لہجہ کھوکھلا تھا۔''اب ہم کیا کریں گے ٹام؟''

''میں نے کہا نا، سب کچھ بھول جاؤ۔''

''میں فلم دیکھنے چلی گئی تھی۔ وہاں بھی فلم دیکھنے کے بجائے میں سوچتی رہی۔ ہم یہ سب کچھ نہیں بھول سکتے۔ حقائق بھلائے نہیں جاتے۔ مجھے ملال یہ ہے کہ اس نے مجھ سے درست سوال نہیں پوچھا۔''

''بات سنو! میں ابھی ٹیکسی پکڑ کر تمہاری طرف آتا ہوں۔ وہاں بیٹھ کر سکون سے بات کریں گے۔''

''نہیں، اس صورت میں بات نہیں ہو سکے گی۔ میں نے تم سے اپنی عمر چھپائی، اس لیے کہ تم کم عمر لگتے ہو۔ میں تمہیں خوفزدہ نہیں کرنا چاہتی تھی، میں نے اپنا جرمن ہونا چھپایا تو اس لیے کہ جرمنوں اور یہودیوں کے درمیان محبت کا تصور نا قابل یقین ہے۔ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتی تھی

''لیکن میں جرمنوں سے نفرت نہیں کرتا۔ تم مجھے اپنے پاس تو آنے دو۔ ہم صرف باتیں کریں گے۔''

''نہیں...... مجھے بولنے دو۔ کچھ حقیقتیں بھی ہیں جن کے بارے میں اس نے نہیں پوچھا۔ میں نے شادی بھی کی تھی۔ اب میں مطلقہ ہوں۔ میں نے تمہارے بھائی کی ہر زیادتی سہی۔ صرف اس لیے کہ وہ تمہارا بھائی تھا اور میں چاہتی تھی، وہ مجھے پسند کرے کیونکہ تم اپنے بھائی کو بہت چاہتے ہو۔

''میں نے کہا نا...... جو کچھ ہوا، اسے بھول جاؤ۔'' تھامس نے اصرار کیا۔

''جلد بازی نہ کر۔ تم میرے شوہر کے بارے میں کیوں نہیں پوچھتے؟''

''مجھے کیا ضرورت ہے اس کے متعلق جاننے کی۔'' تھامس نے جھوٹ بولا۔ ''ویسے بھی شادی کے وقت تم بہت کم عمر ہو گی کم عمری میں غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ شادی جیسی غلطیاں بھی۔'' اس کے بعد تھامس نے مسخراپن شروع کیا اور بالآخر ایلسا کو ہنسانے میں

کامیاب ہوگیا۔

"بیب!"

تھامس نے پلٹ کر دیکھا۔ دروازے میں ڈوک کھڑا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنے پیٹ پر تھے۔ تھامس نے گھبرا کر فون رکھ دیا۔ "بے...... ب۔" ڈوک پھر چیخا۔ تھامس تیزی سے اس کی طرف لپکا اور اسے سہارا دیا۔ ڈوک گر رہا تھا، اس کی آنتیں باہر نکل آئی تھیں۔ تھامس نے گرنے سے پہلے اسے سنبھال لیا۔ اس نے بھائی کو گود میں لٹا لیا اور خود بھی اس کے خون میں نہا گیا۔ ڈوک سرگوشی میں کچھ کہہ رہا تھا۔ اس نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔ کوئی پچاس سیکنڈ بعد ڈوک نے دم توڑ دیا لیکن وہ پچاس سیکنڈ برسوں پر بھاری تھے۔

✿ ✿ ✿

ابتدا میں تو پولیس کا رویہ معمول کے مطابق تھا۔ مگر پھر ان کا طرز عمل کچھ عجیب ہوگیا۔ بیب ایک کونے میں سمٹا بیٹھا تھا۔ اس نے پولیس کو فون کیا تھا۔ پہلے صرف دو عہدے دار آئے تھے۔ پھر تین اور آئے۔ پانچوں دبی دبی آواز میں باتیں کرتے رہے لیکن بیب کچھ نہیں سن رہا تھا۔ وہ خاموش بیٹھا سوچے جا رہا تھا۔ ذہنی کیفیت بہت عجیب تھی۔ بس وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اب اپنے کنبے میں صرف وہی بچا ہے۔ جب وہ چھ سال کا تھا تو کار کا حادثہ اس کی ماں کو چھین کر لے گیا تھا لیکن نہیں...... کار کا حادثہ تو محض بہانہ تھا۔ اس کی ماں کو اس کے باپ کے اسکینڈل نے، اس کی ذلت نے مار دیا تھا۔ چار سال بعد اس کے باپ نے بھی خودکشی کر لی تھی۔ اس کے بعد کے پندرہ برسوں میں وہ خود کو باپ کی موت کا ذمے دار سمجھتا رہا تھا۔ وہ اس جرم کی پاداش میں خود کو تباہ کر لینا چاہتا تھا۔ اسے احساس تھا کہ اگر وہ پہلے ہی باپ کے کمرے میں چلا جاتا تو اس کا باپ آج زندہ ہوتا۔

اس نے پروفیسر نیل کو سچ بتایا تھا لیکن نامکمل سچ۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ دس سال کا تھا اور اس کی سماعت بہت تیز تھی۔ وہ باپ کے کمرے میں اس کی نقل و حرکت کی ہر آواز واضح طور پر سن رہا تھا۔ ڈیڈی کے بڑبڑانے کی آواز، ان کے لڑکھڑاتے قدموں کی چاپ، کبھی کبھی ٹھوکر کھا کر گرنے کی آواز۔ اور وہ خوف زدہ تھا۔ ڈرتا تھا کہ اس وقت ڈیڈی کے کمرے میں گیا تو ڈیڈی سے اُسے نقصان پہنچ جائے گا۔ شاید وہ اس مداخلت پر اُسے ماریں گے۔ وہ بزدل تھا

اور اگر اس نے بزدلی نہ دکھائی ہوتی تو ڈیڈی کبھی نہ مرتے۔

جس وقت ڈیڈی نے خود کو شوٹ کیا، ڈوک کیمسٹری کی کلاس میں تھا۔ بعد میں ڈوک نے خود کو ڈیڈی کی موت کا ذمے دار ٹھہرایا۔ خود کو اور کیمسٹری کی کلاس کو۔ کتنی عجیب بات تھی۔ دونوں بھائی احساس جرم میں مبتلا تھے۔ اس سلسلے میں دونوں کے درمیان دوستانہ بحث ہوتی تھی۔ دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔ اور اب...... اب کبھی دوستانہ بحث نہیں ہوگی۔

پولیس والوں نے لاش پر چادر ڈال دی تھی۔ بیب کو اپنی موت کا خیال کم ہی آتا تھا اور جب بھی آتا، وہ تصور میں ڈوک کو دیکھتا۔ ڈوک اسے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتار رہا ہوتا۔ ڈوک مضبوط اور جاندار تھا۔ ڈوک تو کبھی بیمار بھی نہیں ہوتا تھا۔ بیب سوچ رہا تھا کہ اب اس کی موت کے بعد اس کی آخری رسومات کون پوری کرے گا۔

پولیس والے باتیں کر رہے تھے۔ ایک کا کہنا تھا کہ یہ لوٹ مار کی واردات نہیں۔ مقتول کا بٹوا اس کی جیب میں موجود ہے۔ تو پھر قتل کا محرک کیا ہو سکتا ہے؟ پولیس کے سب سے بڑے افسر نے ڈوک کے بٹوے کی تلاشی لی اور فوراً ہی فون کی طرف لپکا۔ یہیں سے صورتِ حال بدلنا شروع ہوئی۔

اب تک انہوں نے تھامس بیب سے معمولی پوچھ گچھ کی تھی اور بیب نے زیادہ تر جواب سر کی جنبش سے دیے تھے۔ وہ کچھ بولنے کے موڈ میں تھا ہی نہیں۔ اس وقت بھی وہ پتھرائی ہوئی آنکھوں سے پولیس افسر کو فون پر گفتگو کرتے دیکھ رہا تھا۔ لیکن اسے سنائی کچھ نہیں دے رہا تھا۔ احمق...... سننے کی کوشش کرو۔ یہ تمہارے بڑے بھائی کا معاملہ ہے۔ اس نے خود کو تلقین کی لیکن اس وقت وہ اپنی توجہ کہیں مرتکز نہیں کر سکتا تھا۔

پھر ایلسا کی آواز نے اُسے چونکا دیا۔ ایک پولیس والا ایلسا کا راستہ روکے کھڑا تھا۔ بیب اُٹھا، اس نے پولیس والے کو ایک طرف ہٹایا اور ایلسا کے پاس جا پہنچا۔

"تم نے اچانک فون رکھ دیا تھا۔ میں نے سوچا، دوبارہ فون کرو گے لیکن تم نے فون بھی نہیں کیا۔ مجھے تمہاری طرف سے تشویش تھی۔ اسی لیے چلی آئی۔" ایلسا نے کہا۔

"ڈوک مر چکا ہے۔" تھامس نے بتایا۔ پھر اسے احساس ہوا کہ برسوں کے بعد اس نے کسی کے سامنے یہ نام لیا ہے۔ یہ راز فاش کیا ہے لیکن اب فرق کیا پڑتا ہے۔ راز تو دو

آدمیوں کے درمیان ہوتا ہے۔اب دوسرا آدمی رہا ہی نہیں۔میرے بھائی کو کسی نے قتل کر دیا۔“ اس نے اضافہ کیا۔ ایلسا نفی میں سر ہلاتی رہی۔ وہ اس کی بات پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھی۔ ”یقین کر و ایلسا، یہ سچ ہے اور میں نڈھال ہو گیا ہوں۔تمہاری بے یقینی کا کیا مطلب ہے؟ کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ یا پاگل ہو گیا ہوں......؟“

”آئی ایم سوری۔“ ایلسا نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔”میں تمہاری طرف سے فکر مند تھی۔اب میں جا رہی ہوں لیکن یہ سب ہوا کیسے؟ یہ کیسا خوف ناک شہر ہے۔“

”وہ میری ماں تھی۔“ تھامس نے کہا۔ اگلے ہی لمحے اس کے منہ سے ہسٹیریائی قہقہے اُبل پڑے۔ وہ دیوانہ وار ہنسے جا رہا تھا اور ایلسا کی نگاہوں میں الجھن تھی۔ تھامس دیر تک ہنستا رہا۔ پھر اس کی دُھندلائی ہوئی آنکھیں شفاف ہو گئیں۔”میں پاگل نہیں ہوا ہوں۔ میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں اور مجھے تم سے محبت ہے...... لیکن نہیں۔ چند منٹ پہلے تھی۔ اب کا مجھے پتا نہیں۔ مجھے کچھ ہوش نہیں۔“

ایلسا آگے آئی۔ اس نے انگلی سے اپنے ہونٹوں کو اور پھر اسی انگلی سے تھامس کے ہونٹوں کو چھوا۔ پھر وہ پلٹی اور بھاگتی ہوئی زینے کی طرف چلی گئی۔ تھامس کمرے میں واپس چلا آیا۔

کچھ دیر بعد تفتیش کا دوسرا دور شروع ہوا۔ انچارج افسر تھامس کی طرف آیا۔ اس کے انداز میں احترام تھا۔ کچھ اور لوگ آ گئے تھے۔ اُن میں سے ایک نے چادر ہٹا کر ڈوک کا چہرہ دیکھا اور سر کو اثباتی جنبش دی۔ پھر وہ فون کی طرف بڑھا اور کوئی نمبر ڈائل کرنے لگا۔ تھامس کو اب بھی کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ یس سر...... اور کمانڈرز کے سوا وہ کچھ نہ سن سکا جو شخص فون کر رہا تھا، اس کے کریو کٹ بال تھے۔ عمر تیس کے لگ بھگ ہو گی۔

کچھ دیر بعد دوسرا شخص آیا۔ اس کے بال بھی کریو کٹ تھے۔ مگر وہ پہلے شخص سے مختلف تھا۔ اس کی عمر چالیس کے قریب تھی۔ آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی۔ اس نے پہلے ڈوک کا چہرہ دیکھا، پھر چادر ہٹا کر لاش کا تفصیلی جائزہ لیا۔

کسی نے گھات لگا کر حملہ کیا ہے جناب۔ پہلے کریو کٹ نے اظہارِ خیال کیا۔

”یا پھر ممکن ہے، یہ قاتلوں سے واقف رہا ہو۔“ نو وارد کریو کٹ نے کہا۔ اس کے

لہجے اور آواز میں ایسا تحکم تھا، جو تھامس کو اچھا نہیں لگا۔

''میرے لیے کیا حکم ہے؟'' پولیس کے افسر انچارج نے نووارد سے پوچھا۔

''تم جا سکتے ہو...... اپنے آدمیوں سمیت۔'' نووارد نے کہا۔ ''ایمبولینس بھجوا دینا۔''

''ایمبولینس آچکی ہے۔'' افسر انچارج نے کہا۔

کچھ دیر بعد اسپتال کی وردی میں ملبوس تین افراد ڈوک کی لاش اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ ڈوک رخصت ہو رہا تھا۔ پہلا کریو کٹ بالوں والا اسٹریچر کے آگے آگے تھا۔ تھامس کا دل پھٹنے لگا لیکن اس نے خود کو باندھے رکھا۔ وہ اجنبیوں کے سامنے اکلوتے بھائی کا سوگ نہیں منا سکتا تھا۔ یہ وہ مرحلہ تھا جو تنہائی کا متقاضی تھا۔

اب کمرے میں تھامس کے علاوہ صرف دوسرا کریو کٹ تھا۔ باقی سب لوگ جا چکے تھے۔ ''اب ہمیں گفتگو کرنی ہے۔'' کریو کٹ نے کہا۔ ''تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں؟''

تھامس نے کاٹ دار نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے کندھے جھٹک دیے۔ اُس کو تو ایلسا سے باتیں کرنے کو جی نہیں چاہا تھا، یہ شخص کون ہوتا ہے۔

''میں جانتا ہوں کہ یہ نامناسب وقت ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اپنے بھائی سے کس قدر قریب تھے۔''

''اچھا...... تم جانتے ہو؟'' تھامس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''تم کیا جانتے ہو؟ کیسے جانتے ہو؟ کیسے جان سکتے ہو؟'' تھامس جھنجلا گیا۔

''نہیں...... میں واقعی کچھ نہیں جانتا۔ جان بھی نہیں سکتا۔ میں تو بس تمہارے لیے مشکل مرحلے کو آسان بنانے کی کوشش......''

''کیسا مرحلہ...... کیسی مشکل؟ چکر کیا ہے؟ تم کس چیز کے کمانڈر ہو؟''

اس بار کریو کٹ بالوں والا بری طرح چونکا۔ ''تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں کمانڈر ہوں؟''

''تمہارے کریو کٹ بالوں والے ساتھی نے تمہیں کمانڈر کہہ کر پکارا تھا۔''

''اوہ...... یہ کوئی خاص بات نہیں۔ دراصل میں نیوی میں رہا ہوں۔ میں کمانڈر نہیں ہوں لیکن ماضی کے حوالے سے احتراماً مجھے اسی طرح پکارا جاتا ہے۔''

''فضول بکواس...... جھوٹ۔'' تھامس غرایا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر کریو کٹ بالوں والے نے کہا۔ ’’ٹھیک ہے۔ اب جھوٹی بکواس نہیں ہوگی لیکن یہ ذہن میں رکھنا کہ یہ گفتگو بہت اہم ہے۔ اب کمانڈر کے حوالے کو بھول جاؤ۔ میرا نام پیٹر جینوے ہے۔‘‘ کریو کٹ والے کے لبوں پر چمک دار مسکراہٹ اُبھری۔ ’’لیکن میرے دوست مجھے جینی کہتے ہیں۔ تم بھی مجھے جینی ہی کہو۔‘‘

’’لیکن میں تمہارا دوست نہیں ہوں۔‘‘ تھامس نے سرد لہجے میں کہا۔ اس نے جینی سے ہاتھ ملانا بھی پسند نہیں کیا۔

’’میں جانتا ہوں۔ اس وقت اہمیت صرف اس بات کی ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان گفتگو ضروری ہے۔‘‘ جینی نے خجالت سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

تھامس بیب کو افسوس ہونے لگا۔ ہاتھ ملانے میں کیا جاتا تھا۔ اسے جینی سے، گرم جوشی سے...... خیر دفع کرو ’لگتا ہے، تمہارے لیے ہر بات اہم ہے۔ ذرا اہمیت کی وضاحت تو کرو۔‘‘ اس نے کہا۔

’’میں چاہتا ہوں کہ تم خود کو میرے لیے دشوار ثابت نہ کرو۔ مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔‘‘

’’ابھی میں نے خود کو دشوار ثابت کرنے کی کوشش بھی شروع نہیں کی ہے۔‘‘ تھامس نے کہا۔ اس کی سمجھ میں خود بھی نہیں آرہا تھا کہ جینی کے ساتھ اس کا رویہ خراب کیوں ہے۔ شاید بات ضرورت کی تھی۔ اُسے تنہائی کی ضرورت تھی۔ وہ تنہائی میں بھائی کی موت پر آنسو بہانا چاہتا تھا جبکہ جینی اس کے اور تنہائی کے درمیان حائل تھا۔ ماں کے سوگ کے موقع پر وہ اتنا چھوٹا تھا کہ سوگ کا مطلب بھی نہیں سمجھتا تھا۔ باپ کے سوگ میں ڈوک اس کے ساتھ تھا لیکن اب ڈوک کی موت پر وہ تنہا تھا، اسے تنہا ہی اس کا سوگ منانا تھا۔ وہ تنہائی پسند تھا لیکن اب اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ تنہائی کس قدر خوف ناک چیز ہے اور اس کے باوجود کس قدر ضروری۔ وہ ڈوک کے ساتھ گزرے ہوئے خوش گوار لمحے دُہرانا چاہتا تھا۔ ان لمحوں میں پھر جینا چاہتا تھا۔ بات صرف آنسو بہانے کی نہیں تھی۔ اس نے ڈوک کے سامنے جو قہقہے لگائے تھے۔ انہیں بھی تو زندہ کرنا تھا۔

’’تم مجھ سے تعاون کرو گے؟ جینی نے پوچھا۔ تھامس خاموش رہا۔ جینی نے جھنجلا کر کہا۔ ’’دیکھو، نہ میں تاریخ کا کوئی اسکالر ہوں اور نہ ہی تمہارا حریف ہوں۔ اس کے باوجود

اگر تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ تم مجھ سے زیادہ اسمارٹ ہو تو وہ تم ثابت کر چکے ہو۔ تم جیت گئے، میں ہار گیا۔ کھیل ختم۔"

"تمہیں...... تمہیں میرے بارے میں کیسے پتا چلا؟ میرے مضمون کے بارے میں تمہیں کس نے بتایا۔

"یہ تمام وضاحتیں بعد میں ہوں گی۔ پہلے تم مجھے چند اہم سوالوں کے جواب دو گے۔ ٹھیک ہے؟"

"بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ تم اہم گفتگو کی بات کرتے ہو۔ حالانکہ تمہارے نزدیک گفتگو کا مطلب یہ ہے کہ میں بولوں اور تم سنو۔ جبکہ میرا بولنے کو جی نہیں چاہ رہا ہے۔ ابھی کچھ ہی دیر پہلے روئے زمین پر میرا واحد رشتے دار قتل ہوا ہے۔ ایسے میں کون باتیں کرنا چاہے گا!"

"ٹھیک ہے تم کپڑے بدلو۔ چاہو تو نہالو پھر کوشش کریں گے۔" جینی نے نرم لہجے میں کہا۔

"کپڑے بدل لوں؟" تھامس کے لہجے میں الجھن تھی۔ پھر اچانک اسے خیال آیا کہ وہ اب بھی ان کپڑوں میں ہے، جو ڈوک کے خون میں لتھڑے ہوئے ہیں۔ خون اب سوکھ چکا تھا، اس نے انگلیوں سے جمے ہوئے خون کو چھوا۔ اس نے سوچا، میں یہ کپڑے بچا کر رکھوں گا۔ جیسے میں نے ڈیڈی کا پستول سنبھال کر رکھا ہے۔ البتہ میرے پاس ممی کی کوئی یادگار نہیں۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" جینی نے پوچھا۔

تھامس پلکیں جھپکاتا رہا۔ اس کا سر روئی کے گالے کی طرح ہلکا پھلکا، بے وزن محسوس ہو رہا تھا۔ "میں ٹھیک ہوں۔" اُس نے رسمی انداز میں کہا۔

"میں اس قتل کے محرک کی تلاش میں ہوں۔ یقین کرو، قاتل کو بے نقاب کرنے کی جتنی خواہش تمہیں ہے، اتنی مجھے بھی ہے۔"

"مبالغہ آمیز جملے نہ ادا کرو۔ وہ میرا بھائی تھا، میرے لیے باپ کی جگہ تھا۔ اسی نے مجھے پالا۔ تمہارا تو میں نے کبھی نام بھی نہیں سنا۔ تمہیں اس کے قاتل کو بے نقاب کرنے کی خواہش کیوں ہوگی؟ ہوگی تو میرے موازنے کے قابل کیسے ہوگی؟"

جینی چند لمحے ہچکچایا، پھر بولا۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" اس کا لہجہ کچھ عجیب سا تھا۔

تھامس سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھتا رہا۔ ”بات یہ ہے کہ میں اور وہ ایک ہی پروفیشن میں تھے اور ایک دوسرے کو عرصے سے جانتے تھے۔“

”مجھے تو تم تیل کے بزنس سے متعلق نہیں لگتے۔“

”تم جو چاہو، سمجھ سکتے ہو۔ میں صرف قاتل کو کانا چاہتا ہوں۔ آج جو کچھ ہوا، مجھے وہ سب کچھ بتا دو۔“

”میں گھر پر تھا۔ وہ آیا اور مر گیا۔ پھر پولیس آئی، تم آئے مرنے والا میرا بھائی تھا اور اب تم مجھ سے پوچھ رہے ہو، کیا ہوا تھا۔“

”یہ سب کچھ تو نہیں ہے۔ مجھے تفصیل سے بتاؤ۔“ جینی نے کہا۔ ”یا یوں ہے کہ پہلے تم مجھ سے کچھ وضاحتیں چاہتے ہو؟“

”ہاں...... اور یہ بات اہم ہے۔“ تھامس نے سر ہلایا۔

جینی نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔ ”میں اسی مرحلے سے تو خوف زدہ ہوں۔ سب کچھ جاننا تمہارا حق ہے مگر حقائق تکلیف دہ ہیں۔ تمہارا بھائی تیل کے بزنس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔“

”کہاں کی ہانک رہے ہو؟“

”یہ حقیقت ہے۔ وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ تم جھکی ہو۔ مگر مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ تم زیادہ جھکی ہو۔“

”میرے بھائی نے کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔ میں اس کے متعلق سب کچھ جانتا ہوں۔“

”چلو، مان لیا۔ یہ بتاؤ، وہ کہاں رہتا تھا؟“

”واشنگٹن میں۔“

”اور واشنگٹن سرکاری شہر ہے۔ ہر اہم سرکاری محکمے کا مرکز واشنگٹن میں ہے۔ ہر محکمہ دوسرے محکمے سے چڑتا ہے۔ ایف بی آئی اور سی آئی اے کے درمیان چپقلش ہے۔ آرمی، نیوی اور ائیر فورس کی آویزشیں چلتی رہتی ہیں۔ یہ دراڑیں ہیں اور ہم ان دراڑوں کے درمیان رہتے ہیں۔ ہمیں ان رخنوں کو پر کرنے کے لیے منظم کیا گیا تھا۔ جب دراڑیں وسیع ہو جاتی ہیں تو محکموں کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ ایسے موقعوں پر ہم حرکت میں آتے ہیں۔“

تھامس کے نزدیک وہ نری بکواس تھی، سفید جھوٹ تھا" اس 'ہم' کی وضاحت کرو۔ یہ بھی بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

"یہی تو دشوار مرحلہ ہے تم میرے کوڈ ناموں کی تفصیل سن کر حیران رہ جاؤ گے۔ میں جس پیشے میں ہوں، وہاں پاس ورڈز کے بغیر آدمی ایک قدم نہیں چل سکتا۔" جینی نے کہا۔ "ہم ڈویژن ہیں۔ یہ معقول نام ہے۔ کیونکہ ہمارے وجود کا سبب محکمہ جاتی اختلافات ہیں۔"

"تم کیا کرتے ہو؟"

"ہمیں پرووائیڈر کہا جاتا ہے۔ فراہم کنندہ! میں پرووائیڈر تھا۔ اب ایگزیکٹو ہوں۔ اگر مجھ سے حماقتیں سرزد نہ ہوئیں اور میں طویل عمر جیا تو اوراوپر جاؤں گا۔ تمہارے بھائی کے قاتل کو تلاش کرنے میں کامیابی بھی میرے لیے ترقی کا زینہ ثابت ہوگی۔ تمہارا بھائی بھی پرووائیڈر تھا...... فراہم کنندہ۔"

"اور وہ کیا فراہم کرتا تھا؟"

"جس چیز کی ضرورت ہو۔"

"ان میں کوئی بری چیز نہیں ہو سکتی۔ میرا بھائی کسی کو تکلیف نہیں پہنچا سکتا تھا۔ تم کچھ بھی ہو، میں اس سے مختلف کوئی بات نہیں مانوں گا۔"

"اسکائیلا کا مطلب سمجھتے ہو؟"

"اٹلی کے سواحل پر ایک بہت بڑی چٹان کا نام ہے یہ۔"

"یہ تمہارے بھائی کا کوڈ نیم تھا" جینی نے کہا۔

تھامس کا دم گھٹنے لگا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ڈوک سے اس قدر بے خبر ہو۔ "تم میرے بھائی کو جاسوس ثابت کر رہے ہو۔ لفظ فراہم کنندہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"میں یہ بتا رہا ہوں کہ تم اپنے بھائی کو بالکل نہیں جانتے، وہ ٹاپ کلاس پرووائیڈر تھا۔ وہ اسکاچ پیتا تھا لیکن تمہارے سامنے صرف برگنڈی سے شوق کرتا تھا۔ وہ ہر طرح کی آتشیں اسلحے کے استعمال کا ماہر تھا لیکن تمہارے سامنے ننھا سا پستول دیکھ کر بھی ڈر جاتا تھا۔ وہ دنیا میں صرف ایک بات سے ڈرتا تھا۔ تمہارے سامنے اپنا اصل روپ لانے سے۔"

"کیوں؟"

''اسے خدشہ تھا کہ تم یہ بات پسند نہیں کرو گے۔''

''کمال ہے! میں تو اس کا نقال ہوں۔ میں اس کا لہجہ، اس کے الفاظ، اس کا ہر انداز کاپی کرتا رہا ہوں، میں...... میں......'' تھامس سے مزید بولا نہیں گیا۔ اس انکشاف نے اسے دہلا کر رکھ دیا تھا۔ ''یہ بتاؤ۔ کیا اب مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا ہے؟'' اس نے شکستہ لہجے میں پوچھا۔

''نہیں۔ یہ تو حقیقت کا ایک حقیر سا جزو ہے۔ اب میں تمہیں یہ یقین دلا دوں کہ ڈیو کی موت کے بارے میں اخباروں میں کچھ نہیں چھپے گا۔ ہم نے اس سلسلے میں تدبیر کر لی ہے۔''

تھامس کے لیے یہ ایک اور دھچکا تھا۔ ''کیا کہا تم نے؟ ڈیو...... ڈیو؟''

''ہاں۔ وہ اسی نام سے پکارا جانا پسند کرتا تھا۔ یہ اس کا درمیانی نام تھا نا۔ ہنری ڈیو ڈلیوی۔''

تھامس نے پشت گاہ سے ٹیک لگائی اور آنکھیں موند لیں۔ ''کمال ہے! ہم زندگی بھر ساتھ رہے۔ مگر میں نے کبھی اسے اس نام سے نہیں پکارا۔ میں پبلک میں اسے ہینک کہتا تھا اور خلوت میں ڈوک اور میں پبلک میں اس کے لیے ٹام تھا اور اکیلے میں بیب۔''

جینی چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ ''ڈنر سے شروعات کرو۔''

''ڈنر بہت اچھا رہا لیکن نہیں...... اچھا کہاں رہا۔ اب تو برسوں پرانی بات لگتی ہے۔ لوٹیس میں ڈوک، میں اور میری گرل فرینڈ ایلسا اوپل ملے۔'' تھامس نے کہا۔ اس نے ایلسا کا پتا اور فون نمبر دُہرایا۔ پھر حیرت سے بولا۔ ''تم نوٹس کیوں نہیں لے رہے ہو؟''

''میں ان میں سے کوئی بات کبھی نہیں بھولوں گا۔ یاد رکھنا یہ ہماری تربیت کا ایک حصہ ہے۔'' جینی نے کہا اور اب تک جو سنا تھا، لفظ بہ لفظ دُہرا دیا۔ ''اب آگے چلو۔ میں پوری توجہ سے سن رہا ہوں۔''

''ایلسا بہت حسین لڑکی ہے۔ ابتدا میں تو ڈوک اس پر مفتون ہوتا نظر آیا۔ پھر پتا چلا کہ وہ ایلسا سے حقائق اگلوانے کے لیے یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ اس نے پتا چلا لیا کہ ایلسا نے اپنی عمر غلط بتائی تھی۔ اس کا رویہ اتنا توہین آمیز تھا کہ ایلسا روتی ہوئی چلی گئی۔ پھر میرے اور ڈوک کے درمیان تلخ کلامی ہوئی۔ اس کے بعد میں بھی نکل آیا۔ میں یہاں آ کر ایلسا کے فون کا انتظار کرتا رہا۔ بالآخر ایلسا نے فون کیا اور اسی دوران ڈوک آ گیا۔ اس کے بعد جو کچھ

ہوا تمہیں معلوم ہے۔"

"اب تمہیں سب کچھ یاد کرنا اور دُہرانا ہے۔ سیڑھیوں پر خون ہی خون تھا۔ ثابت ہوا کہ وہ تم تک پہنچنے کے لیے سخت بے چین تھا۔ اس کی یقیناً کوئی وجہ ہوگی؟"

"ایسی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ ممکن ہے، اس نے یہاں کوئی چیز چھوڑی ہو۔ کوئی چیز چھپا کر رکھی ہو۔ اپنے نام بذریعہ ڈاک کوئی چیز بھیجی ہو۔"

"نہیں جناب...... ایسی کوئی بات نہیں۔" تھامس نے ذہن پر زور دیا۔ "یہاں اس کے سوٹ کیس کے علاوہ اس کی کوئی چیز نہیں۔ سوٹ کیس کا آپ خود جائزہ لے سکتے ہیں۔"

"وہ چلتے وقت دیکھوں گا۔ اب ذرا اس کی آمد کے بعد کی ہر بات...... ہر تفصیل دُہرادو۔"

"وہ اچانک ہی نمودار ہوا۔ اس نے دروازے سے ٹیک لگائی۔ پھر اس نے چیخ کر مجھے پکارا۔ 'بیب'۔ پھر وہ ڈھیر ہونے والا تھا کہ میں نے لپک کر اُسے سنبھال لیا۔ اسی دوران وہ ختم ہوگیا۔"

جینی نے اپنی آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے۔ آغاز تو مناسب ہے۔"

"آغاز! کیا مطلب؟ اب باقی کیا رہ گیا ہے؟"

"میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اس قسم کی صورتِ حال میں کوئی اہم بات دبی رہ جاتی ہے۔ اسی لیے بار بار دُہرانا پڑتا ہے۔ اسکائیلا کے قتل کی کوئی وجہ ہوگی۔ وہ قاتل کے متعلق کوئی اہم بات یقیناً جانتا ہوگا۔ قاتل نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ اسکائیلا کوئی تر نوالہ نہیں تھا۔ وہ یہاں جب بھی آتا تھا تمہارے پاس رہتا تھا اور وہ مرا بھی یہاں آکر۔ میں خود کو اس کے قاتل کی جگہ رکھ کر سوچوں تو مجھے یہ خیال آئے گا کہ اس نے وہ بات تمہیں بتادی ہوگی۔ ویسے مرتے وقت آدمی کی ذہنی کیفیت عجیب ہوتی ہے۔ بعض اوقات وہ سیدھی بات کرنے کے بجائے معمے بنا دیتا ہے۔ اگر میں نے اسے قتل کیا ہوتا تو میں تم سے پوچھ گچھ ضرور کرتا۔"

"لیکن میں تو پوری طرح بے خبر ہوں۔ میں کسی چیز میں ملوث نہیں ہوں۔"

"یہ بات میں جانتا ہوں اور تم جانتے ہو لیکن قاتل کی سمجھ میں کیسے آئے گی یہ بات؟"

تھامس سناٹے میں آگیا۔اس انداز میں تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔جینی نے اُسے پکارا۔وہ سر کو تفہیمی جنبش دے کر رہ گیا۔

''ٹام...... اب میں ایک ایسی بات کہنے والا ہوں، جو مجھے نہیں کہنی چاہیے اور میں ایسا دو وجوہ سے کر رہا ہوں۔اس لیے کہ یہ ممکن ہے۔دوسرے میں تمہیں ڈرانا چاہتا ہوں تا کہ تم میری ہدایات پر پوری طرح عمل کرو۔''

''ایک منٹ مسٹر جینوے۔میری بات سنیں۔میں ویسے ہی اعصاب زدہ ہو رہا ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی ہدایات کے خلاف عمل نہیں کروں گا۔

جینی نے اثبات میں سر ہلایا اور ڈوک کا سوٹ کیس پیک کرنے لگا۔''میں تمہیں یہ بتانا چاہ رہا ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا کچھ ہو سکتا ہے۔''

''کک...... کیا مطلب؟''

''میرا خیال ہے، قاتل تمہیں پکڑیں گے۔تم پر تشدد کر کے حقیقت اگلوانے کی کوشش کریں گے۔وہ تمہیں قتل کرنے کی کوشش بھی کر سکتے ہیں۔''جینی نے کہا اور پھر سوٹ کیس پر جھک گیا۔

سوٹ کیس پیک کر کے اس نے سر اٹھایا۔''یہ محض میرا اندازہ ہے۔ہمارے پیشے میں چھٹی حس کی بڑی اہمیت ہے۔ہم اپنے کسی آدمی کی موت کو...... اور موت سے پہلے کسی واقعے کو اتفاق نہیں سمجھتے۔ڈیو نے مجھے تم پر تشدد کے واقعے کے بارے میں بتا دیا تھا۔وہ تمہیں واشنگٹن لے جانا چاہتا تھا۔وہ سوٹ کیس لے کر دروازے کی طرف بڑھا پھر اس نے پلٹ کر کہا۔''میں کارلائل ہوٹل میں مقیم ہوں۔تم جب چاہو، مجھے فون کر سکتے ہو۔فون نمبر ہے 7441600، کمرہ نمبر 2101۔ اب غور سے سنو۔ہم اپنے طور پر تمہاری حفاظت کا بندوبست صبح سے پہلے نہیں کر سکتے۔اس وقت تک تم پولیس کی حفاظت میں ہو۔مجھے نیو یارک پولیس کی اہلیت پر کوئی شک نہیں لیکن تمہیں رات بھر دروازے کو مقفل رکھنا ہوگا۔''

''حفاظت کا بندوبست! یہ کیسی باتیں کر رہے ہو مسٹر جینوے۔'' تھامس بوکھلا گیا۔''تو کیا اب میں عمر بھر اس تحفظ کے سائے میں رہوں گا میری آزادی......''

''سنو لڑکے! ڈیو میرا بہت اچھا دوست تھا۔ہم دونوں بہت قریب تھے۔اب ہم جہنم

میں ملیں گے۔ وہاں مجھے اس کے سامنے کئی معاملات کی جواب دہی کرنا ہوگی لیکن میں نہیں چاہتا کہ وہ تمہیں تحفظ فراہم نہ کرنے پر میری ہڈیاں چبا ڈالے۔لہٰذا شٹ اپ۔ جیسا میں کہوں، ویسا ہی کرو۔"

"اگر تمہیں میری اتنی ہی فکر ہے تو مجھے تنہا کیوں چھوڑ رہے ہو؟" تھامس نے اعتراض کیا۔

"دیکھو...... قاتل تمہارے پیچھے نہ آئیں تو ہم انہیں تلاش کیسے کریں گے اور تم یہاں نہیں ہوئے تو یہ بات ان کے علم میں ہوگی اور وہ یہاں آنے کی زحمت نہیں کریں گے۔ تم موجود ہوئے تو ممکن ہے، وہ تم پر ہاتھ ڈالیں۔ وہ ہمارے طریق کار سے واقف ہیں۔ انہیں اندازہ ہوگا کہ ہم نے تمہاری حفاظت کا بندوبست کیا ہے لیکن تمہاری ضرورت شدید ہوئی تو وہ خطرہ مول لیں گے اور میرا اندازہ ہے کہ وہ تم تک پہنچنے کے لیے بے تاب ہیں۔"

"گویا تم مجھے بطور چارا استعمال کرنا چاہتے ہو۔"

جینوے پژمردہ ہوگیا۔"میں قاتل کو پکڑنا چاہتا ہوں۔ اس کی اس سے بہتر کوئی صورت مجھے نظر نہیں آتی۔ اگر تمہارے پاس کوئی تجویز ہو تو مجھے بتادو چاہو تو میرے ساتھ کارلائل چلو۔ میں تمہیں ایک کمرا لے دوں گا۔ پھر تمہیں واشنگٹن لے چلوں گا اور چھپائے رکھوں گا۔ جب یہ معاملہ سرد پڑ جائے گا تو تم آزاد ہو گے۔"

تھامس بیب کو فیصلہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی۔ اس نے کہا۔"میں ڈر نہیں رہا ہوں۔ صرف متجسس ہوں۔ میرے لیے تو یہ ایڈونچر ہوگا، جس کا کسی مورخ کو موقع نہیں ملتا۔ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں، وہ تو میں ویسے بھی کرتا۔ شام تک میرا یہاں سے نکلنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔" اس کے لہجے میں اعتماد تھا۔ اعتماد کا سبب ریوالور کی موجودگی تھی اور یہ کہ وہ نشانے کا کچا بھی نہیں تھا۔ پھر یہ کہ اس صورت میں اسے قاتلوں سے فوری انتقام کا موقع بھی مل سکتا تھا۔ کاش! جینوے کا اندازہ درست ہو، اس نے کپڑوں پر لگے ہوئے ڈوک کے خون پر ہاتھ پھیرتے ہوئے چا۔

"ٹھیک ہے۔ اب میں چلتا ہوں۔ تم دروازہ بند کرلو۔" جینی نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ تھامس نے دروازہ اندر سے مقفل کرلیا۔

❁ ❁ ❁

اب وہ تنہا تھا۔ ڈوک کا سوگ منا سکتا تھا۔ سوگ صرف ڈوک کا نہیں، ممی کا، ڈیڈی کا اور اپنا بھی تھا۔ کیونکہ اب دنیا میں اس کا کوئی نہیں تھا۔ وہ دیر تک اداس بیٹھا رہا لیکن اس کی آنکھوں میں نمی بھی نہیں اُتری۔ اچانک اس کی نظر کھڑکی پر پڑی۔ اس نے جلدی سے اٹھ کر کھڑکی کو چیک کیا۔ کھڑکی بند تھی۔ اس نے سکون کی سانس لی۔ کھڑکی آگ سے بچاؤ والے زینے کی طرف کھلتی تھی اور حفاظتی نکتہ نگاہ سے بے حد اہم تھی۔

وہ پھر کرسی پر آبیٹھا لیکن خواہش گریہ کے باوجود آنسو اس کی آنکھوں سے بہت دور تھے۔ وہ حالتِ سوگ میں نہیں تھا۔ اسکے جسم میں ایڈونچر کے تصور سے سنسنی دوڑ رہی تھی۔ وہ خطرے میں تھا۔ اس خیال سے اسے فخر کا احساس ہونے لگا۔ اب کبھی کوئی اسے بزدل نہیں کہہ سکے گا۔

وہ بیٹھا رہا۔ پھر اسے احساس ہوا کہ کوئی کھڑکی پر زور آزمائی کر رہا ہے۔ اس کا ردعمل بے حد معقول تھا۔ نہ وہ خوف زدہ ہوا، نہ اس نے چیخ ماری۔ وہ اپنی ڈیسک کی طرف لپکا اور دراز کھول کر ریوالور نکال لیا۔ سیفٹی کیچ ہٹا کر اس نے کھڑکی کا نشانہ لیا اس کے ہاتھ میں خفیف سی لرزش بھی نہیں تھی۔

مگر کھڑکی کے پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔ پرانی عمارتوں کے دروازے اور کھڑکیاں ایسی سرگوشیاں کرتے ہی رہتے ہیں اور پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ آوازیں اس کا وہم ہو۔ اس کے تخیل کا کرشمہ ہو۔ وہ ریوالور تانے بیٹھا رہا۔ اس لمحے نہ وہ خود کو احمق محسوس کر رہا تھا اور نہ ہی اُسے فخر کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ خوف زدہ تھا۔ اسے یاد تھا کہ خوف نے کس لمحے اس کے وجود میں نقب لگائی ہے۔ اس لمحے، جب اس نے ریوارلور تھاما تھا۔ اس لیے کہ ریوالور نے اسے حقائق یاد دلا دیے تھے۔ اس کا بھائی قتل ہو چکا تھا۔ اور اب اس کے قتل کا امکان بھی تھا۔ اس کا جسم پسینہ اُگلنے لگا۔

اسے گھٹن کا شدید احساس ہوا۔ وہ کھڑکی کھولنے کے ارادے سے بڑھا لیکن ٹھٹک گیا۔ کھڑکی نہیں کھولی جا سکتی تھی۔ قاتل عقبی زینوں سے اوپر آسکتا تھا اور کھڑکی کے ذریعے اندر۔ اس کی زبان خشک ہو کر تالو سے چپک گئی۔ حلق تر کرنے کے لیے کولڈ ڈرنک کی طلب ہونے لگی اس نے ریوالور جیکٹ کی جیب میں رکھا ...... بٹوا اور کمرے کی چابی لی اور کمرے

سے نکل آیا۔ اس کا دل گویا حلق میں دھڑک رہا تھا۔

زینے پر روشنی تھی لیکن اس کے خوف میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ وہ ہر آٹھ دس قدم چلنے کے بعد پلٹ کر دیکھتا۔ کچھ دیر پہلے ایڈونچر کے تصور سے ملنے والی خوشی ہوا ہو چکی تھی۔ اس نے جیکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ریوالور کا دستہ تھام لیا۔ نیچے اُتر کر اس نے باہر جھانکا اور سڑک کا جائزہ لیا۔ اسے توقع تھی کہ کوئی پولیس والا نظر آئے گا لیکن وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔

پھر اسے خیال آیا کہ اس وقت کوئی کولڈ اسپاٹ کھلی نہیں ہوگی۔ وہ واپس آ گیا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے دروازہ مقفل کیا، کھڑکی چیک کی، پھر باتھ روم میں جھانکا کہ کہیں کوئی چپکے سے گھس نہ آیا ہو۔ اس نے بیڈ کے نیچے بھی جھانکا۔ ریوالور اس نے نچلی دراز میں رکھا۔ پھر اس نے کارلائل ہوٹل میں جینوے کے کمرے کا نمبر ملایا۔ دوسری طرف سے جینوے کی آواز سنتے ہی اس نے خجالت آمیز لہجے میں کہا۔ ''میں تھامس لیوی بول رہا ہوں۔''

''کہو ٹام...... کیا بات ہے؟''

''نہیں، کوئی بات نہیں۔ کوئی خاص بات نہیں۔''

''دیکھو ٹام! یہ ناممکن ہے کہ تم نے بے سبب مجھے فون کیا ہو...... کوئی بات تو ہے۔''

''میں اب نہاؤں گا اور پھر سونے کے لیے لیٹوں گا۔ میں نے سوچا، آخری ہدایات لے لوں تم سے۔''

''جھوٹ بول رہے ہو۔''

حالانکہ جینوے اس سے میلوں دور تھا۔ پھر بھی تھامس کو اس کی آنکھیں اپنے وجود کو ٹٹولتی محسوس ہو رہی تھیں۔ ''تمہارے جانے کے بعد مجھے سنسنی آمیز مسرت کا احساس ہوا۔'' تھامس نے سوچ بولنے کا فیصلہ کیا۔ ''پھر مسٹر جینوے، اچانک مجھے خوف کا احساس ہونے لگا۔ میرا جی چاہا کہ کسی سے بات کروں۔ سو میں نے تمہیں فون کر لیا۔''

''تم اب بھی خوف زدہ ہو؟''

''نہیں پہلے میں نے اپنے خوف پر قابو پایا۔ تب تمہیں فون کیا۔ اب میں بڑی حد تک سنبھل گیا ہوں۔'' تھامس نے یقین دلانے کی کوشش کی۔

''کہو تو میں آ جاؤں تمہارے پاس؟'' جینوے نے پوچھا۔

''تو سر۔''

''کہو تو میں آؤں اور تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں؟''

''تو سر۔''

''یہ میں صرف ہمدردی میں نہیں کہہ رہا ہوں۔''

''شکریہ مسٹر جینوے۔ لیکن تم یہاں آ گئے تو قاتلوں کو پتا چل جائے گا کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ پھر وہ نہیں آئیں گے۔ جبکہ میں چاہتا ہوں کہ وہ آئیں اور پکڑے جائیں۔''

''لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ وہ آج رات کوشش نہ کریں۔ انہیں تو شاید اسکائیلا کی موت کا علم بھی نہیں ہوگا۔ جس مقام پر انہوں نے اس پر حملہ کیا تھا، وہ وہاں جا کر دوبارہ دیکھیں گے تو انہیں اسکائیلا نہیں ملے گا۔ نہ زندہ نہ مردہ۔ وہ چیک کریں گے اور اس میں وقت لگے گا۔ اس اعتبار سے تم میرے پاس آ جاؤ تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''مسٹر جینوے! شاید میں نے تمہیں اس لیے فون کیا ہے کہ باہر مجھے پولیس والے نظر نہیں آئے۔ میرے تحفظ کے لیے یہاں کوئی موجود نہیں۔''

دوسری طرف چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر جینی نے کہا۔ ''تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو یہ بات؟ کیا تم باہر گئے تھے؟''

تھامس گڑبڑا گیا۔ ''جی نہیں...... جی ہاں۔ بس ایک سیکنڈ کے لیے گیا تھا یہی دیکھنے۔ یقین کیجیے، یہاں کوئی پولیس والا موجود نہیں۔''

''ٹام! تمہارے محافظ تمہیں نظر نہیں آ سکتے۔ وہ اپنے کام میں ماہر ہیں۔ اب وہ تمہیں بتانے سے تو رہے کہ ٹام گھبرانا نہیں۔ ہم تمہاری نگرانی کر رہے ہیں۔''

''مجھے بہلانے کی کوشش نہ کرو مسٹر جینوے۔''

''میں تمہیں بہلا نہیں رہا ہوں۔ تم اس وقت میرے سامنے ہوتے تو میں بلا تکلف مرمت کر دیتا تمہاری۔ تم نے وعدہ خلافی کی ہے۔ میں نے تمہیں باہر نکلنے سے منع کیا تھا۔ تمہاری حفاظت پر جو لوگ مامور ہیں۔ وہ وردیوں میں نہیں ہیں اور ان کے متعلق کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا۔ میں صبح چھ بجے تمہارے پاس آؤں گا۔ پونے چھ بجے کا الارم لگا کر سونا۔ اگر مجھے کافی تیار نہ ملی تو تمہاری زندگی کو درحقیقت خطرہ لاحق ہوگا۔''

''شکریہ مسٹر جینوے۔''

اس کی ضرورت نہیں۔ میں تمہارے بھائی کا بہت اچھا دوست تھا۔''

ریسیور رکھ کر تھامس نے کپڑے اتارے اور باتھ روم میں چلا گیا۔ اس نے ٹب میں پانی بھرنے کے لیے نل کھولا۔ پھر اسے ریوالور کا خیال آیا۔ وہ سوچ کر الجھنے لگا کہ ریوالور باتھ روم میں اپنے پاس رکھے یا نہیں۔ لیکن اپنی اعصاب زدگی کے پیش نظر اس نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔ اس کیفیت میں تو اس ریوالور سے اسے خود بھی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ ٹب بھرنے کے بعد وہ کمرے سے ایک کتاب اٹھا لایا ٹب میں لیٹ کر مطالعہ کرنے میں اسے بہت زیادہ لطف آتا تھا۔

شب خوابی کا پاجامہ کھونٹی پر لٹکا کر اس نے باتھ روم کا دروازہ بند کرنے کے متعلق سوچا۔ وہ پھر خوف زدہ ہو گیا۔ یہ خیال آیا کیوں؟ پہلے تو کبھی اس نے باتھ روم کا دروازہ بند نہیں کیا تھا، بند کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ پھر اس نے سوچا، بند کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں۔ یہ بزدلی کا ثبوت تو نہیں ہے...... ہرگز نہیں......

وہ ٹب کے نیم گرم پانی میں لیٹ گیا۔ دونوں ہاتھ باہر نکال کر اس نے کتاب آنکھوں کے سامنے رکھی اور مطالعہ شروع کر دیا۔ ایک باب پڑھنے کے بعد اس نے دوبارہ اس کا مطالعہ کیا۔ اس کی توجہ پوری طرح کتاب پر مرکوز تھی۔ پھر اچانک وہ ٹھٹھر کر رہ گیا۔ کلک...... عجیب سی آواز تھی۔ دہشت کے بارے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ یہی بہت تھا کہ کتاب اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹی تھی۔ وہ غور کرتا رہا۔ یہ طے تھا کہ آواز باتھ روم کے باہر سے آئی تھی۔ سوال یہ تھا کہ آواز تھی کس چیز کی؟ خالی کمرے میں کسی آواز کا کیا کام۔ پھر اسے خیال آیا کہ عمارت پرانی ہے۔ ایسی عمارتوں میں ہر چیز چرچراتی ہے۔

لیکن وہ چرچراہٹ کی آواز نہیں تھی۔ ایسا لگا تھا، جیسے کسی نے سوئچ آف کیا ہو۔ اس نے باتھ روم کے دروازے کی نچلی جھری سے اندازہ لگانے کی کوشش کی باہر کمرے میں اندھیرا ہے یا اُجالا۔ ویسے وہ تمام بتیاں روشن چھوڑ کر باتھ روم میں آیا تھا۔

دروازے کی نچلی جھری سے نہ اندھیرے کا پتا چل رہا تھا، نہ اُجالے کا۔ اس نے خود کو سمجھایا۔ وہ کوئی بچہ تو نہیں کہ ذرا سی آہٹ سے ڈر جائے۔ کمرے میں چار بتیاں روشن

تھیں جب تک کلک کی چار آوازیں سنائی نہیں دیتیں، صورتِ حال کو سنگین قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس نے ہر خوف ذہن سے جھٹک کر مطالعہ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

کچھ دیر بعد آواز پھر سنائی دی۔ کلک...... اس بار وہ بری طرح بدکا۔ اس نے کتاب ایک طرف رکھی اور سماعت پر زور ڈالا۔ لیکن ہر طرف سناٹا تھا۔ اگر وہ آوازیں وہم نہیں تھیں تو اس کا مطلب تھا، دو بتیاں بجھ چکیں۔ دو بتیاں ابھی باقی تھیں۔ کلک کی دو آوازوں کے بعد حقیقی خطرہ سامنے آتا۔ اگر کوئی خطرہ واقعتاً لاحق تھا تو......!

کلک کی تیسری آواز سنتے ہی اس نے پھر مطالعہ شروع کر دیا۔ حالانکہ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ تنگ آ کر اس نے آنکھیں موندلیں۔ اب وہ روس کی تاریخ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ دعا بھی مانگ رہا تھا کہ چوتھی آواز نہ سنائی دے۔ پھر اچانک کلک کی چوتھی آواز سنائی دی۔

اس نے کتاب ایک طرف رکھ دی۔ اب مجھے کلک کی پانچویں آواز بھی سنائی دے گی۔ اس نے خود سے کہا اور اگر پانچویں آواز سنائی دی تو اس کا مطلب ہوگا کہ پچھلی آوازیں فریب سماعت تھیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوگا کہ میرا اکمرا اب بھی روشن ہے اور دیکھ لینا، کلک کی پانچویں آواز یقیناً سنائی دے گی۔ اس کا منطقی ذہن اُسے یقین دلا رہا تھا کہ ایسا ہی ہوگا لیکن آدمی اپنی زندگی کو منطق کے رحم وکرم پر چھوڑ دے تو یہ بھی بے یقینی کی دلیل ہے۔

اور اگر پانچویں کلک نہیں سنائی دی تو؟

اسے صرف اتنا کرنا تھا کہ باتھ روم میں بند رہے۔ دروازہ اتنا کمزور بھی نہیں کہ آسانی سے ٹوٹ جائے۔ دروازہ پرانا ہے مگر مضبوط ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ دشمن دیو قامت ہو۔ پھر اسے خیال آیا کہ ممکن ہے، دشمنوں میں کوئی دروازے توڑنے کا ماہر ہو، تب بھی وہ یہ دروازہ آسانی سے نہیں توڑ سکے گا۔

''بچاؤ...... بچاؤ......'' تھامس نے تجرباتی طور پر چیخ ماری۔ اسی وقت کلک کی آواز سنائی دی۔ اس نے سکون کا سانس لی اور خدا کا شکر ادا کیا۔ دیواریں چوڑی تھیں۔ اس کی چیخ باہر نہیں سنائی دی ہوگی۔ سنائی دی ہوتی اور کوئی آتا تو بھی کیا فرق پڑتا۔ وہ صاف انکار کر سکتا تھا۔ میں تو نہیں چیخا تھا۔ کوئی اور چیخا ہوگا۔ ویسے اب پانچویں آواز کے بعد ڈرنے کی کوئی بات

نہیں تھی۔اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔

اچانک ایک مختلف اور عجیب سی آواز اُبھری۔تھامس بیب نے اپنی سانسیں روک لیں اور ساعت پر روز دیا۔کوئی باتھ روم کے دروازے کے قبضے نکال رہا تھا۔

''بچاؤ......'' تھامس چلایا لیکن آواز پھنسی پھنسی تھی۔اس نے دوبارہ کوشش کی۔ ''بچاؤ...... مجھے بچاؤ...... بچاؤ......'' اب وہ حلق پھاڑ کر چنگھاڑ رہا تھا۔اس بار باہر...... کمرے کی طرف سے جو آواز سنائی دی،اس نے اُسے لرزا دیا۔پہلی بار اسے پوری طرح ادراک ہوا کہ وہ بدترین صورتِ حال سے دوچار ہے۔

اس کے کمرے سے کان پھاڑ دینے والی موسیقی کی آواز بلند ہو رہی تھی۔موسیقی کے اس شور سے اس کی چیخ باہر نہیں پہنچ سکتی تھی۔اب مدد کے لیے اس کی ہر پکار بے کار تھی۔باتھ روم کے دروازے سے مسلسل کھرچے جانے کی آواز آرہی تھی۔دروازے کے قبضے علیحدہ کیے جارہے تھے۔

وہ ٹب سے نکلا۔اس نے اپنے دفاع کے لیے کسی چیز کی تلاش میں ادھر اُدھر نظر ڈالی لیکن وہاں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔اسے خود پر غصہ آنے لگا۔اگر اسے الیکٹرک شیور استعمال کرنے کی عادت نہ ہوتی تو اس وقت اس کے پاس کم از کم ایک اُسترا تو ہوتا۔ریوالور موجود تھا مگر پہنچ سے دور۔درمیان میں حملہ آور حائل تھے۔

اس نے تیزی سے کچھ سوچنے کی کوشش کی۔مگر اس کے سوا کچھ سجھائی نہ دیا کہ بے کار مباش کچھ کیا کر...... کے مصداق پاجامہ پہن لے۔برہنہ تن مرنا تو بے حد نامناسب ہے۔

''بچاؤ...... مجھے بچاؤ...... بچاؤ۔'' اس نے ایک بار پھر چلانا شروع کیا۔موسیقی کا شور کچھ اور بڑھا دیا گیا۔اس نے شور بھی اسی لیے مچایا تھا۔یہ اس کی آخری امید تھی۔آدھی رات کے بعد موسیقی کا یہ پُرشور سیلاب پڑوسیوں کو جگا سکتا تھا اور وہ احتجاج کے طور پر مداخلت ضرور کرتے۔وہ یہ شور رکوانے کے لیے اس کا دروازہ پیٹ ڈالتے۔

پھر اُسے ایک اور خیال سوجھا۔اگر وہ دروازے کھول کر میز کی طرف لپکے تو یہ حملہ آوروں کے لیے نہایت غیر متوقع حرکت ہوگی۔قسمت نے ساتھ دیا تو وہ دراز سے ریوالور نکال سکے گا۔اب عمل کا اچانک پن ہی اسے بچا سکتا تھا۔اس نے پھر بچاؤ، بچاؤ کا غلغلہ مچایا

اور دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھا۔ شور مچاتے مچاتے اچانک اس نے دروازہ غیر مقفل کیا اور اُسے چوپٹ کھول دیا۔ اب وہ ڈیسک کی طرف جست لگانے کے لیے تیار تھا لیکن اپنی جگہ منجمد ہو کر رہ گیا۔

لنگڑا اس کا رستہ روکے کھڑا تھا۔ چوڑے کندھوں والے نے اسے دوبارہ باتھ روم میں دھکیل دیا۔ تھامس کو پارک والا خوف ناک تجربہ یاد آ گیا۔ ایک بار پھر اسی انداز کی مرمت کا تصور ہی روح فرسا تھا۔ اس نے مداخلت کی کوشش کی۔ مگر چوڑے کندھوں والا دیکھتے ہی دیکھتے اس پر چھا گیا۔ باتھ روم کی لائٹ آف کر دی گئی۔ اب موسیقی کی سماعت شکن آواز کے سوا کہیں کچھ نہیں تھا۔ چوڑے کندھوں والنے نے تھامس کو ٹب میں گرا دیا۔ ہاتھ پاؤں چلاتے ہوئے تھامس کو احساس ہو گیا کہ اس بار وہ اس کی مرمت کرنا نہیں چاہتے بلکہ اسے ڈبو دینا چاہتے ہیں۔

چوڑے کندھوں والے کی گرفت بہت سخت تھی۔ پانی میں اس کا دم گھٹنے لگا۔ اس کی سماعت معطل ہو گئی تھی۔ موسیقی کی آواز اس کے لیے مر چکی تھی۔ وہ بے سود ہاتھ پیر چلاتا رہا۔ اس کی جدوجہد دم توڑ رہی تھی۔ ایسے میں ایسے خیال آیا کہ جینوے کے خیال کے مطابق یہ وہی لوگ ہو سکتے ہیں، جنہوں نے ڈوک کو قتل کیا تھا۔ ڈوک کی یاد آتے ہی اس کے جسم میں ایک نئی قوت کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ اس نے زور لگایا اور اپنا سر پانی سے نکال لیا۔ باتھ روم پھر موسیقی سے بھر گیا۔

لیکن یہ محض ایک لمحے کی بات تھی۔ چوڑے کندھوں والے کے بڑے بڑے ہاتھوں نے اسے ایک بار پھر آبی اندھیرے میں دھکیل دیا۔ تھامس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ موت اس طرح زیرِ آب اسے دبوچ لے گی۔ اسے پھندا لگا۔ اس کا منہ کھلا۔ پانی اس کے پیٹ میں اُترنے لگا۔ ہاتھوں کی آہنی گرفت نے اسے پانی کے اوپر نہیں آنے دیا۔ کتنی بھیانک موت ہے۔ یہ اس کی آخری سوچ تھی۔

✿ ✿ ✿

اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو کرسی سے بندھا پایا۔ وہ تنہا تھا...... اور زندہ بھی۔ اس نے پلکیں جھپکائیں۔ کمرا بہت زیادہ روشن تھا۔ وہ تفصیلی جائزہ نہیں لے سکتا تھا۔ کیونکہ بندشیں بہت سخت تھیں۔ گیلے کپڑوں کی وجہ سے وہ یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ زیادہ دیر بے ہوش نہیں رہا ہے۔ کمرے میں کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ مگر وہ یقین سے کہہ سکتا تھا کہ رات ابھی

تمام نہیں ہوئی ہے۔

عقب سے کسی نے کہا۔"اسے ہوش آگیا۔" پھر لنگڑا سامنے آیا اور گھورنے لگا۔ قدموں کی آہٹ ابھری اور کرسی کے دوسری طرف چوڑے کندھوں والا نمودار ہوا۔اس کے ہاتھوں میں دُھلے ہوئے سفید تولیے تھے۔کئی تولیے۔"لاؤ.....تولیے مجھے دو۔" لنگڑے نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔تولیے لینے کے بعد وہ بولا۔"اس کا سر مضبوطی سے پکڑے رہو۔ ہلنے نہ دینا۔"

عقب سے قدموں کی آواز اُبھری۔تھامس نے واضح طور پر دیکھا کہ چاپ سن کر دونوں بدمعاشوں کے جسم تن سے گئے۔آنے والا مضبوط جسم کا مالک تھا۔اس کا سر انڈے کی طرح شفاف تھا۔اس کی آنکھیں نیلی اور چمک دار تھیں۔اس کے ایک ہاتھ میں تہ کیا ہوا تولیا تھا اور دوسرے میں سیاہ چرمی بیگ۔اس نے اشارہ کیا کہ لیمپ کو کرسی کے قریب لایا جائے۔ لنگڑے نے تیزی سے تعمیل کی۔

"کوئی خدشہ لاحق ہے؟" گنجے نے تھامس سے پوچھا۔تھامس بری طرح گڑبڑایا۔ اس کے حلق میں لایعنی آوازیں نکلیں۔ گنجے نے سوال دُہرایا۔

"کیا؟" تھامس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کوئی خدشہ لاحق ہے مجھے؟"

"میں سمجھا نہیں۔ کیسا خدشہ؟"

"کوئی خطرہ؟" گنجے نے زور دے کر کہا۔ لہجے میں تحمل اور ٹھہراؤ تھا۔

"آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے؟"

گنجے کے لہجے میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔سوال بھی وہی تھا۔تھامس کی آواز بلند ہو گئی۔"جب تک میں آپ کا سوال نہیں سمجھوں گا، جواب کیسے دوں گا۔"

"کوئی خدشہ لاحق ہے؟ گنجا بدستور ڈٹا ہوا تھا۔

"میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"کوئی خدشہ لاحق ہے مجھے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ کیا آپ بہرے ہیں۔ میری بات کیوں نہیں سنتے آپ!"

تھامس جھنجلا گیا۔

"کوئی خطرہ ہے! ایسا لگتا ہے کہ گنجا ان تین جملوں کے سوا کچھ نہیں بول سکتا۔ آواز اور لہجے میں میکانیکی یکسانی تھی۔

تھامس کو یہ تشدد کا کوئی نیا اور غیر مروجہ طریقہ محسوس ہوا۔ "نہیں...... کوئی خطرہ نہیں۔ کوئی خدشہ نہیں۔ اب تو میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

گنجے نے پھر میکانیکی انداز میں اپنا سوال دُہرایا۔

"تمہیں یہ جواب پسند نہیں آیا۔ اب میں اثبات میں جواب دوں گا۔ خطرہ ہے خدشہ لاحق ہے تمہیں۔"

"کوئی خطرہ ہے؟ گنجے کی آواز اور لہجے کا سکون اب بھی موجود تھا۔ مگر اس بار انداز میں قطعیت تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کیا سننا چاہتے ہو؟"

اس بار گنجے نے اشارہ کیا۔ چوڑے کندھوں والا آگے بڑھا اور تھامس کے سر کو دونوں ہاتھوں سے جکڑ لیا۔ لنگڑا لیمپ کو کرسی کے بہت قریب لے آیا۔ اس دوران گنجے نے اپنا سیاہ چرمی بیگ کھولا اور تولیے کو پھیلا لیا۔ چند لمحے بعد تھامس کو تولیے پر چند چمک دار ٹول نظر آئے۔ وہ ڈرل نما تھے۔ ایسے ڈرل دندان ساز استعمال کرتے ہیں۔

کمرے میں گرمی تھی۔ گنجے کو پسینہ آ رہا تھا۔ اس نے ایک ڈرل منتخب کیا۔ لنگڑے نے ایک تولیے سے اس کی پسینے سے تر پیشانی پونچھ دی۔ چوڑے کندھے والے نے تھامس کے سر سے ہاتھ ہٹایا اور زبردستی اس کا منہ کھول دیا۔ گنجے نے دندان سازوں والا آئینہ لگایا، ایک اور ٹول منتخب کیا اور کام میں لگ گیا۔

تھامس کی حیرت کی کوئی حد نہیں تھی۔ گنجا اس کے دانت صاف کر رہا تھا۔ پھر اس نے تھامس کے منہ میں ایک ٹول ٹھونسا اور ادھر ادھر ہلکی ضربیں لگتے ہوئے اس کے دانت ٹٹولنے لگا۔ تھامس نے سوچا، یہ زبردستی کا دندان ساز خواہ مخواہ گلے پڑا ہے۔ خدا جانے، کیا فیس وصول کرے گا۔ شاید خراب دانت کی فلنگ بھی کرے گا۔ اس کا جی قہقہہ لگانے کو مچلنے لگا۔

لیکن قہقہہ لگانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ صورتِ حال خوف زدہ کر دینے والی تھی۔ کسی

خوف ناک فلم جیسی۔اسے موہوم سا احساس تھا کہ کوئی خوف ناک بات ہونے والی ہے۔ کیا ہونے والا ہے؟ یہ بات اس کے شعور تک نہیں پہنچ رہی تھی۔نہ اس خوف ناکی کا کوئی احساس ہورہا تھا۔شاید گنجا چاہتا بھی یہی تھا کہ اسے کسی ان جانے خوف میں مبتلا کردے۔مگر کیوں؟

تھامس کو احساس تھا کہ وہ خوف زدہ ہے لیکن اپنے خوف کو گنجے سے چھپانے کی کوشش کررہا ہے۔اس نے گنجے کی آنکھوں میں جھانکا حالانکہ سوچ رہا تھا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ گنجے نے اب تک اُسے کوئی تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔حالانکہ پہنچا سکتا تھا۔اُلٹا اس نے اس کا خراب دانت تلاش کیا تھا۔اب وہ کھوکھلے دانت پر دندان ساز کا بھرائی والا چمچہ استعمال کررہا تھا مگر اتنی احتیاط سے کہ تھامس کو ذرا بھی تکلیف نہیں ہوئی۔سن کرنے کی ضرورت بھی نہیں پڑی۔

گنجا اب کھوکھلے دانت کا اندرونی حصہ چمچے سے کھرچ رہا تھا۔بڑی نزاکت سے۔ تھامس اس کی مہارت کا قائل ہوگیا۔گنجے کا ارتکاز بھی بلا کا تھا۔اب تک اس نے پلک بھی نہیں جھپکائی تھی۔خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔اس کی انگلیاں تیزی اور مہارت سے حرکت کررہی تھی۔چند منٹ بعد اس نے ہاتھ روکا ایک اور ٹول سنبھالا اور تھامس سے پوچھا۔ ''کوئی خدشہ ہے؟ لہجہ اب بھی نرم تھا۔

''میں آپ کو بتا چکا ہوں اور پھر بتا رہا ہوں۔خدا کی قسم! آپ کے اس سوال کا میرے پاس جواب نہیں ہے۔''

گنجے نے بڑی خاموشی سے سوئی جیسا باریک ٹول تھامس کے کھوکھلے دانت کی جیتی جاگتی رگ میں اتار دیا۔تھامس کا دماغ بھق سے اڑ گیا۔زندگی میں کبھی اتنی شدید تکلیف کا تجربہ اُسے نہیں ہوا تھا۔اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ غیر ارادی تھی۔گنجے نے ٹول والا ہاتھ کھینچ لیا۔چوڑے کندھوں والے نے تیزی سے تھامس کا منہ بند کیا۔اس کی چیخ اندر ہی گھٹ کر رہ گئی۔

گنجے نے اور زیادہ مہربان لہجے میں پوچھا۔''کوئی خطرہ ہے؟''

تھامس ننھے بچوں کی طرح سسک رہا تھا۔اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، جن پر اس

کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ ’’مجھے نہیں......‘‘

اس بار گنجے کا اوزار اس کے کھوکھلے دانت میں اور نیچے تک اُتر گیا۔ چوڑے کندھوں والے نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی اس کا منہ کھول دیا ہے۔ تھامس بے ہوش ہونے والا تھا۔ مگر اس سے پہلے ہی گنجے نے ٹول والا ہاتھ کھینچ لیا۔ یوں تھامس بے ہوشی کی مہربان آغوش میں اترنے سے محروم رہ گیا۔ گنجے نے اسے بغور دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تاسف تھا، جیسے وہ درد اور اذیت کے اس روپ سے بہ خوبی واقف ہو۔ اپنے کام کا تو وہ ماہر تھا ہی۔ جانتا تھا کہ کب اسے ہاتھ روک لینا چاہیے۔ اس نے تولیے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اور ایک بوتل اٹھالی۔ ’’یہ لونگ کا تیل ہے۔‘‘ اس نے نرم لہجے میں کہا اور اپنی انگلی کی بالائی پور پر تھوڑا سا تیل لگایا۔ چوڑے کندھوں والے نے زور لگا کر تھامس کا منہ کھولا۔ گنجے نے اس کے کھوکھلے دانت پر انگلی رکھ دی۔ تھامس خوف سے لرزنے لگا۔ لیکن اس بار کچھ نہیں ہوا۔ گنجا کھوکھلے دانت پر انگلی پھیرتا رہا۔ تھامس کے دانت کا درد جادوئی طریقے سے غائب ہو گیا۔

’’ہے نا شاندار چیز؟‘‘ گنجے نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ’’لونگ کے تیل کے بے شمار فوائد ہیں۔ نتائج بھی حیرت انگیز ہوتے ہیں۔‘‘

تھامس نے اس کی انگلی چاٹی اور پھر اپنے کھوکھلے دانت پر زبان پھیری۔ درد بالکل غائب ہو گیا۔ اس کی سانسیں معمول پر آ گئیں۔

’’زندگی اتنی ہی آسان اور پرسکون ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ ہم ایسا ہونے دیں۔‘‘ گنجے نے کہا۔ لنگڑے نے تولیے سے پھر اس کی پیشانی پونچھی۔ ’’تم ایک ذی ہوش نوجوان ہو۔ تمہیں برے بھلے کی تمیز ہے۔‘‘ گنجے نے اپنی بات جاری رکھی۔ ’’میرا خیال ہے، تمہیں میرا طریق تشدد اچھا نہیں لگا ہوگا۔ اس سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ سوچ سمجھ کر جواب دو۔ کوئی خطرہ لاحق ہے مجھے؟‘‘

’’میری بات تو......‘‘

’’میں نے کہا نا، جلد بازی نہ کرو، سوچ سمجھ کر جواب دو۔‘‘

چند لمحے بعد تھامس نے کہا۔ ’’میں......‘‘ نیلی آنکھیں اس کے وجود میں اُتری جا رہی تھیں۔ ’’تمہیں مطمئن نہیں کر سکتا۔ اس لیے کہ میری سمجھ میں تمہارا سوال ہی......

پلیز......ایسا نہ کرنا......پلیز......"

اس کے احتجاج کے باوجود چوڑے کندھوں والے نے اس کا منہ کھول دیا۔ گنجے کا ٹول والا ہاتھ حرکت میں آیا۔ نوکیلا اوزار کھوکھلے دانت میں قیامت برپا کرنے لگا۔ وہ اوپر والا دانت تھا۔ تھامس کو ایسا لگ رہا تھا کہ گنجے کا ڈرل اس کے دماغ میں اُتر کر ہی دم لے گا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے اعصاب جواب دے گئے۔ نیم بے ہوشی کے عالم میں اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ اسے احساس ہوا کہ اس کے ہاتھ پیر کھولے جا رہے ہیں۔ پھر گنجے کی آواز اُبھری۔ "کارل اسے فاضل کمرے میں لے جاؤ۔ لونگ کا تیل بھی لے جاؤ اور ہوش میں لانے والی دوائیں بھی۔ جلدی کرو۔ ابھی مجھے اس پر اور کام کرنا ہے۔"

"آپ کا کیا خیال ہے۔" لنگڑے نے دندان ساز سے پوچھا۔ "اسے معلوم ہے؟"

"یقینی طور پر معلوم ہے لیکن ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔" گنجے نے کہا۔ چند لمحے خاموشی رہی۔ پھر تھامس نے اس کی آواز میں اپنی زندگی کے خوف ناک ترین الفاظ سنے۔ "مجھے ڈر ہے کہ اس بار اسے سچ مچ اذیت سہنا ہوگی۔"

چوڑے کندھے والے نے جس کا نام کارل تھا، اسے کسی کھولتے کی طرح اٹھایا اور کمرے سے نکال آیا۔ دوسری کمرے میں اس نے تھامس کو بستر پر پٹخا اور تیز خوشبو والی کوئی چیز اس کی ناک سے لگا دی۔ تھامس کھانسنے لگا۔ اس نے رُخ بدلنے کی کوشش کی مگر کارل اسے جکڑے ہوئے تھا۔ بالآخر تھامس کی آنکھیں کھل گئیں۔ کارل نے لونگ کے تیل کی شیشی اس کی طرف بڑھائی اور لونگ کے تیل کے دو قطرے اس کی انگلی پر انڈیل دیے۔ "اپنی مدد آپ کرو۔"

تھامس نے متاثرہ دانت پر انگلی پھیری۔ پھر انگلی کو چاٹا اور زبان سے دانت کو سہلانے لگا۔ درد فوراً ہی معدوم ہو گیا۔ اس کے باوجود وہ دانت پر زبان پھیرتا رہا۔ وہ اندر ہی اندر لرزتا رہا۔ اب مجھے سچ مچ اذیت سہنا ہوگی۔ اب تک جو کچھ ہوا مذاق تھا۔ تو اذیت کیسی ہوگی؟ وہ لرزتا رہا۔

پھر اچانک اس کی جان میں جان آئی۔ اسے پہلے تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ شاید وہ اس کے خوفزدہ ڈوبتے ذہن کا کرشمہ تھا لیکن وہ کوئی ڈوبتا اُبھرتا منظر نہیں تھا، جسے وہم قرار دے کر مسترد کر دیا جاتا۔ اسے کارل کے عقب میں جینوے دبے قدموں بڑھتا نظر آیا۔

اس کے ہاتھوں میں چاقو تھا۔ چاقو پر اس کی گرفت بہت مضبوط تھی۔

❁ ❁ ❁

تھامس کو احساس تھا کہ اسے نظریں ملانے سے گریز کرنا ہے۔ صرف جینوے ہی سے نہیں بلکہ کارل سے بھی۔ کارل اس کی آنکھوں میں دس فٹ دور اپنی طرف بڑھتے ہوئے جینوے کا عکس دیکھ سکتا تھا۔ اس نے فرش پر نظریں جمائیں اور اپنی لرزتی ہوئی انگلی آگے بڑھاتے ہوئے گڑگڑایا۔ ''ایک قطرہ لونگ کا تیل اور......'' جواب میں کارل نے تیز بو والی دوا اس کی ناک سے لگا دی تھامس پر پھر کھانسی کا دورہ پڑا اور وہ لوٹ پوٹ ہو گیا۔ اس نے چور نگاہوں سے جینوے کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ آگے بڑھ آیا تھا۔ اب وہ کارل سے سات آٹھ فٹ دور تھا۔

تھامس نے اسے پیش قدمی کرتے دیکھا اور جلدی سے نظریں چرا لیں۔ ''خدا کے لیے...... مجھے لونگ کا تیل......'' وہ پھر گڑگڑایا۔

اس بار کارل نے اس کی انگلی پر ایک قطرہ تیل ٹپکا دیا۔ تھامس نے کھوکھلے دانت پر انگلی پھیری۔ پہلی بار اسے احساس ہو رہا تھا کہ شدید اذیت کے فوراً بعد یک لخت آرام آنا بھی تکلیف دہ ہوتا ہے اور پھر ابھی اسے یہ ظاہر کرنا تھا کہ تکلیف باقی ہے۔ ورنہ کارل اسے پھر کرسی پر پہنچانے پر تل جاتا اور اس صورت میں جینوے کی امدادی مہم فیل ہو جاتی۔

دوسری طرف جینوے نہ جانے کیوں دیر لگا رہا تھا۔ تھامس نے ایک اور نگاہ کا خطرہ مول لیا۔ جینوے اب کارل کے اور نزدیک پہنچ چکا تھا۔ مگر کارل ابھی اس کے وار کی زد میں نہیں تھا۔ تاہم وہ جس طرح دبے قدموں، کوئی آہٹ پیدا کیے بغیر بڑھ رہا تھا، تھامس اس پر اسے دل ہی دل میں سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے نگاہ نیچی کی اور دانت پر زبان پھیرنے لگا۔

جینوے اب صرف تین فٹ دور تھا۔ تھامس نے کارل کا دھیان بٹانے کے لیے اس سے پھر لونگ کا تیل طلب کیا۔ لیکن اس کی آواز ضرورت سے زیادہ بلند تھی۔ ساتھ ہی اس کی نگاہ بھی بہکی اور جینوے کی طرف اٹھ گئی۔ کارل نے پلٹ کر جینوے کو دیکھا۔ پھر وہ حرکت میں آیا۔ اس کا منہ بھی کھلا......

جینوے نے اتنی تیزی سے دیکھا کہ تھامس کی نظر دھندلا کر رہ گئی۔ اس نے بائیں

ہاتھ سے کارل کی گردن کو گرفت میں لیا اور اسے زمین سے بلند کرلیا پھر اس کا داہنا ہاتھ حرکت میں آیا کارل بچوں کی طرح چیخا۔ جینوے نے چاقو باہر کھینچ لیا۔ اس نے یقینی طور پر کارل کے دل کو عقب سے نشانہ بنایا تھا۔

جینوے نے تھامس کو سہارا دے کر کھڑا کیا اور اسے دروازے کی طرف لے چلا۔ دروازہ کھلا کر اس نے باہر سڑک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''بھاگو...... جاؤ۔''

اسی وقت ہال کی سمت سے لنگڑا نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔ جینوے نے بڑی پھرتی سے ریوالور نکالا۔ نہ صرف نکالا بلکہ یکے بعد دیگرے کئی فائر بھی کردیے۔ پھر وہ لپک کر تھامس سے آملا، جو گرتے پڑتے آگے بڑھ رہا تھا۔ باہر اندھیرا اور سناٹا تھا۔ تھامس کو اس جگہ کی پہچان نہ ہوسکی۔ موقع بھی نہیں تھا۔ جینوے اُسے بے دردی سے ایک کار کی طرف دھکیل رہا تھا۔ ''عقبی نشست پر جھک کر لیٹ جاؤ۔ سر نہ اٹھنے پائے تمہارا۔'' اس نے چیخ کر تھامس کو ہدایت دی۔

چند لمحے بعد کار تاریک رات کا سینہ چیرتی آگے بڑھ رہی تھی۔ ''اوکے بوائے۔ اب کڑیاں مل رہی ہیں۔ میری بات غور سے سننا۔ مداخلت ہرگز نہ کرنا......'' جینوے نے کہا۔

''پہلے مجھے کچھ بتاؤ۔ میں اٹھ کر بیٹھ سکتا ہوں؟ کیا وقت ہوا ہے؟ ہم کہاں ہیں؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور ہاں......تم نے میری زندگی بچائی ہے شکریہ۔'' تھامس نے پہلے ہی مرحلے میں بات کاٹ دی۔

''میں نے تم سے کہا تھا، میری بات نہ کاٹنا......''

''سوری! میں جانتا ہوں، یہ بدتمیزی تھی۔ مگر میں زندگی بچانے پر تمہارا شکرگزار ہوں۔''

''تم نے پھر وہی حرکت کی۔'' جینوے جھنجلا گیا۔ ''خیر......اگر میں تمہارے سوالوں کے جواب دے دوں تو اس کے بعد تو تم خاموشی سے میری بات سنو گے؟''

''میں...... میں پوری کوشش کروں گا۔''

''کیا ہو رہا ہے کا جواب یہ ہے کہ مجھے نہیں معلوم۔'' جینوے نے کہا۔ ''بس اتنا خیال رکھو کہ تمہارا سر کھڑکی سے نظر نہ آنے پائے۔ ہم اس وقت ہڈسن کے کنارے، شہر کے

مغربی حصے میں ہیں، جہاں گودام واقع ہیں۔اس وقت چار بجے ہیں۔ میں نے تمہاری زندگی بچائی ہے مگر اس کے عوض مجھے تمہارے شکریے کی نہیں تمہاری خاموشی کی ضرورت ہے۔تم چپ رہ سکتے ہو؟"

"یس سر۔" تھامس نے جلدی سے کہا۔ وہ کار کی عقبی نشست پر دُہرا ہوا پڑا تھا۔

جینوے نے پوری رفتار سے موڑ کاٹا۔ کار ایک لمحے کے لیے غالباً دو پہیوں پر رہی۔ ٹائر بری طرح چیخے۔"جس شخص کو میں نے شوٹ کیا ہے، وہ کارل کا کزن اور باس تھا۔اس کا نام ارہارڈ تھا۔" جینوے نے بتایا۔" وہ دونوں دماغ سے محروم ہیں۔ لیکن ہدایات کے مطابق عمل کرنے کی اہلیت سے مالا مال ہیں۔تم نے کبھی جوزف مینگل یا کرسچن زیل کا نام سنا ہے؟"

تھامس چند لمحے ذہن پر زور دیتا رہا۔ پھر بولا۔"نہیں......کبھی نہیں۔"

"عجیب تاریخ داں ہو تم!" جینوے بھنا گیا۔"تم نے ہٹلر کے سوا کسی جرمن کا نام نہیں سنا؟"

"سنا ہے۔ایک مارٹن بورمین بھی تھا۔"

"وہ مرچکا ہے۔ حالانکہ اس کے متعلق افواہ ہے کہ وہ زندہ ہے لیکن وہ مرچکا ہے۔ نازیوں کو ڈھونڈنے والی تنظیم کا بھی یہی خیال ہے اور انہیں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال زیل اور مینگل زندہ ہیں۔ وہ اہم ترین نازیوں میں سے ہیں۔"

تھامس خاموش پڑا رہا۔ وہ بہت بے آرامی محسوس کر رہا تھا۔ کار کو جب بھی کوئی جھٹکا لگتا۔اس کے دانت سے ٹیسیں اٹھنے لگتیں۔

"وہ اس لیے زندہ ہیں کہ دوسروں سے زیادہ چالاک اور ہوشیار تھے۔" جینوے نے اپنی بات جاری رکھی۔"انہیں جڑواں فرشتے کہا جاتا تھا۔ مینگل موت کا فرشتہ تھا اور زیل سفید فرشتہ۔ سفید فرشتہ اس لیے کہ اس کے بال قبل از وقت سفید ہو گئے تھے۔ اور بہت اچھے لگتے تھے۔ مینگل طب کا ڈاکٹر بھی تھا اور اس نے پی ایچ ڈی بھی کیا تھا۔ اسے زیل کی ڈمی قرار دیا جاتا تھا۔اب یہ بھی سن لو کہ بڑے عہدوں پر فائز نازی بے حد دولت مند تھے، اتنے کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ گوئرنگ نے 45ء میں خودکشی کی۔اس سے پہلے وہ یہودیوں کے قبضے میں

موجود پینٹنگز جمع کرتا رہا تھا۔اس کی موت کے وقت اس ذخیرے کی مالیت بیس کروڑ ڈالر تھی۔ آج کی قیمت کا خود اندازہ لگا لو۔''

کارکوز بردست جھٹکا لگا۔تھامس کراہ کر رہ گیا۔اس نے بڑی مشکل سے اپنی چیخ روکی تھی۔

''اب جڑواں فرشتوں کی سنو۔'' جینوے نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔''مینیگل پیدائشی طور پر دولت مند تھا لیکن زیل کو دولت کے حصول کے لیے جدوجہد کرنا پڑی۔ زیل جتنا خوش شکل تھا، مینیگل اتنا ہی بدہیئت تھا۔اسی لیے اسے ہروقت اپنی شکل بدلنے کی پڑی رہتی تھی۔اس نے انسانوں پر عجیب عجیب خوفناک تجربات کیے۔ سرجری کی عجیب عجیب کوششیں کیں۔وہ خود کو خوش شکل نہیں بنا سکتا تھا،لہٰذا دوسروں کو بدہیئت بنانے کی کوشش کرتا تھا۔ خیر...... مینیگل کا تذکرہ چھوڑو۔ ہمارے لیے کرچن زیل زیادہ اہم ہے۔ وہ غریب تھا۔ قدرتی طور پر اس نے سونے سے آغاز کیا۔ جلد ہی یہ خبر عام ہو گئی کہ زیل کو سونا دے کر خریدا جا سکتا ہے۔ یہ افواہیں خود اسی نے پھیلائی تھیں۔ابتداء میں اس نے سونے کے عوض کچھ لوگوں کو جرمنی سے نکل جانے کا موقع بھی دیا۔تا کہ افواہوں میں جان پڑ سکے۔ چنانچہ متمول یہودی اپنی دولت لے کر اس کے پاس آنے لگے تا کہ زندگی خرید سکیں لیکن وہ بد نصیب اپنے ہیرے جواہرات دے کر بھی صرف موت خرید پاتے تھے۔ زیل ان سے دولت لے کر انہیں مروا دیتا تھا۔

''مینیگل کا تجرباتی کیمپ دہشت کی علامت تھا۔اسی حوالے سے وہ موت کا فرشتہ کہلاتا تھا۔ اس نسبت سے زیل کو زندگی کا فرشتہ سمجھا جاتا تھا۔ مینیگل کے خوف کے مارے بدنصیب زندگی خریدنے کے لیے زیل کے پاس آتے تھے۔ یہ ان کی مجبوری تھی۔ وہ مجبور تھے کہ زیل پر اعتماد کریں۔ یوں زیل کی دکان داری چمک اٹھی۔ سمجھ گئے یہاں تک؟''

''سمجھ تو گیا لیکن ان تمام باتوں سے اپنا تعلق سمجھ میں نہیں آتا۔'' تھامس نے کہا۔

''ابھی چند ہفتے پہلے ایک حادثے میں زیل کا باپ مر گیا۔''

''تو پھر؟'' تھامس کے لہجے میں الجھن تھی۔

''زیل نے سونے سے شروعات کی تھی اور بعد میں ہیروں کی طرف راغب ہو گیا

تھا۔ ہر چیز کے بدلے اس نے ہیرے لیے 45ء میں اس نے اپنے باپ کو کسی نہ کسی طرح جرمنی سے نکلوادیا۔ اس کا باپ نیو یارک آ گیا۔ یہاں یارک ول میں اس کی بہن رہتی تھی۔ اس نے اپنا نام بدل لیا اور یہیں اقامت اختیار کرلی۔ زیل کے ہیرے اسی کے قبضے میں تھے۔ زیل نے صرف ضرورت بھر ہیرے اپنے پاس رکھے تھے، جن کی مدد سے وہ جنوبی امریکا پہنچا۔ ابتدا میں وہ ارجنٹائن میں رہا پھر پیرا گوئے آ گیا۔ اس نے ہیرے باپ کے پاس رہنے دیے تا کہ گرفتاری کی صورت میں وہ اس کے پاس سے برآمد نہ ہوں۔ بلکہ وہ ان کے زور سے آزادی خرید سکے۔ اس کے باپ نے ہیرے لاکر میں رکھوا دیے تھے۔ زیل کو جب ضرورت ہوتی۔ وہ باپ تک اطلاع پہنچوا دیتا۔ وہ ہیرے نکلوا کر بیچ کے آدمی کے سپرد کر دیتا۔ بیچ کے آدمی کے ذریعے ہیرے ڈیلر تک پہنچتے جو انہیں دنیا بھر میں جہاں اس وقت ان کی سب سے زیادہ مانگ ہوتی وہاں فروخت کرتا۔ رقم زیل تک پہنچ جاتی۔ یہ شاندار سیٹ اپ تھا لیکن پھر کار کے حادثے میں زیل کا باپ مارا گیا۔ سمجھے؟ لاکر صرف اسی کا ہوتا ہے، جس نے اُسے کرائے پر لیا ہو۔ یا اُس کی موت کی صورت میں اس کے وارث کا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ لاکر پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔ زیل اپنے باپ کا وارث ہے اور وہ ہیرے اسے صرف اسی صورت میں مل سکتے ہیں کہ وہ بینک جائے، لاکر کھولے اور ہیرے نکال لائے۔ امریکا آنا اس کے لیے خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ مگر اس خطرے سے بچنے کے لیے زیل اتنی بڑی دولت سے دست بردار بھی نہیں ہو سکتا۔"

"مسٹر جینوے...... تم نے کہا تھا 'قدرتی طور پر اس نے سونے سے آغاز کیا' اس کا کیا مطلب ہو؟" تھامس نے پوچھا۔

"یہودی اپنے گھروں میں اتنا سونا نہیں رکھتے۔ جتنا منہ میں رکھتے ہیں، دانتوں کے طلائی خول کی شکل میں۔" جینوے نے وضاحت کی۔ "اور زیل دندان ساز تھا۔"

تھامس نے عقبی نشست سے سر اُبھارتے ہوئے کہا۔ "مسٹر جینوے...... زیل امریکا پہنچ چکا ہے۔ وہ یہاں موجود ہے۔"

جینوے نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ ایک لمحے بعد وہ پھر ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "نہیں...... البتہ ہم نے اس سلسلے میں کچھ سنا ہے۔" اس نے کہا اور کچھ توقف کے بعد

پوچھا۔ ''تم نے یہ بات کس بنیاد پر کہی؟''

''اس بنیاد پر کہ میں نے کارل اور ارہارڈ کے ہاتھوں نہیں، ایک دندان ساز کے ہاتھوں بدترین تشدد جھیلا ہے......''

''کہتے رہو......'' اس بار جینوے کے لہجے میں سنسنی تھی۔

''وہ مجھ سے ایک ہی بات پوچھے جا رہا تھا...... کوئی خدشہ ہے...... کوئی خدشہ لاحق ہے مجھے؟ کوئی خطرہ ہے......''

جینوے نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''اس کی آنکھیں نیلی تھیں؟ بال سفید تھے؟ کیسا لگتا تھا وہ؟''

''ہاں...... اس کی آنکھیں نیلی تھیں لیکن سر انڈے کی طرح چکنا اور شفاف تھا۔ وہ اتنا مہربان لگتا تھا کہ جب اس نے مجھے تکلیف پہنچائی تو مجھے یقین ہی نہیں آیا۔''

''میں سمجھ گیا۔'' جینوے نے ہیجانی لہجے میں کہا۔ ''وہ تم سے پوچھ رہا تھا۔ 'مجھے بینک جانا چاہیے یا نہیں۔ وہاں مجھے کوئی خطرہ تو لاحق نہیں؟' اُسے ڈر ہو گا کہ بینک سے نکلتے ہی کوئی اس سے ہیرے نہ چھین لے۔ کروڑوں ڈالر مالیت کے ہیرے ہیں وہ، اور لٹنے کی صورت میں وہ فریاد بھی نہیں کر سکتا۔ اس کا مطلب ہے، وہ اس وقت امریکا میں ہے اور خوف زدہ ہے۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھا کہ میں کیوں اس مصیبت میں پھنسا ہوں!''

''اس کا خیال ہے کہ تمہارے بھائی نے مرنے سے پہلے تمہیں کچھ بتایا ہو گا۔''

''تمہارا مطلب ہے، ڈوک سے اس کا کچھ تعلق تھا؟'' تھامس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں۔ ہمارا کام اسی نوعیت کا ہے کہ بعض اوقات ہمیں ڈبل ایجنٹ بننا پڑتا ہے، بعض اوقات ہمیں اپنے ملک کی ہدایت پر دوسرے ملکوں کو اپنے راز فروخت کرنا ہوتے ہیں۔ وہ ایسے راز ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح پہلے ہی دشمنوں تک پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ یہ عجیب کھیل ہے۔ زیل اب تک اس لیے بچا رہا کہ وہ نازیوں کی مخبری کرتا رہا ہے۔ وہ اب تک کم از کم پچاس نازیوں کو پکڑوا چکا ہے۔ تمہارا بھائی زیل کے ہیروں والے سیٹ اپ میں شامل تھا۔ ارہارڈ، زیل کے باپ سے ہیرے لے کر تمہارے بھائی کو دیتا تھا۔ تمہارا بھائی یورپ کے

سفر کے دوران ان ہیروں کو ایڈن برگ میں نوادرات کے کسی ڈیلر تک پہنچاتا تھا۔ برسوں سے یہ افواہ عام ہے کہ تمہارا بھائی بیچ میں رقم اُڑا لیتا تھا۔ یعنی پانچ لاکھ کے ہیرے بیچے اور زیل کو ساڑھے چار لاکھ تھما دیے۔ زیل کے لیے وہ اس اعتبار سے ناگزیر تھا کہ ہیروں کی مارکیٹ کے اتار چڑھاؤ سے بخوبی واقف تھا۔ اب تم یہ سسٹم سمجھ گئے ہونا! سینٹرل پارک میں تم پر تشدد سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کیا گیا تھا۔ انہیں یقین تھا کہ تم بھائی کو خط لکھو گے اور وہ پریشان ہو کر نیویارک دوڑا چلا آئے گا، اپنی قتل گاہ کی طرف اور پھر ایجنٹوں کے لیے پریشانی مہلک ثابت ہوتی ہے۔ پریشانی کے عالم میں وہ پوری طرح اپنا دفاع نہیں کر سکتے۔ ڈیو کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ ورنہ وہ زیل کے قابو میں آنے والا ہرگز نہیں تھا۔'' اس نے توقف کیا، پھر اچانک بولا۔ ''ٹام، ایک بات پوچھوں۔ سچ سچ بتاؤ گے نا؟''

''جو چاہو پوچھ لو مسٹر جینوے۔''

'میں زخموں کی نوعیت کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں۔'' جینوے نے سنگین لہجے میں کہا۔ ''میں نے تمہارے بھائی کی لاش کا معائنہ کیا تھا۔ زخم اتنا کاری تھا کہ اسے جائے واردات ہی پر مر جانا چاہیے تھا لیکن وہ تم تک پہنچا۔ اس کا مطلب ہے، اس کی جینے کی خواہش بہت شدید تھی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں کوئی اہم بات بتانا چاہتا تھا۔ وہ خود بھی جانتا ہوگا کہ وہ بچ نہیں سکتا۔ اس نے اتنی جدوجہد بے سبب نہیں کی ہوگی۔ اگر اس نے چیخ کر تمہیں پکارا تو تمہیں کچھ بتایا بھی ہوگا۔ سمجھ رہے ہو میری بات؟ مجھے بتا دو، اس نے تمہیں کیا بتایا تھا؟''

''خدا کی قسم، میں نے کچھ نہیں چھپایا۔ میں تمہیں سب کچھ بتا چکا ہوں......''

''سنو اب وہ مر چکا ہے۔'' جینوے نے اس کی بات کاٹ دی۔'' اب اسے تمہارے تحفظ کی ضرورت نہیں۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو چکا ہے۔ اور میں اس کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ وہ خطرناک تھا، ڈبل ایجنٹ تھا، چور تھا، جنسی بے راہ روی کا شکار تھا۔ لہٰذا اس کی بتائی ہوئی کوئی بات میرے لیے بھیانک نہیں ہو سکتی۔ خدا کے لیے ...... مجھے بتا دو۔ ہمارا سابقہ ایک نازی سے ہے، ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا ہے۔ اس کے لیے مجھے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ اس نے مرتے وقت تم سے کیا کہا تھا۔ بتاؤ۔'' اب وہ تقریباً چیخ رہا تھا۔

''کچھ نہیں...... ڈوک نے مجھے نہیں بتایا......''

''لعنت ہو تم پر۔'' جینوے نے کہا اور پوری قوت سے بریک لگائے۔ کار جھٹکے سے رک گئی۔

تھامس نے سر اٹھا کر دیکھا اور ہکا بکا رہ گیا۔ وہ جہاں سے چلے تھے، وہیں موجود تھے۔ ارہارڈ اور کارل ان کے منتظر تھے۔

''میں اس سے کچھ نہیں اُگلوا سکا۔'' جینوے نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ ''اسے زیل کے سپرد کر دو۔''

''نہیں۔'' تھامس حلق کے بل چلایا۔ ''انہیں تم قتل کر چکے ہو۔''

''تم بہت جلد بھروسا کر لیتے ہو۔ یہ خامی کسی دن تمہیں مروا دے گی۔'' جینوے نے کہا۔

کارل نے تھامس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ مزاحمت کا کوئی موقع نہیں تھا۔ چند لمحے بعد وہ پھر اسی کرسی سے بندھا پڑا تھا۔

✿ ...... ✿ ...... ✿

''جلدی کرو۔'' جینوے نے کارل اور ارہارڈ کو مخاطب کیا، جو تھامس کو کرسی کے ساتھ جکڑ رہے تھے۔ ''تم میں سے کوئی ایک جائے اور زیل کو بلا لائے۔''

کارل نے تند نگاہوں سے جینوے کو دیکھا۔ ''تم مجھے حکم دینے والے کون ہوتے ہو؟''

''سنو...... سنو......'' ارہارڈ جلدی سے ان کے درمیان آ گیا۔ ''ہمارے پاس فضول باتوں کا وقت نہیں ہے۔''

تھامس بیب، جینوے کو گھورے جا رہا تھا۔ ''تو سب کچھ جھوٹ تھا نا؟'' اس نے جینوے سے پوچھا۔ ''ڈوک تمہارا دوست تھا، نہ ساتھی؟''

''اسکائیلا بے وقف تھا اور بے وقوفی ہی اُسے لے ڈوبی۔ اس نے بارہا محبت کی مگر اُسے وفا کبھی نہیں ملی۔ میں بھی پہلے بزنس اور بعد میں ذاتی خوشی کا قائل ہوں۔'' جینوے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے، اسے زیل سے کس نے متعارف کرایا ہوگا؟ میں نے ہی اسے زیل سے متعارف کرایا تھا۔ میری ہی وجہ سے وہ بیچ کا آدمی بنا تھا۔''

ہال کی جانب سے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ آہٹ سنتے ہی کارل اور اہارڈ کے جسموں میں تناؤ محسوس ہوا۔ کچھ یہی حال جینوے کا بھی تھا۔

''اب میں جا رہا ہوں۔'' جینوے نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔ اب کمرے میں تھامس بیب، زیل کے ساتھ تنہا تھا۔ پرانا منظر پھر لوٹ آیا تھا۔ صاف ستھرے تولیے، قریب رکھا ہوا لیمپ، سیاہ چرمی بیگ۔ زیل سنک کے پاس کھڑا ہاتھ دھو رہا تھا۔ ہاتھ دھو کر اس نے تولیے سے خشک کیے۔ پھر لیمپ کی روشنی میں انہیں پھیلا کر بغور دیکھنے لگا۔ پتا نہیں، ہاتھوں پر اسے کیا لگا نظر آیا۔ بہرحال وہ دوبارہ سنک کی طرف گیا، دوبارہ ہاتھ دھوئے، پونچھے اور واپس آیا۔ ''دراصل میں بہت نفاست پسند آدمی ہو، جہاں میں رہتا ہوں، وہاں میری اپنی دھوبن ہے۔'' اس نے کہا۔ پھر اچانک بولا۔ ''تو تم اسکائیلا کے بھائی ہو۔'' تھامس بیب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ زیل نے بات آگے بڑھائی۔ ''پلیز...... یہ گفتگو کے لیے مناسب وقت ہے۔ یقین کرو، اذیت کا بیشتر اوقات ذہن سے تعلق ہوتا ہے اور تم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ تمہارا سابقہ کس قسم کی اذیت سے پڑنے والا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ جی بھر کے باتیں کرلو۔ پہلے میں تمہیں وضاحت سے سمجھا دوں۔ ارہارڈ پر چلائی گئی گولیاں خالی کارتوس تھے۔ چاقو ایسا تھا کہ اس کا پھل کسی چیز سے ٹکراتے ہی دستے کی طرف واپس ہو جاتا ہے۔ بہرحال وہ ڈراما تمہارے لیے بے حد موثر ثابت ہوا ہوگا۔ ہے نا!'' تھامس نے آنکھیں بند کرلیں۔ ''ٹھیک ہے تم مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتے تو نہ کرو۔'' زیل نے مزید کہا۔ ''میں اس سلسلے میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں۔ بہرحال، مجھے تو تمہارے دانتوں سے دلچسپی ہے۔ اس بار میرا ڈرل زیادہ گہرائی میں اُترے گا۔''

تھامس جھرجھری لے کر رہ گیا۔ اس بار اس نے لب کشائی کی۔ ''تمہارے لہجے سے اندازہ نہیں ہوتا کہ تم جرمن ہو۔ حالانکہ کسی جرمن کے لیے یہ چھپانا مشکل ہوتا ہے۔''

زیل مسکرا دیا۔ ''جینوے نے مجھے خبردار کر دیا تھا کہ تم بہت چالاک ہو۔ پھر بھی مجھے اس قسم کے آغازِ گفتگو کی توقع نہیں تھی۔ میں سمجھا تھا، تم پوچھو گے...... آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ یہ سلوک کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ؟ لیکن تم نے اپنے وقار کا خیال رکھا۔ میں تمہاری جرات کو سلام کرتا ہوں۔''

''بات یہ ہے کہ تاریخ داں ہونے کی حیثیت سے زبانوں سے میرا خاص تعلق ہے۔ ویسے میرے متعلق آپ کے عزائم کیا ہیں؟'

''میں تمہیں اذیت پہنچاؤں گا۔'' زیل نے بے حد سکون سے کہا۔ ''میں بچہ تھا تو دانتوں کی ایک خوفناک بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا۔''

''نفسیات بھی میرا مضمون رہا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ذہن کی ہر گرہ کا تعلق عام طور پر بچپن سے ہوتا ہے۔ اذیت کی نوعیت کے سلسلے میں وضاحت نہیں کریں گے آپ؟''

''مجھے کھو کھلے دانتوں سے خصوصی دلچسپی ہے۔ ویسے تم مجھے پاگل سمجھ رہے ہو گے؟'' زیل نے کہا۔ تھامس نے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ ''اب تمہارے دانت کی تکلیف اور بڑھ گئی ہو گی؟'' اس بار تھامس نے اثبات میں سر ہلایا۔ ''تم سوچ رہے ہو گے کہ کوئی نہ کوئی تمہیں بچانے آئے گا۔'' تھامس نے پھر سر کو اثباتی جنبش دی۔ ''ممکن ہے اگرچہ مشکل ہے۔ پھر بھی آدمی کو امید سے دست بردار نہیں ہونا چاہیے۔'' زیل کے ناصحانہ انداز میں کہا۔ ''امید تکلیف میں اضافہ کرتی ہے۔ امید نہ ہو تو آدمی ہار بیٹھتا ہے۔ اسے تکلیف کا احساس بھی نہیں رہتا۔ تم جیسے لوگوں سے حقیقت اگلوانا کوئی آسان کام نہیں۔''

''میں حقیقت بتا چکا ہوں۔'' تھامس نے کہا۔ ''آپ کو بھی اور مسٹر جینوے کو بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔''

''میں تمہارے بھائی کو بہت اچھا معاوضہ دیتا تھا لیکن وہ ناقابل اعتبار ثابت ہوا۔ ویسے دولت کے سلسلے میں یہودی ہوتے ہی ناقابل اعتبار ہیں۔ اسکائیلا نے برسوں میرے لیے کام کیا لیکن میرے باپ کے مرتے ہی صورت حال بدل گئی۔ تمہارے بھائی نے مجھے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، جب میں بینک سے ہیرے لے کر نکلتا۔ کیا خیال ہے تمہارا؟''

''مجھے اس سلسلے میں کچھ معلوم نہیں۔''

''میں تمہاری بات پر یقین کر سکتا۔ تمہارے بھائی پر اعتبار کیا جا سکتا تھا کیونکہ وہ دولت کا بھوکا تھا۔ میرے لیے اس کی اہمیت یہ تھی کہ ہیرے لانے، لے جانے کے دوران کوئی مائی کا لال نہ اس پر ہاتھ ڈال سکتا تھا، نہ اسے لوٹ سکتا تھا۔ میں اسے معاوضہ دیتا تھا مگر اس وقت بات ہزاروں ڈالر کی تھی جبکہ اب معاملہ کروڑوں ڈالر کا ہے۔ ہزار لینے والے کو جب

کروڑ نظر آنے لگیں تو اس کا دل بے ایمان ہو ہی جاتا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ تم پر جان چھڑکتا تھا اور اس نے تمہاری بانہوں میں ہی دم توڑا۔ تم بتا سکتے ہو کہ میرے اور میرے ہیروں کے بارے میں اس نے کیا عزائم تھے۔ وہ مجھے تنہا لوٹنا چاہتا تھا یا اس کا ساتھی یا اس کے ساتھی، مجھے لوٹنے کی کوشش کریں گے؟ یہ بات جاننا میرے لیے بہت ضروری ہے اور یہ بات مجھے صرف تم بتا سکتے ہو۔''

تھامس کے دانت سے اب ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ سوچنا دوبھر ہو رہا تھا۔ ''مجھے کچھ معلوم نہیں۔'' اس نے دہرایا۔

''اب میں آخری بات تم سے پوچھ رہا ہوں۔ بینک سے ہیرے نکالنے کے بعد کوئی خطرہ لاحق ہے مجھے۔ کوئی خدشہ ہے لٹنے کا؟''

تھامس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ خاموش رہا۔ چند لمحے بعد اس نے زیل کو سیاہ چرمی بیگ کھول کر ایک ڈرل نکالتے دیکھا۔ وہ لرز کر رہ گیا۔

''تم سوچ رہے ہو گے کہ بدقسمتی سے مجھے ایک کھوکھلا دانت میسر آ گیا ہے۔ یہ دانت نہ ہوتا تو میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔'' زیل نے کہا۔ ''لیکن یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ میں تمہیں بتا دوں کہ تمہارا کھوکھلا دانت تمہاری خوش قسمتی کی علامت ہے۔ یہ بات تمہاری سمجھ میں ابھی نہیں آئے گی۔''

تھامس کا دل سینے میں یوں پھڑ پھڑایا، جیسے کسی بھی لمحے پسلیوں کا پنجرہ توڑ کر باہر نکل آئے گا۔ زیل نے کارل کو آواز دی۔ کارل آیا تو اس نے اُسے دروازہ بند کر کے تھامس کا سر سختی سے جکڑے رہنے کی ہدایت دی۔ ''اس بار معاملہ نازک ہے کارل۔ اس کے سر کو ذرا سی جنبش بھی نہ ہو۔''

کارل نے اپنے ہاتھ تھامس کی کنپٹیوں پر رکھے اور اسے پوری طرح بے بس کر دیا۔ تھامس پھٹی پھٹی آنکھوں سے ڈرل کو دیکھتا رہا۔

''ڈرل کی نوک ہیرے کی ہے۔'' زیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنے استعمال میں آنے والے آلات کے معیار کا خاص خیال رکھتا ہوں۔ اب تم تیار ہو جاؤ۔ پچھلی

بار میں نے جس رگ میں ڈرل اتارا تھا۔ وہ تقریباً مردہ تھی۔ پوری طرح سے جیتی جاگتی رگ کیا قیامت ڈھاتی ہے، اس کا اندازہ تمہیں کچھ دیر میں ہو جائے گا۔"

"کیا؟ آپ میرے صحت مند دانت کو تباہ کریں گے؟"

"ہاں۔ ایک منٹ بھی نہیں لگے گا۔ صحت مند دانت میں ڈرل کرنا کچھ دشوار نہیں۔ البتہ ڈرل گرم ہو جائے گا اور یہ بات تمہارے لیے اور تکلیف دہ ہوگی۔ صحت مند دانت کی زندہ رگ کٹے گی تو تھوڑا بہت خون بھی نکلے گا۔ مگر گارنٹی دیتا ہوں، زیادہ خون نہیں نکلنے دوں گا۔ زیل نے کہا اور تھامس کے بائیں جانب والے بالائی نکیلے دانت کو نشانہ بنایا۔

تھامس برداشت کرتا رہا۔ زیل ڈرل کرتا رہا۔ ڈرل گرم ہو رہا تھا۔ لحظہ بہ لحظہ اس کی گرمی بڑھ رہی تھی۔ تھامس چیخنا چاہتا تھا لیکن اس نے خود کو روکے رکھا۔ اس کی چیخ زیل کے لیے طمانیت کا باعث ہوتی لیکن چند لمحے بعد وہ اختیار کھو بیٹھا۔ اس کے حلق سے بھیانک چیخ نکلی۔

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ڈرل کی گرمی تکلیف دہ ہوگی۔" زیل نے کہا۔ "خیر، فکر نہ کرو۔ اب ڈرل رگ تک پہنچنے ہی والا ہے۔ پھر تم مجھے سب کچھ بتا دو گے۔"

"میں آپ کو بتا چکا ہوں۔ اگر مجھے کچھ معلوم ہوتا تو میں آپ کو پہلے ہی بتا چکا ہوتا۔" تھامس نے چیخ کر کہا۔

"بس...... اب چپ ہو جاؤ۔"

تھامس پھر چیخنے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ مگر تکلیف برداشت کی حدوں میں رہی۔ زیل نے خلافِ توقع ہاتھ روک لیا۔ اب میں تمہیں بتا دوں کہ کھوکھلے دانت کی رگ نیم مردہ ہوتی ہے۔ صحت مند دانت کی رنگ جان دار ہوتی ہے۔ اب تمہیں دونوں کا فرق معلوم ہو جائے گا۔" یہ کہہ کر اس نے دوبارہ کام شروع کر دیا۔

اس بار تھامس بیب بچوں کی طرح رویا...... پھوٹ پھوٹ کر۔ اس اذیت کے سامنے کوئی اختیار، اختیار نہیں تھا۔ اس کے آنسو دیکھ کر زیل حیران رہ گیا۔ اس کے ہاتھ روکتے روکتے تھامس نیم بے ہوشی کی کیفیت تک پہنچ چکا تھا۔

ڈرلنگ نہیں ہو رہی تھی تو تکلیف بھی کم تھی۔ مگر تھامس نے یہ بات زیل پر ظاہر نہ ہونے دی۔ وہ سر ڈالے پڑا رہا۔ لیکن زیل اپنے کام کے تمام اسرار و رموز سے واقف تھا۔ ''چلو...... دوسرے راؤنڈ کے لیے تیار ہو جاؤ۔'' اس نے کہا اور پھر ڈرلنگ شروع کر دی۔ تھامس ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح چیخا۔

تیسرے راؤنڈ میں تھامس نے گڑگڑا کر کہا۔ ''اس سے تو بہتر ہے...... تم مجھے قتل کر دو...... خدا کے لیے۔''

''جواب دے رہے ہو یا نہیں؟'' زیل نے چوتھی ڈرلنگ شروع کرنے سے پہلے پوچھا۔ تھامس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

ساتویں راؤنڈ کے بعد زیل نے چیخ کر ارہارڈ کو پکارا۔ ارہارڈ اور جینوے کمرے میں آگئے۔ ''یہ کچھ نہیں جانتا، اگر اسے علم ہوتا تو یہ اب تک دس بار مجھے بتا چکا ہوتا۔ ہم نے خواہ مخواہ وقت ضائع کیا۔ اب اس نے چھٹکارا پا لو۔''

تھامس کرسی پر بے سدھ پڑا تھا۔ اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

''آپ کا مطلب ہے، اسے قتل کر دیں؟'' کارل نے پوچھا۔

''یہ کام آپ کس انداز میں چاہتے ہیں؟'' ارہارڈ بولا۔

''مجھ سے پوچھے بغیر بھی کچھ کر لیا کرو۔'' زیل نے چنگھاڑ کر کہا۔ اس کا تحمل جواب دے چکا تھا۔

✿ ✿ ✿

زیل کے کمرے سے جاتے ہی چپقلش کا آغاز ہو گیا ''اسے کھولو۔'' جینوے نے کہا۔ ارہارڈ، تھامس کی طرف بڑھا۔

مگر کارل اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ وہ کھڑا جینوے کو گھورتا رہا۔ پھر غرایا۔ ''میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ تیسری بار نہیں بتاؤں گا۔ تم مجھے حکم نہ دیا کرو۔''

جینوے نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ ''مجھے آنکھیں مت دکھاؤ۔ اسے اٹھاؤ اور باہر لے چلو۔''

اس دوران ارہارڈ، تھامس کی بندشیں کھول چکا تھا۔ ''لڑو مت۔'' اس نے

کہا۔ ''دیکھو کارل، تم سب سے زیادہ طاقت ور ہو۔ اس لڑکے کو اٹھانا تمہارے لیے کوئی مسئلہ نہیں۔'' وہ کارل کے مزاج سے واقف تھا۔ جانتا تھا کہ طاقت کا تذکرہ کارل کو نرم کر دے گا۔

کارل نے بڑی سعادت مندی سے تھامس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا لیکن تھامس میں جان ہی نہیں تھی۔ ''اے...... اٹھو اور چل کر دکھاؤ۔'' کارل نے چیخ کر کہا لیکن تھامس کے لیے یہ ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ کارل نے سہارا دے کر بمشکل اسے آگے بڑھایا ے۔ جینوے نے دروازہ کھولا۔ ارہارڈ لنگڑاتا ہوا آگے آگے چلا۔ اس نے ان کے لیے زینے والا دروازہ کھولا۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے تھامس میں کچھ جان آ گئی تھی لیکن زینے سے اترنا اس کے لیے کارے دارد تھا کارل سہارا نہ دیتا تو وہ پہلی سیڑھی پر ہی گر چکا ہوتا۔ نیچے اُتر کر وہ قدرے متوازن بھی ہو گیا۔

سڑک پر سب سے پہلے ارہارڈ پہنچا۔ اس کے پیچھے جینوے تھا۔ ''میری کار اس طرف کھڑی ہے اس میں چلیں گے۔'' ارہارڈ نے کہا اور لنگڑاتا ہوا کار کی طرف چل دیا۔ جینوے اندازہ لگا چکا تھا کہ ارہارڈ کو رہنمائی کرنا، آگے آگے چلنا بہت پسند ہے۔ جینوے کو اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں تھا۔ لنگڑے کو چھوٹی سی فتح کا احساس ہونے میں اس کا کیا بگڑتا تھا۔ البتہ کارل کا معاملہ مختلف تھا۔ اوپر ارہارڈ نے کارل کو سب سے طاقت ور قرار دیا تھا۔ یہ بات جینوے کے دل میں پھانس کی طرح چبھی تھی۔ کارل وزن اٹھانے کے معاملے میں اس سے برتر تھا۔ مگر لڑائی کی صورت میں کارل اس کے سامنے تیس سیکنڈ سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ جینوے ڈویژن کا بہترین پرووائیڈر بے سبب ہی نہیں رہا تھا۔

کارنر سے مڑتے ہی وہ سائیڈ اسٹریٹ پر پہنچے، جو تاریک تھی۔ ''آ جاؤ...... چلے آؤ۔'' ارہارڈ انہیں چکارتا، لنگڑاتا آگے بڑھتا رہا۔

''کیا مصیبت ہے۔ تم نے کار جری میں تو پارک نہیں کی؟ پیدل چلوائے جا رہے ہو۔'' جینوے نے جھنجلا کر کہا۔ ارہارڈ کی اتنی طویل لیڈری اُسے گوارا نہیں تھی۔ ایک تو زیل نے ناکامی سے جھنجلا کر اسے اس طرح ارہارڈ اور کارل کے ساتھ بھیج کر ذلیل کیا تھا۔

''آ جاؤ...... چلے جاؤ۔ بس اب ہم کار تک پہنچنے ہی والے ہیں۔'' ارہارڈ نے چکارا۔

''اسے سنبھالو۔ اب تمہاری باری ہے۔'' کارل نے تھامس کو جینوے کی طرف دھکیل دیا۔ جینوے نے اس کی یا تھامس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ کارل نے زیر لب اُسے گالی

دی۔ جینو نے نے ظاہر کیا کہ اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔ کارل کو غصہ آ گیا۔ اس نے تھامس کو پھر دھکیلا۔ ''چلو نا...... تم خود بھی تو چل سکتے ہو۔''

تھامس نے چلنے کی کوشش کی۔ شروع میں وہ ڈگمگایا پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا بڑھا۔

''یہ لو...... پہنچ گئے ہم۔'' ارہارڈ نے کار کے قریب پہنچ کر فاتحانہ لہجے میں کہا۔ کار پرانے ماڈل کی فورڈ تھی۔ ارہارڈ نے جیبیں ٹٹول کر چابیوں کا گچھا نکالا اور تاریکی میں دروازے پر ایک چابی آزمائی......

''خدا کی پناہ! تم اس کھٹارے کو لاک بھی کرتے ہو؟'' جینوے کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

''یہ چوروں کا علاقہ ہے اور کار بہترین ہے میری۔ بارہ سال ہو گئے۔ اس نے آج تک مجھے پریشان نہیں کیا۔''

''اگر یہ اتنی ہی اچھی ہے تو کھلتی کیوں نہیں! جینوے نے طنز کیا۔

''تم فکر نہ کرو۔ یہ لو...... چابی لگ گئی۔ ابھی کھل جائے گی یہ۔''

''زیادہ زور نہ لگاؤ۔ پچھلی بار تم نے اسی دروازے میں ڈکی کی چابی لگا کر زور لگایا تھا اور چابی ٹوٹ گئی تھی۔'' کارل نے ارہارڈ کو ٹوکا۔ وہ کار کے بونٹ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

''میں بالکل زور نہیں لگا رہا ہوں۔'' ارہارڈ نے بدستور زور لگاتے ہوئے کہا۔ پھر اچانک غرایا۔ ''لعنت ہے......''

''لاؤ...... مجھے دو۔ تم اس کار کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔'' کارل نے کہا اور آگے بڑھ آیا۔ اس نے ارہارڈ سے چابی لی اور دروازے پر جھکا۔ اسی وقت جینوے کی نظر تھامس پر پڑی جو ڈگمگاتا ہوا ایک طرف چل دیا تھا۔ ''اے کارل...... تم سے کہا تھا کہ لڑکے کو سنبھالو۔'' اس نے تحکمانہ لہجے میں کارل سے کہا۔ ''پکڑو اسے۔''

''میں کار کا دروازہ کھول رہا ہوں اور میں تمہارا کوئی حکم نہیں مانوں گا۔'' کارل نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے، تم دروازہ کھولو۔ میں لڑکے کو پکڑ کر لاتا ہوں۔'' ارہارڈ نے کہا اور

لنگڑاتا ہوا تھامس کے پیچھے چل دیا۔اس وقت تک تھامس خاصا آگے جا چکا تھا۔

'تو اب یہ ذلت بھی ہوگی۔ میں ایک لنگڑے سے بھی ہار جاؤں گا...... میں! میراتھن مین! تھامس نے دل میں سوچا اور گرتا پڑتا آگے بڑھتا رہا۔ سڑک تاریک تھی' وقت وقت کی بات ہے۔' وہ سوچ رہا تھا۔' اگر میں فٹ ہوتا تو لنگڑا مجھے چھو بھی نہیں سکتا تھا لیکن نیند سے محرومی اور اس پرزیل کا تشدد، وہ بڑھتا رہا۔ بھرپور سانس لینے کی کوشش کرتا تو سرد ہوا دانت پر قیامت ڈھا دیتی۔ اس پر ستم یہ کہ وہ ننگے پاؤں تھا اور صرف پاجامہ پہنے ہوئے تھا۔ لنگڑا ارہارڈ تیزی سے درمیانی فاصلہ کم کر رہا تھا۔

اسی وقت تھامس کے تلوے میں کوئی چیز چبھی اور اتنے زور سے چبھی کہ دانت کی تکلیف کا مارا دماغ جاگ اٹھا۔ اسے احساس تھا کہ اسے رک جانا چاہیے لیکن جاگا ہوا ذہن اب تک لنگڑے کے ہاتھوں دوڑ میں شکست کھانے پر آمادہ نہیں تھا۔ ٹھیک ہے۔ کم از کم میں ارہارڈ کے ہاتھ تو نہیں آؤں گا۔ ایک میراتھن مین اور لنگڑے آدمی سے شکست کھائے۔ اس نے سوچا۔ فوراً ہی اُسے خیال آیا کہ میراتھن مین ننگے پاؤں نہیں بھاگتے۔ پھر بھی وہ ڈگمگاتا ہوا بھاگتا رہا۔

اسے عظیم رنر ابے بکیلا کا خیال آ گیا۔ ایتھوپیا کا یہ رنر ٹوکیو اولمپکس میں سامنے آیا تھا۔ تھامس نے اس ریس کی فلم دیکھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔ اس ریس میں روس کے رنر فیورٹ تھے۔ انہیں سبھی کچھ میسر تھا۔ وہ جاندار تھے۔ انہیں بہترین ڈاکٹر میسر تھے۔ نپی تلی غذا ملتی تھی انہیں۔ امکان کے اعتبار سے جرمن دوسرے نمبر پر تھے۔ ایسے میں سیاہ فام بکیلا کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔ جو اس کی طرف متوجہ ہوئے، انہوں نے اس کا مذاق اڑایا کیونکہ اپنے ملک کا وہ تنہا نمائندہ تھا اس ریس میں، اور پھر وہ جوتوں سے بھی محروم تھا۔ 20 ویں صدی میں اسے ننگے پاؤں دوڑنا تھا۔ 26 میل، 385 گز کا فاصلہ طے کرنا تھا۔

ریس شروع ہوئی۔ حسب توقع روسی آگے تھے۔ مگر جرمن بھی کم نہیں تھے۔ دس میل کے بعد جدوجہد شروع ہوئی۔ روسیوں نے اپنی برتری قائم رکھی۔ جرمن پیچھے رہ گئے۔ روسی چھا گئے تھے۔ اب دلچسپی صرف اس بات میں رہ گئی تھی کہ کون سا روسی ایتھلیٹ پہلی پوزیشن لے گا۔ پھر اچانک بڑبڑاہٹیں اُبھریں اور لحہ بہ لحہ ان کی آوازوں کا شور بڑھتا گیا۔ میراتھن ریس کے آغاز میں تو بہت تماشائی ہوتے ہیں کیونکہ ریس کا آغاز اسٹیڈیم سے ہوتا ہے۔ درمیان

میں زیادہ تماشائی نہیں ہوتے۔ البتہ اختتام پھر اسٹیڈیم میں ہوتا ہے، بے شمار تماشائیوں کے بیچ۔

سو راستے کے اطراف میں کچھ تماشائی تھے۔ پندرہ میل کا فاصلہ طے ہو چکا تھا۔ اچانک تیسری پوزیشن پر بھاگنے والے روسی کو احساس ہوا کہ کچھ ہو رہا ہے۔ اس نے بھاگتے بھاگتے پلٹ کر دیکھا۔ دُبلا پتلا، مریل سیاہ فام ننگے پاؤں بھاگ رہا تھا اور بہت تیز بھاگ رہا تھا۔ روسی نے رفتار تیز کر دی۔ اس دوران یہ خبر اُڑ چکی تھی کہ جوتوں سے محروم ایک شخص روسیوں سے سخت مقابلہ کر رہا ہے۔ روسیوں نے رفتار بڑھائی۔ یہ وہ رفتار تھی جس کا کوئی توڑ نہیں تھا۔ روسیوں نے اس کے حصول کے لیے خصوصی غذائیں م کھائی تھیں، سخت تربیت لی تھی لیکن بیسیویں میل تک پہنچتے پہنچتے جوتوں سے محروم رنر تیسرے نمبر کے روسی کو پیچھے چھوڑ چکا تھا۔ دو روسی ابھی باقی تھے۔ انہیں خطرہ کا احساس ہو گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے جان لڑا دی لیکن سیاہ فام رنر اب ان سے زیادہ تیز بھاگ رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ انہیں پیچھے چھوڑ گیا۔

وہ اسٹیڈیم میں داخل ہوا تو شور مچ گیا۔ عظیم نورمی کے بعد سے اسے نعرے کسی کے لیے نہیں لگائے گئے تھے، ایسا استقبال کسی کا نہیں ہوا تھا۔ اس دن سے ایتھوپیا کا رنر بکیلا دیومالائی حیثیت اختیار کر گیا۔

'لعنت بھیجو' تھامس نے خود سے کہا۔ میں ننگے پاؤں ہوں تو کیا! میرے دانت میں شدید درد ہے تو کیا! میں کم از کم لنگڑے سے تو شکست نہیں کھاؤں گا۔ میں میراتھن مین ہوں۔ اس نے سخت کوشش کی اور اپنی رفتار بڑھا دی۔

''میں اسے نہیں پکڑ سکتا۔'' ارہارڈ نے چیخ کر کہا۔ اس نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکال لیا تھا۔ ایسا ٹرانسمیٹر کارل کے پاس بھی تھا اور جینوے کے پاس بھی۔

جینوے نے کار سے نظریں ہٹا کر دیکھا۔ کوئی آدھے بلاک کے فاصلے پر تھامس دوڑتا ہوا...... مغربی ہائی وے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ''یہ چابی مجھے دو اور لڑکے کو پکڑ کر لاؤ۔'' اس نے کارل سے کہا۔

یہ آواز تھامس تک بھی پہنچی۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ اب کارل اس کے پیچھے آ رہا ہے۔ کارل روسیوں کی طرح جاندار تھا۔ مگر بکیلا نے جاندار روسیوں کو شکست دی تھی۔ تھامس جانتا تھا کہ دانت کا درد چین لینے دے تو وہ کارل کو شکست دے سکتا ہے۔ کارل جاندار تھا مگر رنر نہیں

تھا۔اس کا سینہ اور بازو مضبوط تھے۔مگر ٹانگوں میں زیادہ جان تھی نہ قوت برداشت۔تھامس نے اپنا داہنا ہاتھ منہ پر رکھا، جیسے دانت کو سرد ہوا سے بچانے کی کوشش کر رہا ہو لیکن یہ اس کی حماقت تھی۔ہاتھ کے اس فرق نے اس کا توازن بگاڑ دیا۔رننگ میں توازن ہی کی تو اہمیت ہوتی ہے۔توازن ہی رنر کو غیر ضروری تھکن سے بچاتا ہے اور توازن دونوں ہاتھوں کی حرکت ہی سے قائم ہوتا ہے۔اس نے داہنا ہاتھ ہٹا کر بائیں ہاتھ کو جوابی ردھم سے محروم کر دیا تھا۔اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب کارل کے قدموں کی آواز اسے صاف سنائی دے رہی تھی۔فاصلہ گھٹ رہا تھا۔

تھامس نے دانتوں پر زبان پھیر کر انہیں کچھ حرارت فراہم کی۔درد میں خفیف سی کمی کا احساس ہوا۔اس نے دونوں ہاتھوں کے ذریعے ردھم قائم کیا اور اپنی رفتار بڑھا دی۔کچھ دیر بعد کارل کے قدموں کی آواز اتنی بلند آہنگ نہیں رہی۔

''میں نہیں پکڑ سکتا اسے۔'' کارل نے ٹرانسمیٹر پر فریاد کی۔

جواب میں جینوے نے چیخ کر اسے گالی دی اور کار پر لعنت بھیج کر دوڑنا شروع کر دیا۔اس کے قدموں کی آواز کی تیزی نے تھامس کو احساس دلا دیا کہ اب حقیقی خطرہ اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔یہ درست تھا کہ اسے سبقت حاصل تھی مگر سوال یہ تھا کہ کیا وہ یہ سبقت برقرار رکھ سکے گا؟

کارنر پر مڑتے ہوئے تھامس ہچکچایا۔دریائے ہڈسن سامنے تھا۔اس کے سامنے دو راستے تھے۔ایک لمحے کی ہچکچاہٹ کے بعد اس نے وہ راستہ منتخب کیا، جو مغربی ہائی وے کی طرف جاتا تھا۔وہاں ایک پہاڑی تھی اور سڑک بلندی کی طرف جاتی تھی۔بلندی بھی بہت زیادہ تھی۔تھامس چڑھائی پر رننگ کا ماہر تھا۔وہ جانتا تھا کہ جینوے کے ہاتھ آنے سے پہلے وہ چڑھائی تک پہنچ گیا تو جینویا سے کبھی نہیں پکڑ سکے گا۔چڑھائی پر زیادہ رفتار سے دوڑنے کی صلاحیت اس میں قدرتی طور پر تھی۔عام طور پر رنر چڑھائی سے گھبراتے ہیں۔

جینوے بہت تیزی سے فاصلہ کم کر رہا تھا۔تھامس نے پلٹ کر دیکھا۔جینوے، ارہارڈ اور کارل دونوں کو پیچھے چھوڑ چکا تھا۔تھامس نے سر جھکایا اور رفتار بڑھانے کی کوشش کی۔جینوے کی رفتار تیز تھی لیکن وہ زیادہ فاصلہ طے کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا۔وہ میراتھن مین نہیں تھا۔یہی ایک بات تھی، جو تھامس کے حق میں جاتی تھی۔بہت زیادہ دوڑنے

کے بعد پھیپھڑوں میں آگ سی بھر جاتی ہے۔اس کے بعد بھاگنا ایک رنج ہی کے بس میں ہوتا ہے اور جینوے میراتھن مین بہرحال نہیں تھا۔

چڑھائی اب ایک بلاک دور رہ گئی تھی لیکن دوسری طرف جینوے تیزی سے فاصلہ کم کر رہا تھا۔اس کا اور تھامس کا درمیانی فاصلہ سمٹتا جارہا تھا۔اچانک تھامس کو اپنے سامنے نوری نظر آیا۔وہ مایوسی سے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ تھامس کو یہ زیادتی محسوس ہوئی۔اس کی صلاحیت کو آج کی کارکردگی کے حوالے سے جانچنا زیادتی ہی تھی۔ وہ فٹ ہوتا تو اُسے کسی کے مقابلہ میں دوڑا کر دیکھ لیتے۔ پھر اسے نوری کے برابر بکیلا ننگے پاؤں جاگنگ کرتا نظر آیا۔نوری کی طرح وہ بھی نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ پھر بکیلا نے ہنسنا شروع کر دیا۔یہ صریحاً زیادتی تھی کم ازکم بکیلا کو اس کا مذاق نہیں اُڑانا چاہیے تھا کیونکہ ٹوکیو میں وہ خود مذاق کا نشانہ بن چکا تھا۔ بعد میں اس نے مذاق اُڑانے والوں کو شرمندہ بھی کر دیا تھا۔

ٹھیک ہے۔اب میں بھی تمہیں شرمندہ کردوں گا۔اس نے دل میں کہا اور اپنی رفتار آخری حد تک بڑھا دی۔ بلکہ اس نے اس میں بھی کچھ اضافہ کر دیا۔لیکن وہ جینوے سے پیچھا نہیں چھڑا سکا۔وہ بھاگتے ہوئے،اندازے سے جینوے کے اور اپنے درمیان فاصلے کا تعین بھی کرتا رہا۔اسی فٹ،اب ساٹھ فٹ،دوسری طرف چڑھائی بھی نزدیک آرہی تھی۔وہ بہت تیز ہے،میں اسے نہیں جھٹک سکوں گا۔ وہ بڑبڑایا۔اسی لمحے بکیلا اس کے پہلو میں آ گیا۔تم جھٹک سکتے ہو اسے،بکیلا نے کہا۔ تھامس نے شکایت کی ۔تمہیں مجھ پر نہیں ہنسنا چاہیے تھا۔ بکیلا نے جواب دیا۔ میں تم پر نہیں ہنسا تھا۔ میں کسی میراتھن مین پر کبھی نہیں ہنس سکتا۔ میں تو اُن لوگوں کا مذاق اڑا رہا تھا۔ احمق ہیں،سمجھتے ہیں کہ کسی میراتھن مین کو پکڑ لیں گے، یہ سن کر تھامس کا حوصلہ بڑھ گیا۔اس نے پورا زور لگا دیا۔اس کے اور جینوے کے درمیان فاصلہ جیسے منجمد ہو گیا لیکن دانتوں کی تکلیف اسے بری طرح پریشان کر رہی تھی۔ پھر نوری بھی اس کے برابر آگیا اب وہ نوری اور بکیلا کے درمیان تھا۔ایک بار فن لینڈ میں ریس کے دوران میرے پاؤں کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ نوری نے بتایا۔لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری۔ لنگڑانے کے مقابلے میں مجھے مرجانا گوارا تھا۔تم نہیں جانتے کہ آدمی کے دل اور دماغ میں کتنی قوت ہوتی ہے۔ وقت کے خلاف جنگ میں یہی قوت تو کام آتی ہے۔تھامس نے کہا۔میرے دانت میں بہت تکلیف ہے۔

ہوا بے حد اذیت ناک ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ کیا کروں، نوری نے مشورہ دیا۔ اپنی رفتار کم کرو۔ اپنا ردھم گنواؤ جلدی کرو۔ تھامس نے اس کے مشورے پر عمل کیا۔ پھر نوری نے کہا۔ اب پوری قوت لگا ڈالو۔ اڑنے لگو۔ تھامس نے اس پر بھی عمل کیا۔ بکیلا بولا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کیا کر رہے ہو۔ ان چھوٹی دوڑ دوڑنے والوں کے پاس رفتار تو ہوتی ہے، دماغ نہیں ہوتا۔ انہیں سوچنے پر مجبور کر دیا جائے تو یہ دوڑ بھی نہیں سکتے۔

اور شاید یہ بات درست تھی۔ جینوے کے قدموں کی آواز کچھ دور ہو گئی تھی۔ میں نے اسے شکست دے دی۔ تھامس بڑبڑایا۔ ابھی نہیں۔ ابھی وہ پوری جان لگا کر آخری کوشش کرے گا۔ نوری نے کہا۔ اگر تم نے چند لمحے اسے لٹکائے رکھا تو تم جیت جاؤ گے۔ بکیلا نے تبصرہ کیا۔ لیکن اسے روکے رکھنا ضروری ہے اور ہم تمہاری جگہ نہیں دوڑ سکتے۔ یہ کام تمھی کو کرنا ہے، تم میرے ساتھ تو ہو گے نا؟ تھامس نے پوچھا۔ ہاں...... ہم سب میراتھن مین ہیں۔ درد کی زبان سمجھتے ہیں۔ تیار ہو جاؤ...... وہ آرہا ہے۔

قدموں کی آواز بتاتی تھی کہ یہ درست ہے۔ قدموں کی آواز قدم بہ قدم قریب ہونے لگی۔ تھامس مایوس ہو گیا۔ مجھے افسوس ہے۔ اب مجھ سے نہیں بھاگا جاتا لیکن پلیز، مجھے تنہا نہ چھوڑنا۔ میں ختم ہو رہا ہوں۔ وہ بڑبڑایا۔ بکومت۔ بکیلا نے اسے ڈانٹا۔ ختم تو وہ ہو رہا ہے۔ آواز سنو اس کے قدموں کی۔ ردھم رخصت ہو رہا ہے۔ اب وہ گرے گا تو اُٹھ نہیں سکے گا۔ بھاگتے رہو۔"

میں بہت تکلیف میں ہوں۔ میرے پھیپھڑوں میں آگ بھر گئی ہے۔ اس نے فریاد کی۔ نوری برہم ہو گیا۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مگر اس کے باوجود تمہیں بھاگتے رہنا ہے۔ اس لیے کہ یہ تمہارا کام ہے۔ بھاگو گے نہیں تو خود کو میراتھن مین کیسے کہو گے۔ میں نے بتایا نا کہ میں ہڈی ٹوٹنے کے باوجود بھاگتا رہا تھا۔ اسی لیے میں عظیم ترین رنر کہلاتا ہوں۔ تھامس نے کہا۔ میرا کبھی تم سے سامنا نہیں ہوا۔ ہو جاتا تو میں تمہیں شکست بھی دے دیتا۔ مجھے موقع......۔

اسی لمحے عقب سے جینوے نے جھپٹا مارا۔ چڑھائی کا آغاز ہو رہا تھا۔ اس نے آخری کوشش کی، لیکن وہ تھامس کو صرف چھو سکا اور پھر ڈھیر ہو گیا۔ دوسری طرف تھامس بھی گر گیا۔ اسے چکر آرہے تھے۔ اٹھو لڑکے بکیلا نے دہاڑ کر کہا۔ یہ چھوٹی دوڑ کا آدمی ختم ہو چکا اب اس کی سانسیں سینے میں نہیں سما سکتیں۔ اٹھو...... اگر تم اٹھ گئے تو اب یہ زندگی بھر تمہیں نہیں پکڑ سکے گا۔

تھامس چاروں ہاتھ پیروں پر تھا۔اس کا سر چکرا رہا تھا،اس میں اٹھ کر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں تھی۔سنا تھا تم چڑھائی پر بھاگنے کے ماہر ہو۔نوری نے اسے اکسایا۔یہ رہی چڑھائی تمہارے سامنے۔اب ثابت کرواپنی مہارت۔غضب خدا!اُٹھو گے بھی یا یہیں پڑے اپنے حریف کے ہانپنے کی آواز سنتے رہو گے؟

تھامس جیسے تیسے اٹھ کھڑا ہوا۔اس کی پنڈلیاں دُکھ رہی تھیں لیکن اسے احساس تھا کہ جینوے کے ہانپنے کی آواز اس کے لیے اعلان فتح کی حیثیت رکھتی ہے۔اس نے اوپر جاتی ہوئی سڑک کو دیکھا سڑک تقریباً عمودی تھی لیکن وہ اس سے زیادہ سخت چڑھائیاں بھاگ کر سر کر چکا تھا۔اس نے اُٹھ کر بھاگنا شروع کیا۔عقب سے جینوے کی چنگھاڑ سنائی دی۔"کار لاؤ......" اس کا ٹرانسمیٹر اب کام آرہا تھا۔

یہ تھامس کے لیے دشوار مرحلہ تھا۔وہ کار سے تو مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔اب اسے دماغ سے کام لینا تھا۔وہ ذہن پر زور دیتا رہا۔ بالآخر اسے ایک شاندار آئیڈیا سوجھا اور اس نے اس پر عمل بھی کر ڈالا۔

اوپر پہنچ کر اس نے آگے جانے کے بجائے دونوں سڑکوں کا درمیانی جنگلا پھلانگا اور دوسری سڑک پر اسی سمت بھاگنے لگا،جس طرف سے آیا تھا۔یہ ڈھلان کا سفر تھا اور اس بات کا امکان قوی تھا کہ جینوے اور اس کے ساتھی جانے والی سڑک پر کار دوڑاتے رہیں گے۔اس سڑک پر آگے جا کر چار سمتوں میں سڑکیں نکلتی تھیں۔وہ الجھیں گے اور چاروں سڑکوں کو چیک کیے بغیر نہیں رہیں گے۔اس کے بعد شاید انہیں خیال آئے کہ تھامس دوسری سڑک سے دوبارہ اسی طرف چل دیا ہے۔مگر اس وقت تک بہت دیر ہو چکی ہوگی۔

تین منٹ بعد ارہارڈ کی فورڈ چڑھائی والی سڑک پر جاتی دکھائی دی۔تھامس تاریکی میں چھپ کر کھڑا اسے دیکھتا رہا۔پھر وہ پلٹا اور ڈھلوانی سڑک پر بھاگ کھڑا ہوا۔

جینوے نے 79ویں اسٹریٹ پر 72ویں اسٹریٹ کو فوقیت دی تھی مگر 66ویں اسٹریٹ تک پہنچتے پہنچتے اس کی سمجھ میں آگیا کہ تھامس نے کیا حرکت کی ہے۔اس نے خود کو ڈوک کا بھائی ثابت کر دیا تھا۔

❁ ❁ ❁

ساتویں گھنٹی پر ایلسا کی آواز سنائی دی۔ ''ایلسا...... اس طرح جگانے پر معذرت خواہ ہوں۔'' تھامس نے کہا۔ ''میری بات غور سے سنو۔ تم میری آخری امید ہو۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔''

''کہو تھامس...... خیریت تو ہے؟''

''میں جانتا ہوں، تمہارے پاس کار نہیں ہے لیکن تمہیں کسی نہ کسی طرح کار کا بندوبست کرنا ہے۔ میں بڑی مشکل میں ہوں۔''

''میں کچھ نہ کچھ کرلوں گی۔ تم یہ بتاؤ میں کار لے کر کہاں پہنچوں۔''

تھامس سوچ میں پڑ گیا۔ اسی وقت پروفیسر نیل ایک ٹرے لایا۔ ٹرے پر بھاپ اڑاتی کافی کی دو پیالیاں تھیں۔ ''دیکھو...... لیکسنگٹن اور 49ویں اسٹریٹ پر ایک میڈیکل اسٹور ہے، جو رات بھر کھلا رہتا ہے۔ کارمین فارمیسی نام ہے اس کا۔ تم ٹھیک چھ بجے وہاں پہنچ جاؤ۔ کار کے دروازے لاک رکھنا، اس وقت پانچ بجنے والے ہیں۔ ابھی تمہیں کار کا بندوبست بھی کرنا ہے۔''

''اوکے۔ میں چھ بجے پہنچ رہی ہوں۔ گڈ بائی!''

تھامس نے ریسیور رکھ کر کافی کا طویل گھونٹ لیا۔ پروفیسر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ گرم کافی نے کھوکھلے دانتوں میں اُتر کر کھلبلی مچادی۔ تھامس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

''بات کیا ہے؟ تم مجھے اپنی پرابلم کیوں نہیں بتاتے۔'' پروفیسر نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

''کوئی پرابلم نہیں ہے۔ میں نے کب کہا کہ کوئی پرابلم ہے۔''

پروفیسر نے اپنی پیالی میز پر رکھی اور مضطربانہ انداز میں ٹہلنے لگا۔ ''میں بچہ نہیں ہوں۔'' اس نے تھامس کو مخاطب کیا۔ ''میں کسی شخص کے پانچ بجے گھر چلے آنے کو نہ مذاق سمجھتا ہوں، نہ یہ سمجھتا ہو کہ وہ میری محبت میں بے تاب ہو کر چلا آیا ہے۔ سوچو ذرا...... مجھے میری بیوی نے جگایا، جسے چوکیدار نے جگایا تھا۔ چوکیدار کو یقیناً دروازے پیٹنے کی آواز نے جگایا ہوگا۔ اس کے ذریعے پتا چلا کہ ایک نوجوان دروازے پر موجود ہے۔ وہ صرف پاجامہ پہنے ہوئے ہے اور ٹیکسی کا کرایہ بھی ادا نہیں کرسکتا۔ میں نے نام پوچھا۔ پتا چلا کہ مذکورہ نوجوان میرا شاگرد اور

میرے محبوب ترین استاد کا بیٹا ہے۔ میں نے جا کر ٹیکسی کا کرایہ ادا کیا۔ اور پوچھا کہ کیا چکر ہے تم نے کہا، کوئی چکر نہیں ۔ مجھے ایک فون کرنا ہے۔ اب تم کہتے ہو، کوئی پرابلم نہیں۔"

"میں نے آپ کو ناوقت زحمت دی۔ مجھے افسوس ہے لیکن میں آپ کو اپنے مسائل سنانے کی غرض سے نہیں آیا ہوں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں۔" تھامس نے کہا۔

"اور کوئی خدمت میرے لائق؟"

"ہو سکے تو مجھے بیس ڈالر دے دیں۔"

پروفیسر نے جیب سے بٹوا نکالا اور بیس ڈالر کا نوٹ تھامس کی طرف بڑھا دیا۔

"اور کچھ؟" اس نے پوچھا۔

"ایک رین کوٹ یا اسی قسم کی کوئی اور چیز دے دیں۔ پاجامہ پہن کر سڑکوں پر مارے مارے پھرنا عجیب لگتا ہے۔"

پروفیسر گیا اور اس کے لیے رین کوٹ لے آیا۔ کم از کم مجھے اتنا تو کرنے دو کہ میں پولیس کو فون کر دوں۔ تم کچھ بھی کہو، تم کسی بڑی پریشانی سے دوچار ہو۔ مجھے یقین ہے۔"

"پولیس؟" تھامس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "پولیس کا کیا کام؟ پولیس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا؟ مجھے انصاف کی نہیں۔ خون کے بدلے خون کی طلب ہے۔" اس نے رین کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے کہا۔

✿ ✿ ✿

پروفیسر نیل کی بلڈنگ کے سامنے سے ٹیکسی مل گئی تھی۔ اس کے ذریعے تھامس 92 ویں سڑک اور ایمسٹرڈم پہنچا۔ کرایہ ادا کر کے وہ تاریک سایوں کے درمیان چلتا 95 ویں سڑک کی طرف بڑھنے لگا۔ سڑک تاریک تھی۔ جب بھی بے دھیانی میں وہ منہ کھولتا، سرد ہوا دانتوں میں اذیت جگا دیتی۔ وہ خود پر قابو رکھے چلتا رہا۔ اسے اپنے اپارٹمنٹ پہنچنا تھا۔ ہر چیز کا انحصار اب اسی بات پر تھا۔ ویسے یہ بھی حماقت ہی تھی۔ جینوے اب اس کی تلاش میں صرف یہیں آ سکتا تھا لیکن یہ وہ خطرہ تھا، جو اسے مول لینا تھا۔

اپارٹمنٹ بلڈنگ کے قریب ایک کار موجود تھی۔ اتنی دور سے یہ دیکھنا ممکن نہیں تھا کہ وہ خالی ہے یا اس میں کوئی بیٹھا ہے۔ تھامس دبے قدموں بڑھتا رہا۔ ننگے پاؤں ہونے

کا یہ ایک فائدہ سامنے آیا تھا۔ جوتے پہن کر اس طرح بغیر آہٹ پیدا کیے چلنا دشوار ہوتا ہے۔

کچھ آگے جا کر ایک بلڈنگ کے سائے میں رک کر اُس نے کار کی طرف دیکھا۔ اتنا نظر آ گیا کہ کار میں کوئی قوی الجثہ شخص بیٹھا ہے۔ وہ کارل بھی ہو سکتا تھا لیکن بات سمجھ میں نہیں آنے والی تھی۔ جینوے اتنے اہم کام پر کارل جیسے گدھے کو نہیں لگا سکتا مگر یہ بھی ممکن ہے کہ جینوے اور ارہارڈ گردو پیش میں کہیں چھپے ہوں، گھات لگائے بیٹھے ہوں۔

تھامس ڈرتے ڈرتے کچھ اور آگے بڑھا۔ اچانک وہ ٹھٹھر کر رہ گیا۔ کار میں موجود شخص کارل ہی تھا۔ تھامس جلدی سے برابر والی بلڈنگ میں گھس گیا اور لفنگے لڑکوں کے سرغنہ مینڈس کے گھر کی گھنٹی کا بٹن پوری قوت سے دبا دیا۔ چند لمحے بعد دروازہ کھلا اور ایک ہسپانوی خاتون نے اسے خشونت آمیز نگاہوں سے دیکھا۔ ''کیا بات ہے؟'' وہ غرائی۔

''مجھے آپ کے بیٹے مینڈس سے ملنا ہے۔ یہ بہت ضروری ہے۔'' تھامس نے التجائیہ لہجے میں کہا۔ خاتون نے نفی میں سر ہلایا اور دروازہ بند کر دیا۔ تھامس نے پھر گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ کچھ دیر بعد دروازہ دوبارہ کھلا۔ اس بار خاتون پہلے سے زیادہ خفا معلوم ہو رہی تھی۔

''کون ہے ممی؟'' خاتون کے عقب سے کسی نے پوچھا۔ پھر مینڈس سامنے آ گیا۔ ''ارے...... بزدل چوہے، تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟ شامت آئی ہے۔'' ''تمہاری؟''

''مجھے تم سے ضروری کام ہے۔'' تھامس گڑگڑایا۔

مینڈس باہر نکل آیا۔ ''دروازہ بند کر لو ممی۔'' اس نے ماں سے کہا۔ پھر تھامس سے مخالف ہوا ''بات کیا ہے؟''

تھامس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنے اپارٹمنٹ میں ڈاکا ڈلوانا چاہتا ہوں، ابھی...... اسی وقت۔ تم اپنا گینگ جمع کر لو۔ اسلحہ ضرور ساتھ رکھنا۔''

مینڈس اسے عجیب سے نگاہوں سے دیکھتا رہا۔ ''تمہارا دماغ چل گیا ہے کیا؟ وجہ بھی تو بتاؤ۔''

''تفصیل سے نہیں بتا سکتا۔ بس اتنا سمجھ لو، کچھ لوگ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ میں اپنے اپارٹمنٹ میں نہیں جا سکتا۔ اسی لیے تمہاری مدد طلب کر رہا ہوں۔''

''سوال یہ ہے کہ اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟''

''دیکھو، میرا اپارٹمنٹ میں کتابوں کا انبار کے علاوہ ایک ریڈیو اور ایک بلیک اینڈ وائٹ ٹی وی بھی ہے کتابیں تم فروخت کر سکتے ہو۔ اس کے علاوہ چاہو تو میرے کپڑے بھی لے لینا۔ ہر چیز تمہاری ہو گی اور پکڑے جانے کی صورت میں میں پولیس بتاؤں گا کہ میں نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی۔ تمہارے لیے اس سودے میں کوئی خطرہ نہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ اب یہ بتا دو کہ اس سے تمہیں کیا فائدہ ہو گا؟''

''مجھے اپنے جوتے چاہئیں۔'' تھامس نے کہا۔ مینڈس ہنسنے لگا۔ تھامس نے اپنی دوسری ضرورت بیان کی تو اس کی ہنسی میں بریک لگ گیا۔ ''اور ہاں، دروازہ لاک ہے'' تھامس نے بتایا۔

''لاک کی کسے پروا ہے۔ اب یہ بھی بتاؤ، اس معاملے میں پیچیدگی کیا ہے؟''

''یہ کام خطرناک ہے۔ میرے پیچھے جو لوگ لگے ہیں، وہ بے حد خطرناک ہیں۔''

''کوئی پیچیدگی نہیں۔'' مینڈس نے کندھے جھٹک دیے۔

❁ ❁ ❁

کارل بہت بے چین اور نا خوش تھا۔ وہ ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کا قائل تھا۔ ہاتھ پر ہاتھ دھیرے بیٹھنا اُسے ناپسند تھا۔ اس وقت بھی کار میں بیٹھے بیٹھے وہ بور ہو چکا تھا۔ اسے سامنے دیکھنا تھا اور عقب نما آئینے پر نظر رکھنا تھی۔ یہ جینوے کی ہدایت تھی اور وہ اس پر عمل کرنے پر مجبور تھا۔ ورنہ وہ ناکامی کی ذمہ داری اسی پر ڈال دیتا۔ ویسے دیکھنے نہ دیکھنے سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ ہر طرف گہری تاریکی تھی۔ اسی وجہ سے ہسپانوی لفنگوں نے اُسے بری طرح چونکا دیا۔ ان کے بہت قریب آنے پر اُسے پتا چلا تھا۔ وہ سات تھے۔ ایک آگے چل رہا تھا۔ کارل نے سوچا، کاش! یہ مجھ سے الجھیں، کار چرانے کی کوشش کریں تو مزہ آجائے۔ ہاتھ پاؤں چلانے کا کچھ تو موقع ملے۔ ویسے اس کے پاس چاقو بھی تھا۔ مگر ان لونڈوں کے لیے تو اس کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی۔

اس نے ان ساتوں کو تھامس کو اپارٹمنٹ بلڈنگ کے سامنے رُکتے دیکھا۔ جینوے نے اسے کار سے اترنے کی صرف اس صورت میں اجازت دی تھی کہ اسے تھامس نظر آئے۔ چنانچہ وہ مطمئن ہو گیا۔ یہ لڑکے اس کا نہیں، ارہارڈ کا دردِ سر تھے۔

ارہارڈ نے لڑکوں کو بلڈنگ کے سامنے رُکتے دیکھا اور پریشان ہو گیا۔ لنگڑا ہونے کے بعد وہ لڑائی بھڑائی کا آدمی نہیں رہا تھا۔ پھر لڑکے بلڈنگ میں داخل ہو گئے۔ ارہارڈ تاریکی میں چھپ گیا۔ اسے کسی طرح جینوے کو خبر دار کرنا چاہیے تھا یا خود جا کر بتانا چاہیے تھا۔ خبر دار کرنے کے لیے کوئی سگنل طے ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے سوچا، ممکن ہے، لڑکے اسی بلڈنگ میں رہتے ہوں۔ وہ اور دبک گیا۔ لڑکے نوعمر تھے لیکن خطرناک لگ رہے تھے۔ ویسے بھی اُسے تو صرف تھامس کو روکنے کی ذمے داری سونپی گئی تھی۔ اس کے پاس ریوالور بھی تھا۔

لڑکے زینے کی طرف بڑھ گئے۔

جینوے اس تاریک راہداری میں کھڑا تھا، جس میں تھامس کا اپارٹمنٹ تھا۔ قدموں کی آہٹ سن کر وہ پریشان نہیں ہوا۔ آنے والے یقیناً پولیس کے آدمی تھے۔ آہٹیں یہی بتا رہی تھیں۔ ممکن ہے، تھامس پولیس کو لایا ہو۔ مگر جینوے کو اس کی پروا نہیں تھی۔ وہ ڈویژن کا آدمی تھا۔ اگر تھامس نے اس پر الزامات عائد کیے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ صدمے نے لڑکے کا دماغ اُلٹ دیا ہے۔ وہ سوچتا رہا۔ آہٹیں قریب آتی گئیں۔ اس کا اندازہ تھا کہ آنے والوں کی تعداد سات ہے۔

لیکن پھر اسے پریشانی لاحق ہو گئی۔ پولیس والے یوں دبے پاؤں تو نہیں چلتے۔ وہ چوکنا ہو گیا۔ پھر وہ اسے نظر آئے، وہ لڑکے تھے۔ چودہ سے اٹھارہ سال تک کی عمر کے لڑکے۔ ایک لڑکا آگے آگے چل رہا تھا۔ وہ ان کا سرغنہ معلوم ہوتا تھا، پھر وہی تھامس کے اپارٹمنٹ کے دروازے پر جھکا......

جینوے انہیں دیکھتا اور الجھتا رہا۔ معاملہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ بہر طور وہ آگے بڑھا۔ وہ انہیں حیران کرنا چاہتا تھا، اس کے ذہن میں اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ لڑکوں کو بھگانا ہے۔ ''آل رائٹ۔'' اس نے جیب سے پستول نکال کر اس کی نمائش کی۔ ''اب تم لوگ کھسک لو یہاں سے۔''

سرغنہ کے سوا تمام لڑکوں نے پلٹ کر اُسے دیکھا۔ جینوے اسی کو گھورتا رہا۔ اس قسم کی صورت حال میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ لیڈر کو خوف زدہ کر دیا جائے۔

چند لمحے بعد سرغنہ نے نظریں اٹھا کر پہلے جینوے کو اور پھر اس کے پستول کو دیکھا۔ پھر اس نے جینوے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے ایک گالی سے نوازا اور غرایا۔ ''دفع

ہو جاؤ یہاں سے۔"

یہ جواب جینوے کے لیے غیر متوقع تھا۔ وہ سرغنہ کو دیکھتا رہا، جو پھر دروازے کے قفل پر جھک گیا تھا۔ جینوے کی پوزیشن خراب ہو گئی۔ اب وہ مداخلت کر بیٹھا تھا تو پسپائی بھی اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ دوسری طرف دو لڑکوں نے ریوالور نکال لیے تھے۔ جینوے تنہا تھا۔ الجھنے کی صورت میں وہ مرنے سے پہلے دو ایک لڑکوں کو مار سکتا تھا۔ مگر اس کا اپنا نقصان زیادہ ہوتا۔ سو فیصد!

سرغنہ نے قفل کھولا، دروازہ کھولا۔ تمام لڑکے تھامس کے اپارٹمنٹ میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے جینوے کو نہ توجہ دی تھی نہ اہمیت۔

جینوے جلدی سے زینے کی طرف لپکا۔ اب وہاں مزید وقت ضائع کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ اب انہیں تھامس کو جھیل کے کنارے ٹھکانے لگانا ہوگا۔ اگرچہ یہ مناسب نہیں تھا۔ کیونکہ اس وقت تک اُجالا ہو چکا ہوگا اور موت تاریکی ہی میں بہتر ہوتی ہے لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

اب یہ ایلسا پر منحصر تا کہ وہ تھامس کو کب اور کیسے جھیل کے کنارے لاتی ہے۔

❁ ❁ ❁

تھامس کافمین فارمیسی میں داخل ہوتے ہوئے ہچکچایا۔ تاریکی اتنی دبیز نہیں رہی تھی۔ ہیولے واضح ہو چلے تھے۔ اب وہ خود بھی ہیولا نہیں رہا تھا۔ اُسے پہچانا جا سکتا تھا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ خطرے کا احساس اسے ستا رہا تھا۔ اُسے اپنے حلیے کی طرف سے بھی تشویش تھی۔ وہ رین کوٹ، پاجامہ اور جاگنگ شوز پہنے ہوئے تھا۔ بہر حال یہ لباس صرف پاجامے سے تو بہتر تھا۔

اس کے دانت کی تکلیف بڑھ گئی تھی۔ نیند کی ضرورت اس پر مستزاد تھی۔ جب سے ڈوک آیا تھا۔ وہ سو نہیں سکا تھا۔ اس نے یاد کیا اور حیران رہ گیا۔ ڈوک کی آمد کو صرف چوبیس گھنٹے ہی تو ہوئے تھے اور موت کو صرف چھ گھنٹے۔ لیکن اسے یہ ہفتوں پرانی بات معلوم ہو رہی تھی۔

میڈیکل اسٹور کی کھڑکی میں کلاک آویزاں تھا۔ پانچ بج کر اکیاون منٹ ہوئے تھے۔ گویا وہ لونگ کا تیل خرید سکتا تھا۔ ایلسا کو چھ بجے آنا تھا۔ وہ فارمیسی میں داخل ہوا اور دواؤں کے سیکشن کی طرف بڑھا۔ پھر وہ ٹھٹک گیا۔ اگر لونگ کا تیل خریدنے کے لیے نسخہ ضروری

ہوا تو؟ وہ فوڈ سیکشن کے پاس کھڑا ہچکچاتا رہا۔ وہ نسخہ نہ لانے کا کوئی جواز گھڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے دماغ کا ایک حصہ بتا رہا تھا کہ نسخہ طلب نہیں کیا جائے گا۔ لیکن خوف اور خدشے دماغ پر حاوی تھے۔

تھامس نے جواز گھڑا اور مطمئن ہو کر دواؤں کے کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔ سیلز مین موجود تھا۔ اس کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ پھر وہ تھامس کی طرف بڑھا۔ تھامس کو کچھ تاخیر سے احساس ہوا کہ سیلز مین لنگڑا رہا ہے۔ خدا کی پناہ...... یہ تو اہارڈ ہے۔ تھامس بھاگنے کے لیے پلٹا۔ اسی وقت کتابوں کے سیکشن میں شیلف کے عقب سے کارل نمودار ہوا۔ اس نے فرار کا راستہ مسدود کر دیا تھا۔ تھامس مجبوراً دواؤں کے کاؤنٹر کی طرف بڑھا۔

"کیا چاہیے تمہیں؟" ارہارڈ نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ ارہارڈ کی آواز نہیں تھی۔ تھامس نے چونک کر اسے دیکھا۔ شاید اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ اعصاب جواب دے رہے تھے۔ وہ ہر لنگڑے کو ارہارڈ سمجھ رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر کارل کو دیکھا۔ وہ بھی کارل نہیں تھا۔ ایک موٹا، بڈھا شخص کتابیں دیکھ رہا تھا۔

"مجھے لونگ کا تیل چاہیے۔" تھامس نے خود کو سنبھالتے ہوئے سیلز مین سے کہا۔

"دانت کے لیے چاہیے؟" سیلز مین نے پوچھا۔ تھامس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہمارے پاس اس سے مؤثر دوا موجود ہے۔" سیلز مین نے کہا۔

"پلیز! مجھے لونگ کا تیل ہی درکار ہے۔" تھامس نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پانچ بج کر چھپن منٹ ہو رہے تھے۔

سیلز مین لنگڑاتا ہوا کاؤنٹر کے پیچھے گیا۔ "ریڈ کراس ٹوتھ ڈراپس بے حد مؤثر ہیں۔"

"پلیز...... لونگ کا تیل......!" تھامس نے کراہ کر کہا۔

"اس میں لونگ کا تیل بھی شامل ہے۔ روئی کے پھاہے پر دو قطرے ڈال کر دانتوں میں لگائیں۔ درد غائب۔" سیلز مین تقریر کے ذریعے دوائیں بیچنے کا عادی معلوم ہوتا تھا۔

"مجھے لونگ کا تیل چاہیے۔ صرف اور صرف لونگ کا تیل۔" تھامس نے چڑ کر کہا۔

"آپ کی مرضی۔" سیلز مین نے کہا اور شیشی اس کی طرف بڑھائی۔ اس کی قیمت ادا کی اور دروازے کی طرف بڑھا۔ سامنے، سڑک کے پار کار موجود تھی۔ ایلسا اسٹیئرنگ وھیل

پر تھی۔اس نے انجن بند نہیں کیا تھا۔تھامس نے شیشی کھول کر انگلی پر لونگ کا تیل لگایا اور انگلی سے کھوکھلے دانتوں کو سہلایا۔ پھر اس نے دوبارہ انگلی تر کی اور تیل کی شیشی کا ڈھکنا لگا کر اُسے رین کوٹ کی جیب میں رکھ لیا۔ پھر اس نے سڑک پار کی اور کار میں ایلسا کے برابر جا بیٹھا۔ایلسا نے کار آگے بڑھا دی۔"میرے قریب آجاؤ۔"اس نے کہا۔

تھامس نے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا۔"میں بہت تھک گیا ہوں ایلسا۔"

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔تم فکر نہ کرو۔یہ کار تمہیں کیسی لگی؟اس کی خاطر مجھے خود کو بیچنا پڑا۔"

"اچھی ہے۔" تھامس نے کہا۔اس کی آنکھیں بند ہوئی جارہی تھیں۔

"میری بلڈنگ میں ایک شخص جسے میں اچھی لگتی ہوں۔وہ ہمیشہ آتے جاتے مجھے گھورا کرتا تھا۔تمہارا فون ملتے ہی میں اس کے پاس گئی اور اس سے کار مانگی۔بات ضرورت کی تھی۔اس نے ضرورت کی قیمت وصول کر لی لیکن ایک فائدہ اور ہوا۔کہیں جانے کے لیے جگہ بھی میسر آگئی۔جھیل کے کنارے اس کا مکان ہے۔ہم وہاں جا سکتے ہیں۔یہ ستمبر کا مہینہ ہے۔ علاقہ سنسان پڑا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔" تھامس نے نیند سے بوجھل آواز میں کہا۔

"سو جاؤ۔"

ایلسا کے کندھے پر سر ٹکائے،تھامس اس حکم کی تعمیل کرنے والا تھا کہ اچانک اس کے پیٹ میں گرہیں سی پڑنے لگیں۔اس کا ذہن اعصابی کشیدگی اور اُداسی کے امتزاج کا شکار ہو رہا تھا۔اسے یاد تھا کہ اب تک وہ ڈوک کا سوگ نہیں منا سکا ہے۔اس کے لیے شاید اس سے بہتر وقت اسے نہیں مل سکتا تھا۔وہ اچانک ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

اس کی حالت سنبھلنے میں کچھ دیر لگی۔کار جھیل کے علاقے میں پہنچ چکی تھی۔سات بجنے والے تھے۔سورج طلوع ہو رہا تھا۔علاقہ سنسان تھا۔ایلسا نے کار کو ڈرائیو وے میں موڑا اور مکان کے سامنے کار روک دی۔"کاش،یہی ہوا اس کا مکان۔مجھے معلوم ہے کہ وہ چابی کہاں رکھتا ہے۔"ایلسا نے کہا اور اُتر کر پورچ کی طرف بڑھ گئی۔اس نے میٹ کے نیچے ہاتھ ڈال کر چابی ٹٹولی۔پھر دروازہ کھول دیا۔

تھامس بھی کار سے اتر آیا۔ ''دروازہ کھلا رہنے دو۔ میں جھیل کے کنارے ٹہلنا چاہتا ہوں۔''

چند لمحے بعد وہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جھیل کی طرف جا رہے تھے۔ سورج کی تمازت بڑھ رہی تھی اور سرد ہوا کی کاٹ دم توڑ رہی تھی۔ وہ جیٹی پر چلے آئے۔ تھامس نے پلٹ کر مکان کی طرف اشارہ کیا۔ ''یہ زیل کا مکان ہے نا؟'' اس نے پوچھا۔

''زیل کا!'' ایلسا نے حیرت ظاہر کی، جیسے یہ نام کبھی سنا ہی نہ ہو۔

''مجھے معلوم ہے، تم بھی انہی میں سے ہو۔ البتہ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم ان کے لیے کیا خدمات انجام دیتی ہو۔ بہرحال تم اُن میں شامل ہو۔''

ایلسا نے نفی میں سر ہلایا اور مسکرا دی۔

''میں جانتا ہوں کہ ایسا ہی ہے۔ جب اپنے حریف کا طریق کار سمجھ میں آ جائے تو سب کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے تم جینوے سے ملی ہو؟''

''جینوے؟'' ایلسا پھر حیران نظر آئی۔

''میں دو مشہور ترین افراد کا ذکر کر رہا ہوں......'' تھامس نے چیخ کر کہا۔

ایلسا نے اس کا ہاتھ تھاما اور بڑی محبت سے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''تم تھکے ہوئے ہو، اسی لیے عجیب سی باتیں کر رہے ہو۔ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔''

''میرا بھائی مجھ سے محبت کرتا تھا۔''

''میں جانتی ہوں۔ مجھے معلوم ہے، تم بڑے شدید صدمے سے گزرے ہو۔''

''میں اس سے جتنی محبت کرتا تھا، وہ مجھے اس سے زیادہ چاہتا تھا۔ تمہیں معلوم ہے، اس دن لوئیس میں تمہارے جانے کے بعد اس نے مجھ سے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا تھا۔ اس لڑکی کو بھول جاؤ۔ وہ تم سے محبت نہیں کرتی۔ وہ تمہیں استعمال کر رہی ہے۔ اتنی خوب صورت لڑکی تم سے محبت کیسے کر سکتی ہے۔ تم اندازہ نہیں لگا سکتیں کہ مجھے اس بات سے کتنی اذیت ہوئی تھی۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میرا بھائی مجھ سے محبت نہیں کرتا۔ کرتا تو اتنی بے رحمانہ بات کبھی نہ کہتا لیکن جب اس نے میری آغوش میں دم توڑا تو مجھے احساس ہو گیا کہ میں غلطی پر تھا۔ وہ مجھ سے محبت کرتا تھا اور اس نے ٹھیک کہا تھا کہ تم مجھے استعمال کر رہی ہو۔ نہ جانے کیسے، بہرحال

اسے پتا چل گیا تھا۔ بعد میں میں نے سوچا۔ تم نے جھوٹ بولا تھا کہ تم سوئس ہو جبکہ تم جرمن ہو...... اور زیل بھی جرمن ہے۔ پارک میں حملے سے پہلے تمہاری انگڑائی بھی مجھے یاد ہے اور آج تمہیں کتنی آسانی سے کار مل گئی اور ٹھکانا بھی۔ یہ کوئی ٹھوس ثبوت نہیں۔ دنیا کی کوئی عدالت انہیں تسلیم نہیں کرے گی لیکن اب میں جان گیا ہوں کہ ڈوک جانتا تھا۔ اب میں تم سے پھر پوچھ رہا ہوں...... یہ زیل ہی کا مکان ہے نا؟''

''میں نہیں جانتی۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔''

''تم کیا کرتی ہو زیل کے لیے؟''

''ٹام پلیز! اب یہ مذاق بند کرو مجھے لطف نہیں آرہا ہے۔'' ایلسا نے آہ بھر کے کہا۔

''جینوے کہاں ہے؟''

''پلیز ٹام! مجھے نہیں معلوم، تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟''

''وہ کب آئیں گے؟''

''ایلسا کو اندازہ ہو گیا کہ وہ تھامس کو خاموش نہیں کرا سکے گی۔ اس نے نرم لہجے میں جواب دیا۔''عنقریب بہت جلد۔''

''گڈ...... ویری گڈ۔''

وہ سنسان مکان کی طرف چل دیے۔''یہ اس کی پھوپی کا مکان ہے۔'' ایلسا نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔''پھوپی کی موت کے بعد اس کا باپ یہاں رہتا رہا۔''

''کیا بات ہے۔ اتنی دیر کیوں لگا رہے ہیں وہ؟''

ایلسا نے کندھے جھٹک دیے۔''احتیاط کی وجہ سے۔ انہیں شک ہے کہ تم نے پولیس میں رپورٹ کی ہوگی۔''

تھامس مسکرا دیا۔ اسے کوئی نہیں سمجھ سکا تھا۔ یہ آخری کام وہ خود کرنا چاہتا تھا، اپنے بل بوتے پر۔ کامیاب ہو یا ناکام۔''تم کیا کرتی ہو؟''

''میں ہیروں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم پیرا گوئے پہنچاتی ہوں۔''

''آسان کام ہے...... دلچسپ بھی۔ میرے بھائی کو زیل نے قتل کیا تھا؟'' اس نے پوچھا۔ ایلسا نے کندھے جھٹک دیے۔''تمہارا جواب اثبات میں ہے؟'' اس نے پوچھا۔ ایلسا

خاموش رہی۔

وہ مکان میں داخل ہوئے اور نشست گاہ میں چلے آئے، انہوں نے کھڑکی سے جھانکا۔ دور سڑک پر ایک کار آتی دکھائی دی۔ ''یہ وہی ہیں نا؟'' تھامس نے پوچھا۔

''شاید وہی ہیں۔''

کار قریب آتی گئی۔ تھامس کے دانت میں پھر تکلیف ہونے لگی۔ درد بہت شدید تھا۔ اس نے رین کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹٹولا۔ بائیں جیب میں کارتوسوں کا ڈبا تھا اور داہنی جیب میں ڈیڈی کا ریوالور۔ ریوالور بھرا ہوا اور تیار تھا اور وہ نشانے کا کچا بھی نہیں تھا۔ انتقام کا وقت قریب آ رہا تھا، اس کا خواب پورا ہونے والا تھا۔ کرسچن زیل آ رہا تھا۔ اپنی موت کی طرف۔

تھامس کھڑا کار کو آتے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک خوف اس پر حملہ آور ہو گیا۔ کیا ہوا، اگر اس کا نشانہ بہت اچھا ہے، اس نے کبھی کسی جیتے جاگتے انسان پر گولی نہیں چلائی تھی۔ پھر اس کے مقابل چار افراد ہوں گے۔ بلکہ پانچ۔ اور طبعاً وہ بزدل ہے۔ وہ سراپا دعا بن گیا۔ ''اے خدا...... اے خدا...... آخری بار مجھے حوصلہ بخش دے۔ مجھے ضرورت ہے اس کی۔''

درد اور شدید ہو گیا تھا۔ اس نے انگلی پر لونگ کا تیل ملا اور انگلی سے دانت کو سہلانے لگا۔ پھر کسی اچانک خیال کے زیر اثر اس نے انگلی ہٹائی اور لونگ کے تیل کی شیشی دیوار پر دے ماری۔ اس کے بعد اس نے گہری گہری سانسیں لیں تاکہ درد فزوں تر ہو جائے۔ یہی درد تو اسے حوصلہ دے گا۔ زیل کے مظالم کی یاد دلائے گا۔

ایلسا نے اسے یوں دیکھ رہی تھی، جیسے وہ پاگل ہو۔ مگر اُسے کوئی پروا نہیں تھی۔

کار ایلسا کی کار کے پیچھے روک دی گئی۔ دروازے کھلے، ایک طرف سے ارہاڈ اور کارل اترے، دوسری طرف سے جینوے۔ ایلسا تھامس کو بغور دیکھ رہی تھی۔ تھامس کے چہرے پر خوف تھا۔

''زیل نہیں آیا۔ وہ کہاں ہے؟'' تھامس نے پوچھا۔ ایلسا نے کندھے جھٹک دیے۔ تھامس کار کو گھورتا رہا اور اس میں سے زیل کے برآمد ہونے کی دعا مانگتا رہا لیکن کار اب خالی تھی۔ تھامس کا جوش و خروش سرد پڑ گیا تھا۔ زیل نہیں آیا تھا تو وہ کہاں تھا؟ ابھی تک بینک بھی نہیں کھلا تھا کہ یہ سمجھا جائے وہ ہیرے وصول کرنے گیا ہوگا۔

"زیل کو بینک جانا ہے؟ کون سے بینک؟" اس نے ایلسا سے پوچھا۔
"مجھے علم......" ایلسا بات پوری نہیں کر سکی کیونکہ تھامس نے ریوالور نکال لیا تھا۔
"میں ڈرتی نہیں ہوں تم سے۔" ایلسا نے بے خوفی سے کہا۔
"ڈرنے لگو گی۔" تھامس نے کہا اور پورچ کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ ایلسا تیزی سے چل دی۔ تھامس اُس کے پیچھے تھا۔ اس کا ریوالور والا ہاتھ پسینہ اُگلنے لگا تھا۔
"گڈ مارننگ۔" جینوے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ ارہارڈ اور کارل کے درمیان کھڑا تھا۔
"یہ مسلح ہے۔ اس کے پاس ریوالور ہے۔" ایلسا نے بتایا۔
جینوے پورچ کی طرف بڑھا۔ کارل اور ارہارڈ اس کے ساتھ تھے۔ وہ کافی نزدیک آ گئے تو تھامس نے للکارا "رک جاؤ۔"
وہ تینوں رُک گئے۔ تھامس ہچکچایا۔ "ہم مزید ہدایات کے منتظر ہیں۔" جینوے نے مضحکہ اڑایا۔ "ہمیں تین لمبے ڈگ بھرنے کی اجازت ہے؟"
تھامس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ اس قسم کی صورتِ حال سے پہلے کبھی اس کا سابقہ نہیں پڑا تھا۔ فائر کرنے کی صورت میں وہ کسی ایک کو ہلاک کر سکتا تھا۔ اس صورت میں باقی لوگوں کی نقل و حرکت پر اسے اختیار نہیں رہتا۔ اس کے پاس ایک یرغمالی موجود تھا۔ وہ سوچتا رہا کہ ایلسا کو اس حیثیت میں استعمال کرے یا نہیں۔
"وقت گزاری کے لیے کوئی مشغلہ ہی فراہم کر دو ہمیں۔" جینوے نے پھر طنز کیا۔
"مجھے انتظار کرنا اچھا لگتا ہے۔" تھامس نے خوش دلی سے کہا۔ حالانکہ یہ غلط تھا۔ اسے انتظار سے نفرت تھی۔
کارل نے زیرِ لب کچھ کہا۔ مگر جینوے نے اسے جھڑک دیا۔
"کارل کو سمجھاؤ۔ یہ بلاوجہ پریشان ہو رہا ہے۔" تھامس نے جینوے سے کہا۔
"پولیس ابھی پانچ منٹ کے اندر اندر یہاں پہنچ جائے گی۔" یہ کہتے کہتے اسے فخر کا احساس ہونے لگا۔ واقعی وہ اپنے بھائی کا صحیح جانشین تھا۔ دشمنوں کو شک تھا کہ اس نے پولیس میں رپورٹ کی ہوگی۔ چنانچہ وہ ان پر دباؤ بڑھا رہا تھا۔ اُن کا شک بڑھا کے۔

"یہ کہہ رہا تھا کہ پولیس کی آمد کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ معاملہ اپنے طور پر نمٹانا چاہتا ہے۔" ایلسا نے جلدی سے کہا۔

"ہاں...... ممکن ہے، میں نے سچ ہی بولا ہو۔" تھامس نے لطف لیتے ہوئے کہا۔

ارہارڈ کا جسم تن سا گیا۔ اس کی نظریں سڑک کی جانب اُٹھ گئیں۔ کارل بھی بڑبڑایا۔ جینوے نے پھر اُسے جھڑک دیا۔

"میرے پاس گھڑی نہیں ہے۔ ذرا مجھے صحیح وقت تو بتاؤ۔" تھامس نے فرمائش کی۔

"مجھے یقین نہیں ہے کہ تم نے پولیس کو مطلع کیا ہے۔" جینوے نے بولا۔

"مجھے بھی یقین نہیں ہے۔" تھامس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔" چلو، ہم کسی بات پر متفق تو ہوئے۔" اس نے جینوے کو مسکراہٹ سے نوازا۔

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر جینوے نے کہا۔" ٹھیک ہے، تم جیت گئے لیکن شرائط پر گفتگو اندر چل کر کریں گے۔" اس نے اپنے ہاتھ پہلوؤں سے دور کر لیے۔ مسلح ہونے کی صورت میں بھی اب وہ تیزی سے عمل نہیں کر سکتا تھا۔ ارہارڈ اور کارل نے بھی اس کی تقلید کی۔

"خوب...... ! تو یہ اعتماد کا مظاہرہ ہے؟" تھامس نے پوچھا۔ پھر اس نے پستول سے انہیں نشست گاہ کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ ایلسا کو اس نے اپنے ہی ساتھ رکھا تھا۔ نشست گاہ میں اس نے اپنے لیے کھڑکیوں سے دور ایک گوشہ منتخب کیا۔ جینوے سب سے پہلے اندر آیا۔ پھر کارل اور آخر میں ارہارڈ۔ ارہارڈ نے دروازہ بند کر دیا۔

"یہ تو تم سمجھتے ہو کہ میں ایک حد تک شرائط قبول کر سکتا ہوں، اس کے آگے فیصلہ زیل کرے گا۔" جینوے نے کہا۔

"فضول باتیں مت کرو۔ کیسی شرائط، کیسا مطالبہ؟ تم اندر آنا چاہتے تھے، تا کہ مجھے آسانی سے ختم کر سکو۔"

"تو تم نے ہمیں اندر آنے ہی کیوں دیا؟ جینوے نے پوچھا۔

"کیونکہ اب تم سب میری زد میں ہو۔" تھامس نے کہا اور ایلسا کو پرے دھکیل دیا۔ اب وہ ریوالور استعمال کرنے کے لیے تیار تھا۔

جینوے نے اُسے بغور دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔" مجھے شک ہے۔ تم

اس کردار کے لیے موزوں نہیں ہو۔"

"میرا نشانہ غضب کا ہے۔" تھامس نے کہا۔ مگر اسے احساس تھا کہ وہ انہیں یقین نہیں دلا سکے گا۔ اس کا ریوالور والا ہاتھ پسینے میں تر ہو چکا تھا۔

"پولیس کا کوئی چکر نہیں ہے۔" جینوے نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "ہوتا تو یہ اس طرح پریشان نہ ہوتا۔"

"جب پولیس آئے گی تو تمہیں حیران ہونے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ تم سب خود کو مردہ سمجھو۔ پھر میں زیل سے بھی نمٹ لوں گا۔" تھامس بات پوری کرتے کرتے ہانپنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم انتظار کریں گے۔ ہمیں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم تماشا دیکھیں گے۔" جینوے نے کہا۔

تھامس کچھ پیچھے ہٹ گیا۔ یہ بہت بری بات تھی مگر درست تھی۔ وہ جنگ ہار رہا تھا۔ ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔ مگر صورتِ حال اس کے قابو سے باہر ہوئی جا رہی تھی۔ "اب میں تمہیں اپنی شرائط بتا دوں۔" اس نے کہا مگر اس کی آواز ضرورت سے زیادہ بلند تھی۔ یہ ایک اور غلطی تھی، جو اس سے سرزد ہوئی۔

"ضرور......ضرور......"

"مجھے صرف زیل کی تلاش ہے۔ مجھے بتاؤ کہ ہیرے کس بینک میں ہیں اور زیل ہیرے نکالنے کس وقت جائے گا۔ اس کے بعد مجھے تم سے تم پر ایک گھنٹے کی فوقیت کی ضمانت درکار ہوگی۔"

"ہمیں منظور ہے۔" جینوے نے تیزی سے کہا "بس، یہ اور بتا دو کہ تمہیں ایک گھنٹے کی فوقیت کی ضمانت کیسے دی جائے گی۔ میرا خیال ہے، ایک گاڑی تم لے جانا اور دوسری کے ٹائر بیکار کر جانا۔"

"میرا خیال ہے......" تھامس نے کہنا چاہا۔ مگر اسی وقت جینوے چلایا۔ "نہیں۔"
اس نے کارل کو حرکت کرتے دیکھ لیا تھا۔ کارل بہت تیزی سے تھامس کی طرف جھپٹا۔ اس نے تھامس کا گلا دبوچنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ فتح سے صرف ایک گز دور تھا کہ تھامس نے فائر کر دیا۔ گولی اس کی آنکھ پھاڑتی ہوئی نکل گئی۔ اس کی چیخ بے حد مکروہ تھی۔

تھامس گولی چلاتے ہی فرش پر گر گیا۔ جینوے پستول نکالنے والا تھا۔ تھامس کی ذہنی کیفیت اب بالکل بدل چکی تھی۔ اب وہ بزدل یا کم ہمت نہیں تھا۔ اس کے ہاتھوں میں موت تھی۔ اور کمرے میں موجود سب لوگ اس کے دشمن تھے۔ اس نے ارہارڈ کو دروازے کی طرف بڑھتے دیکھا اور نشانہ لے کر ٹرائیگر دبا دیا۔ اب مقابلے پر صرف جینوے رہ گیا تھا۔ مگر یہ مرحلہ خطرناک تھا۔ کیونکہ جینوے پستول نکال چکا تھا اور حرکت میں تھا۔ تاہم ابھی اسے شست باندھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ تھامس اس الجھن میں تھا کہ فلموں کی طرح پستول کو نشانہ بنائے یا جینوے کو۔ اسی گوں مگوں کے عالم میں اس نے فائر کیا۔ گولی جینوے کے پیٹ میں لگی۔ اس نے دوسرا فائر کیا۔ اس بار جینوے گرا۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا لیکن جینوے مرا نہیں تھا۔ اسی وقت تھامس نے ارہارڈ کو حرکت کرتے دیکھا اور تیزی سے پلٹ کر فائر کیا۔ اس دوران ایلسا، جینوے کے پستول کی طرف لپکی تھی۔ تھامس کو اس سے پہلے پستول تک پہنچنا تھا۔ کیونکہ اس کے ریوالور کی گولیاں ختم ہو گئی تھیں۔

ایلسا اس سے پہلے پستول تک پہنچی مگر ناکام رہی۔ وہ لڑکی تھی جبکہ وہ میراتھن مین تھا۔ وہ پوری رفتار سے جھپٹا تھا۔ اس نے ایلسا کے ہاتھ پر لات رسید کی۔ پستول فضا میں اُچھلا۔ اس نے جھپٹ کر پستول تھاما اور ایلسا پر تان لیا۔ ایلسا ہذیاتی انداز میں نہیں...... خدا کے لیے نہیں...... مجھے معاف کر دو...... چیخے جا رہی تھی۔

''مجھے زیل کے بینک کا پتا بتاؤ۔'' تھامس غرایا۔

''مجھے نہیں معلوم۔''

جینوے کا جسم خون اگل رہا تھا۔ ارہارڈ بھی زندہ تھا اور کراہے جا رہا تھا۔ ''جھوٹ مت بولو۔ مجھے بتاؤ۔ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔'' تھامس نے ایلسا سے کہا۔

''تم ...... تم تو ہر حال میں قتل کرو گے مجھے۔ پھر میں کیوں بتاؤں تمہیں۔'' ایلسا دیوانہ وار چلائی۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اس کے باوجود بتاؤ گی، تمہیں بتانا ہوگا۔''

''میڈیسن...... میڈیسن اور 91ویں سٹرک پر بینک ہے......''

یہ تھامس کے لیے بہت بڑی فتح تھی لیکن وہ اس سے لطف نہ لے سکا۔ نہ جانے کب

جینوے گھسٹتا ہوا اس تک پہنچا اور اس کی ٹانگ کھینچ لی۔تھامس نے گرتے گرتے اس کے جسم میں کئی گولیاں اُتار دیں۔اسی وقت اس نے ارہارڈ کو بھی گھسٹ کر اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔اس نے پلٹ کر اس پر بھی فائرنگ کر دی۔اسے ایسا لگا، جیسے پوری کائنات خون میں ڈوب رہی ہے۔

آخری گولی ایلسا کے لیے تھی......

❁.....❁.....❁

زیل یہودیوں کے درمیان مزے سے گھوم رہا تھا۔وہ بہت خوش تھا۔ڈائمنڈ مارکیٹ بہت بڑی تھی اور وہاں صرف یہودیوں کی دُکانیں تھیں۔مارکیٹ کے باہر بینک بھی یہودیوں کا تھا۔مارکیٹ میں چھوٹی چھوٹی دُکانیں تھیں۔مگر وہاں کروڑوں کے سودے ہوتے تھے۔زیل چند اچھی دُکانیں منتخب کرنا چاہتا تھا تاکہ ہیرے لا کر انہیں دکھا سکے۔اچھی قسم کی دُکانیں مقفل تھیں۔ان میں داخلے کے لیے پہلے بیل بجانا پڑتی تھی۔وہ سوٹ کیس اُٹھائے چلتا رہا۔مارکیٹ سے نکل کر اس نے ٹیکسی روکی اور ڈرائیور کو بینک کا پتا بتایا۔وہ جانتا تھا کہ بینک کھل گیا ہوگا لیکن وہ ابھی بینک میں جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔اس کی دو وجوہ تھیں۔ ایک تو اس کی جنوبی امریکا واپسی کی پرواز کا وقت سات بجے تھا اور وہ اپنے ہیرے لے کر سڑکوں پر زیادہ وقت گزارنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔دوسری وجہ اسکائیلا تھا۔اسے علم نہیں تھا کہ اسکائیلا اسے لوٹنے کا منصوبہ بنایا تھا یا نہیں، اور وہ منصوبہ اب بھی زندہ ہے یا نہیں۔ وہ خود اسکائیلا کی جگہ ہوتا تو یہ کوشش ضرور کرتا۔ایک تو ہیرے اربوں ڈالر مالیت کے تھے اور پھر لٹنے والا فریاد بھی نہیں کر سکتا تھا۔

91ویں سڑک سے گزرتے ہوئے اس نے بینک کو بڑی محبت سے دیکھا۔وہ دو گھنٹے پہلے......صبح آٹھ بجے بھی یہاں سے گزر چکا تھا۔وہ اس علاقے کو پوری طرح سمجھ لینا چاہتا تھا۔ وہ کھڑکی سے دیکھتا رہا۔سارا کھیل یادداشت کا تھا اور اس کی یادداشت غضب کی تھی۔وہ بینک کے قریب راہ گیروں کو بغور دیکھ رہا تھا۔اُن میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا۔جو صبح آٹھ بجے بھی نظر آیا ہو۔جس پر شک کیا جا سکے کہ وہ اس کے بینک سے ہیرے لے کر نکلنے کا منتظر ہوگا۔

زیل نے لیکسنگٹن پر ٹیکسی رکوائی اور کرایہ ادا کیا ٹیکسی کے جانے کے بعد اس نے ایک اور ٹیکسی روکی اور دوبارہ ڈائمنڈ مارکیٹ کی طرف چل دیا۔

اس بار ڈائمنڈ مارکیٹ میں داخل ہوتے ہوئے وہ ہیجانی کیفیت سے دوچار تھا۔ دو دُکانیں وہ پہلے ہی منتخب کر چکا تھا۔ اس نے ان کا رُخ کیا۔ اسے ہیروں کی قیمتوں کا اندازہ لگانا تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ بڑے ہیروں کی قیمت معلوم کرنے کے بجائے ایک قیراط کے ہیروں کی قیمت معلوم کرے گا۔

اس نے بزر دبایا۔ اندر بزر کی آواز گونجی۔ پھر دروازہ کھلا۔ وہ دکان میں داخل ہو گیا۔ ''مجھے ایک قیراط کا ہیرا دکھائیے پلیز۔'' اس نے کاؤنٹر پر کھڑے منحنی شخص سے کہا۔

منحنی شخص کے جوابی سوال نے اسے حیران کر دیا۔ ''کیوں؟''

''کیونکہ.....'' بے خیالی میں وہ اپنے جرمن تلفظ پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس مارکیٹ میں یہ بہت بڑی غلطی تھی۔ اب وہ دُعا ہی کر سکتا تھا کہ دُکان دار نے غور نہ کیا ہو۔

''اگر آپ کو ہیرا دیکھنا ہے تو کھڑکی سے دیکھ لیں۔ شوکیس میں بہت ہیرے ہیں۔ اگر خریدنا چاہتے ہیں تو میں آپ کو بہترین ہیرا دکھا سکتا ہوں۔''

''قیمت کیا ہوگی؟'' زیل نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔ یہ بات طے تھی کہ اس دکان میں اچھی کوالٹی کے ہیرے موجود ہیں۔

''پہلے آپ نے دیکھنے کی فرمائش کی۔ اب قیمت پوچھ رہے ہیں۔''

زیل چڑ گیا۔ تیس سال سے وہ حکم دینے اور تعمیل کرانے کا عادی تھا۔ دکان دار اُسے اہمیت ہی نہیں دے رہا تھا۔ وہ دکان سے نکلا اور دوسری دکان کی طرف بڑھ گیا۔ بزر کے بعد دروازہ کھلا۔ وہ اندر داخل ہوا۔ یہ دکان نسبتاً بڑی تھی۔ وہاں دو آدمی تھے۔ ایک بھاری بدن کا پسینے میں نہایا ہوا۔ زیل کو اس کی پیٹھ نظر آ رہی تھی۔ دوسرا دُبلا پتلا جنٹلمین تھا۔

''میں ایک قیراط کے ہیرے کی قیمت جاننا چاہتا ہوں۔'' زیل نے برطانوی لہجہ اپنایا۔ ''میں اپنی بیوی کو شادی کی 25 ویں سالگرہ پر تحفہ دینا چاہتا ہوں۔''

سیلز مین مسکرا دیا۔ یہ تو ہیرے کی کوالٹی پر منحصر ہے۔ ساڑھے تین سو ڈالر سے چار ہزار ڈالر تک قیمت ہو سکتی ہے۔''

''چار ہزار ڈالر۔'' زیل نے کہا۔ اس کے جسم میں سنسنی سی دوڑنے لگی۔

آپ ہوشیار آدمی ہیں جناب۔ ٹاپ کلاس ہیرا بہترین سرمایہ کاری ثابت ہوتا ہے۔

ایک سال میں ہیرے کی قیمت پچاس فیصد بڑھ جاتی ہے۔"

زیل نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔اسی لمحے موٹا شخص اس کی طرف پلٹا۔زیل دہل گیا۔ وہ اس موٹے یہودی کو پہچان گیا، نازی کیمپ میں یہ موٹا اس کے تشدد کا نشانہ بن چکا تھا۔

موٹے نے انگڑائی لی اور زیل کو دیکھا۔"اوہ..... لگتا ہے، میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہے۔آپ جانے پہچانے لگتے ہیں۔"

"ممکن ہے۔میرا نام ہیس ہے۔" زیل نے برطانوی لہجے میں کہا۔یہ وہ لمحہ تھا، جس سے وہ زندگی بھر ڈرتا رہا تھا۔دن کی روشنی میں اپنے کسی سابق شکار کا سامنا۔اب تو وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس مارکیٹ میں جانے کتنے ایسے لوگ ہوں گے، جن سے اس کا ماضی میں تشدد کا رشتہ رہا ہوگا۔"آپ شاید لندن میں مجھ سے ملے ہوں گے۔" اس نے اضافہ کیا۔

"نہیں......لندن نہیں ہوسکتا۔"

"میں یہودی ہوں۔خوش قسمتی سے 1935ء میں جرمنی سے نکل آیا تھا۔تبھی سے میں لندن میں ہوں۔"

موٹا یہودی مطمئن نظر آنے لگا۔اس کے چہرے پر غور وفکر کا جو تاثر تھا، معدوم ہوگیا۔

کچھ دیر ادھر ادھر کی باتوں کے بعد زیل دکان سے نکل آیا۔سڑکوں پر ہجوم بڑھ گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی گرمی بھی۔زیل نے گھڑی دیکھی ۔ گیارہ بج چکے تھے۔گویا ابھی اس کے پاس وقت گزاری کے لیے چند گھنٹے تھے۔بینک وہ آخر وقت میں جانا چاہتا تھا۔

وہ پیدل ہی چلتا رہا۔سکستھ ایونیو پر چلتے چلتے وہ ٹھٹکا نہ جانے کہاں...... کوئی پکار رہا تھا......"فرشتہ......فرشتہ"۔وہ رکا پھر اس کی سمجھ میں آیا۔وہ صرف فرشتہ نہیں۔سفید فرشتہ کی پکار تھی۔اس کی دھڑکنیں بے ربط ہونے لگی۔ہٹلر کے دنوں میں وہ اسی نام سے پکارا جاتا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر اسے وہ عورت نظر آئی۔وہ بڑھی عورت 47ویں سڑک کے اس پار کھڑی تھی۔اس کی انگلی اس کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔اور وہ ہذیانی لہجے میں......"سفید فرشتہ......زیل......سفید فرشتہ......کرسچن زیل......" چیخے جارہی تھی۔

زیل ایک لمحے کو اپنی جگہ جم کر رہ گیا۔پھر اس نے عورت کو سڑک پار کرنے کے لیے بڑھتے دیکھا تو وہ بھی چل دیا۔خوش قسمتی سے دوسرے راہ گیر، عورت کی طرف متوجہ نہیں

ہوئے تھے۔ شاید وہ اُسے پاگل سمجھ رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر بلکہ شاید سبھی اس کے نام سے نا آشنا تھے۔

مگر پھر راہ گیروں میں ایک بوڑھا شخص یہ پکار سن کر ٹھٹکا۔ ''زیل......؟ زیل یہاں ہے!''

پھر ایک اور بڑھا رکا۔ ''کہاں ہے زیل؟''

ایک موٹی عورت نے سر ہلا کر کہا۔ ''زیل کہاں۔ وہ تو مر چکا۔ اس ٹولے کے سب لوگ مر چکے ہیں۔''

''نہیں...... نہیں۔'' بڈھی چڑیل کی انگلی بدستور زیل کی طرف اٹھی۔ ''سفید فرشتہ یہاں موجود ہے۔''

زیل کو ایسا لگا، جیسے 47 ویں سڑک دھماکے سے پھٹ جائے گی۔ ہر طرف ہلچل مچ گئی تھی۔ زیل نے خود پر بمشکل قابو پایا اور خود کو بھاگنے سے روکا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا بڑھتا رہا۔ بھاگتا تو کام تمام ہو جاتا۔ یوں اسے کوئی نہیں پہچان سکتا تھا۔ عورت اب بھی چیخے جا رہی تھی۔

زیل بڑھتا رہا۔ پیچھے شوروغل کی آواز خوفزدہ کر دینے کی حد تک بڑھ گئی۔ اس کا نام ڈائمنڈ مارکیٹ تک پکار کی حیثیت اختیار کر گیا۔ یہودی اس نام سے بخوبی واقف تھے۔ وہ خوف سے دم بخود ہو گئے تھے لیکن پھر انہیں احساس ہوا کہ وہ آزاد امریکا میں ہیں، جرمنی میں نہیں۔ ان کا خوف دور ہو گیا۔ ان میں سے بیشتر یہ سوچ رہے تھے کہ کیا یہ سچ ہو سکتا ہے، زیل زندہ ہے، زندہ ہے تو کیا یہاں...... امریکا میں ہے؟ ہے تو اُسے پکڑا جا سکتا ہے۔

زیل نے اپنی رفتار اور کم کر دی۔ اسے خود کو سیاح ظاہر کرنا تھا۔ خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

''وہ نکلا جا رہا ہے...... پکڑو...... پکڑو۔'' بڈھی چڑیل چیخے جا رہی تھی۔

اب دکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے کھل رہے تھے۔ لوگ جاننا چاہتے تھے کہ یہ شور کیسا ہے۔ زیل نے ایک دروازے پر کھڑی ہوئی خاتون کو مسکراہٹ سے نوازا۔ ''یہ شور کیسا ہے؟'' خاتون نے پوچھا۔

"پتا نہیں۔" اس بار زیل نے فرانسیسی لب و لہجہ اپنایا اور خالص فرانسیسی انداز میں کندھے جھٹکے۔

جواباً عورت بھی مسکرا دی۔ زیل کا اعتماد بڑھ گیا۔ نہ گھبرانے کی صورت میں اُسے کوئی خطرہ لاحق نہیں تھا۔

"میں روکوں گی اسے۔" بڑھی چڑیل نے چلا کر کہا۔ زیل نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ کیونکہ اگر وہ اس کے پیچھے آ رہے تھے تو یہ اور بات تھی۔ اس صورت میں بھاگنا ہی پڑتا۔ بوڑھی عورت دیوانگی کے عالم میں چیختی ہوئی ٹریفک کے باوجود سڑک کے پار کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ "مجھے جگہ دو...... سڑک پار کرنے دو۔" بڑھی تھی اور تیز نہیں چل سکتی تھی اسے راستہ دینے کے لیے سب کاریں رُک گئیں۔ سوائے ایک کے۔ اور وہ ایک کار بہت کافی تھی۔ بڑھی چڑیل زخمی ہو کر گری مگر اس کی آواز پہلے سے زیادہ تھی۔ "بے وقوفو...... کوئی روکے اُسے...... پکڑو...... سفید فرشتہ۔"

زیل آگے بڑھ گیا۔ اب پولیس آئے گی۔ بڑھیا پولیس کو بھی یہ کہانی سنائے گی۔ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اسے تو صرف خود پر قابو رکھنا تھا۔ اس نے اپنے بازو والی نیام میں رکھے کٹر کو تھپتھپایا۔ اس کا وہ خاموش ہتھیار اس صورتِ حال میں بوقت ضرورت بہت مؤثر ثابت ہو سکتا تھا۔ پولیس نے اگر بڑھیا کی بات پر یقین کیا تو وہ اس سے دو توقعات رکھے گی۔ ایک تو یہ کہ اس کے پاس کوئی گن ہوگی۔ یہ توقع تو پوری ہی نہیں سکتی تھی۔ زیل نے عمر بھر گنوں سے نفرت کی تھی۔ دوسری توقع اس سے یہ کی جائے گی کہ وہ بھاگے گا۔ اسے یہ توقع بھی خام ثابت کرنا تھی۔

چنانچہ وہ سکون سے چلتا رہا۔ اسے کسی خالی ٹیکسی کی جستجو تھی لیکن دور و نزدیک کوئی ٹیکسی نہیں تھی۔ وہ ففتھ ایونیو کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کچھ آگے جا کر اسے برف میں نہایا ہوا پلازا نظر آیا۔ اتنی گرمی میں برف دیکھ کر اس کی طبیعت خوش ہوگئی۔ آئس اسکیٹرز اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ وہ جنگلے سے ٹک کر کھڑا ہو گیا اور دلچسپی سے اسکیٹرز کو دیکھنے لگا۔

اچانک کسی نے عقب سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اسے اپنی گھوم جانے پر مجبور کر دیا۔ زیل نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ ہیروں کی دُکان والا موٹا یہودی تھا۔ "میں جانتا تھا تم

برطانوی نہیں ہو۔ کتے کے بچے۔'' موٹا یہودی غرایا۔

زیل کا ہاتھ تیزی سے بازو کے اندر رینگا۔ اب کٹر اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے موٹے یہودی کے گلے پر وار کیا۔ موٹا گرنے لگا۔ زیل نے شور مچادیا۔ ''سنبھالو...... سنبھالو ...... یہ کوئی بیمار ہے۔''

موٹا گرنے سے پہلے ہی مر چکا تھا۔ اس کے گرد بھیڑ لگ گئی تھی۔ موٹے کا ہاتھ اپنے گلے پر تھا۔ لہٰذا کسی کو علم نہیں تھا کہ وہ قتل ہوا ہے۔ البتہ خون سامنے آتے ہی چیخ پکار مچ گئی لیکن اس بار زیل کا نام نہیں لیا۔ کسی کو پتا ہی نہیں چل سکا تھا۔ اس نے موٹے کو بروقت خاموش کر دیا تھا۔

زیل پھرتی سے وہاں سے ہٹ آیا۔ خوش قسمتی سے ٹیکسی فوراً ہی مل گئی۔ اب زیل کو بینک جانا تھا۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے وہ میڈیسن پہنچ گیا۔

وہ بینک میں داخل ہوا۔ لاکر کا نمبر اسے زبانی یاد تھا اور چابی اس کے کوٹ کی جیب میں تھی۔ وہ سیف ڈیپازٹس کے کاؤنٹر پر پہنچا۔ وہاں ایک سیاہ فام خاتون بیٹھی تھی۔ ''یہ میرے لاکر کی چابی ہے۔ اس نے خاتون کلرک کی طرف چابی بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال تھا، میں سب کے چہرے پہچانتی ہو۔ خیر...... نام بتایئے۔''

زیل نے فوراً جرمن لب ولہجہ اپنایا۔ یہ عورت یقیناً اس کے باپ سے واقف تھی۔ میں کرسٹوفر ہیس ہوں۔ لاکر میرے والد کے نام ہے۔''

''اوہ...... تو آپ مسٹر ہیس کے بیٹے ہیں۔ آپ پہلی بار یہاں آئے ہیں۔ حالانکہ آپ ان کے ڈپٹی ہیں۔'' سیاہ فام عورت نے کہا۔ وہ زیل کو عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

''ڈیڈی بہت بیمار ہیں۔''

''آپ اندر چلے جائیں۔'' سیاہ فام عورت نے گرل والے دروازے کی طرف اشارہ کیا، جو مقفل تھا۔ پھر وہ چوکیدار سے مخاطب ہوئی۔ ''جارج...... مسٹر ہیس کو ان کے لاکر تک لے جاؤ۔''

زیل شکریہ ادا کر کے گیٹ کی طرف بڑھا۔ چوکیدار جارج نے گرل ہٹائی اور اسے اندر آنے دیا۔ ''آپ پرائیویٹ روم میں دیکھنا چاہتے ہیں؟'' چوکیدار نے پوچھا۔

"جی ہاں...... شکریہ"

گارڈ نے اس سے چابی لی اور ایک بکس کھول کر دوسری چابی برآمد کی۔ پھر اس نے ایک بھاری بکس نکالا اور اُسے اٹھا کر پرائیویٹ روم تک لے گیا۔ زیل اس کے ساتھ تھا۔ زیل نے اس کا شکریہ ادا کر کے اسے رخصت کیا۔ پھر اس نے بکس اٹھایا۔ اسے توقع تھی کہ بکس بہت بھاری ہوگا لیکن بکس بہت ہلکا تھا۔ اس نے بکس کھولا۔ اس میں ایک کافی کے ڈبے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ زیل پر مایوسی طاری ہونے لگی۔ غصے اور جھنجلاہٹ میں اس نے ڈبے کا ڈھکنا ہٹایا۔

ڈھکنا ہٹتے ہی ڈبے سے ہیرے اُبل پڑے۔ ڈبا لبالب ہیروں سے بھرا ہوا تھا۔ زیل کا وجود خوشی سے بھر گیا۔ ڈبے میں ہر سائز کے ہیرے تھے۔ جگمگاتے ہوئے ہیرے۔ اتنے ہیروں سے تو وہ پورا پیراگوئے خرید سکتا تھا۔

اس نے ہیرے سمیٹ کر دوبارہ ڈبے میں رکھے۔ اس وقت وہ دنیا کا امیر ترین آدمی تھا لیکن پیراگوئے میں وہ اپنی امارت کا لطف بھی نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ پہلی بار اس کے ذہن میں پلاسٹک سرجری کا خیال آیا۔ پلاسٹک سرجری کے بعد تو وہ کہیں بھی رہ سکتا تھا۔ کون پہچانتا اسے۔ اس نے سوچا کہ پہلی فرصت میں اس خیال پر عمل کرے گا۔ اس نے خالی بکس لاک کیا اور چوکیدار کو بلا کر اسی کے حوالے کر دیا۔ ہیروں والا ڈبا اس کے سوٹ کیس میں منتقل ہو چکا تھا۔

سیاہ فام خاتون کلرک سے کچھ رسمی باتیں کر کے وہ بینک سے نکل آیا۔ باہر نکلتے ہی اسے احساس ہو گیا کہ یہ دن ہی منحوس ہے۔ رین کوٹ اور جاگنگ شوز پہنے ہوئے ایک دیوانہ اس کا منتظر تھا۔ اس کی آنکھوں سے وحشت اور دیوانگی برس رہی تھی۔

"اب میں تمہارے سوال کا جواب دے سکتا ہوں مسٹر زیل۔" تھامس بیب نے کہا۔ "تمہیں خدشہ ہے۔ خطرہ لاحق ہے تمہیں۔"

زیل ٹھٹک گیا۔ اگر یہ زندہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ میرے تمام آدمی مر چکے ہیں، اس نے سوچا اور تھامس کے رین کوٹ کی پھولی ہوئی جیب کو دیکھا۔ اس میں یقیناً ریوالور تھا لیکن اس میں تشویش کی کوئی بات نہیں تھی۔ غیر مسلح تو وہ خود بھی نہیں تھا۔ اس کے پاس کٹر تھا۔ لہٰذا شکست کا کوئی خدشہ نہیں تھا۔ بات فاصلہ کم کرنے کی تھی۔ زیل نے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی مناسب جگہ مل جائے قریب ہونے کے لیے۔ "کیا ارادہ ہے؟" اس نے تھامس سے پوچھا۔

''صرف اتنا بتا دو کہ کہاں مرنا چاہتے ہو؟''

''چھوڑو ان باتوں کو۔'' زیل نے کہا۔ اسی لمحے اس نے تھامس کو ریوالور نکالتے دیکھا۔ وہ مریل لڑکا جو چند گھنٹے پہلے کرسی سے بندھا رو رہا تھا اس کے سامنے اب اپنی اہمیت جتا رہا تھا۔ زیل نے سوچا، پاگلوں کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ پاگل تو کسی بھی وقت کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ ''اسے جیب میں رکھ لو۔ ہم شرائط طے کر سکتے ہیں۔ میں ہیرے نکال لایا ہوں۔''

''تم کہاں مرنا چاہتے ہو؟'' تھامس نے محبت آمیز لہجے میں پوچھا۔

زیل کو یقین نہیں آیا ہے۔ یہ احمق لڑکا سچ مچ مجھے قتل کرے گا...... اور وہ بھی اس وقت جب میں دنیا کا امیر ترین آدمی ہوں۔ ''پارک میں چلو۔'' اس نے سرگوشی میں کہا۔ ''وہاں ہم تنہائی میں، سکون سے گفتگو کر سکیں گے۔'' اس نے سوچا، پارک میں پہلو بہ پہلو چلنے کا موقع مل جائے گا۔

''ٹھیک ہے، چلو۔'' تھامس نے کہا۔

زیل نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ ''میری بات غور سے سنو۔ تم ابھی جوان ہو۔ جو کچھ آدمی ساری عمر محنت کر کے حاصل کرتا ہے، وہ تمہیں ابھی مل سکتا ہے۔ عمر بھر عیش کرو گے۔''

تھامس خاموش رہا۔

''تم جوان ہو۔ ابھی تمہاری عمر پڑی ہے۔ تم اسمارٹ ہو لیکن عقلمند نہیں ہو۔'' زیل کے لہجے میں التجا آمیز نرمی تھی۔

''تم نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے۔''

''نہیں، یہ جھوٹ ہے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہو، میں وہاں موجود نہیں تھا۔''

''جینوے نے مجھے بتا دیا تھا...... اور ایلسا نے بھی۔''

''میں اسے قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ خدا کی قسم، میں نہیں چاہتا تھا مگر اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔''

''نہ مجھے جینوے نے کچھ بتایا ہے نہ ایلسا نے۔ تم نے خود ہی اعتراف کر لیا۔ اب بولو، میں عقلمند ہوں یا نہیں۔''

اب وہ پارک کے قریب پہنچ گئے تھے۔ ''مجھے قتل کر کے تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا'' زیل نے کہا۔

''یہ تو تمہارا خیال ہے۔''

''کچھ نہیں ملے گا تمہیں۔''

''تیز چلو۔'' تھامس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

انہوں نے ففتھ ایونیو کراس کیا اور پارک میں داخل ہو گئے۔ 'جھاڑیوں کی طرف چلو۔'' تھامس نے حکم دیا۔

''میری بات سنو۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ یہ ضروری ہے۔''

''جھاڑی میں گھسو۔''

زیلنے سوٹ کیس کھول کر کافی کا ڈبا نکال لیا۔'' خدا کے لیے......دیکھو تو سہی۔ میری بات مانو۔ بس ایک نظر ڈال لو۔''

تھامس نے ریوالور نکال لیا۔

''خدا کے لیے مان جاؤ۔ آخری خواہش تو سبھی پوری کر دیتے ہیں۔''

''تم نے کبھی کسی سے پوچھی آخری خواہش؟ کبھی پوری کی کسی کی آخری خواہش؟'' تھامس نے زہریلے لہجے میں کہا اور پستول کا گھوڑا چڑھا لیا۔

زیل گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اور ڈبے کا ڈھکنا کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔''ایک نظر دیکھ لو......بس ایک نظر۔'' وہ گڑگڑایا۔

''مجھے تمہارے ہیروں میں کوئی دلچسپی نہیں۔ میں تمہیں مردہ دیکھنا چاہتا ہوں۔'' تھامس نے نرم لہجے میں کہا۔ پھر بولا۔''مائی گاڈ!''

زیل ڈھکنا کھولنے میں کامیاب ہو گیا۔'' دیکھ لو۔ یہ اربوں ڈالر کی دولت ہے۔ ہم بانٹ سکتے ہیں۔''

تھامس نے ہچکچایا۔ پھر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''یہاں آؤ۔ دیکھ تو لو۔ میں تمہیں کیا دینا چاہتا ہوں۔ کیا پیشکش کر رہا ہوں۔ یہ میری آخری خواہش ہے۔ اسے پورا کر دو۔''

تھامس ہچکچایا۔ پھر آگے بڑھا۔ زیل منتظر تھا۔ پھر تھامس، زیل کے بہت قریب پہنچ گیا۔ زیل کا کٹر والا ہاتھ متحرک ہوا۔ مگر پھر اس کا پورا جسم ٹھٹھر کر رہ گیا۔ تھامس نے ریوالور اس کے سینے پر رکھ کر ٹرائیگر دبا دیا۔ زیل گرا اور اسکا منہ مٹی میں لتھڑ کر رہ گیا۔

تھامس زمین پر بیٹھ گیا۔ وہ بے حد پرسکون تھا۔ "شاید یہ بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے مگر میں تمہیں ضرور بتاؤں گا۔ کبھی میں تاریخ کا اسکالر تھا اور میرا تھن مین تھا۔ مگر اب وہ شخص مر چکا ہے۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "مگر مجھے اس کی بات یاد ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ماضی کی غلطیوں کو نہیں سمجھو گے تو انہیں یقیناً دہراؤ گے۔ ہم نے تم جیسے لوگوں کو یہ سہولت دے کر غلطی کی کہ تم پر عدالتوں میں مقدمے چلائے۔ حالانکہ تم مقدمے کے نہیں، موت کے مستحق ہو۔ میں اسی پر عمل کر رہا ہوں۔ یہ قانون نہیں لیکن کھرا انصاف ضرور ہے۔ انسانیت نواز لوگ ممکن ہے، مجھ سے اتفاق نہ کریں۔ میں تاریخ کا اسکالر ہوتے ہوئے خود بھی یہ بات نہ مانتا مگر تم نے، ہاں تم نے مجھے قائل کیا ہے۔ اب میں تم جیسا ہوں۔ فرق یہ ہے کہ تمہیں مرنا ہے اور مجھے جینا ہے۔"

زیل نے اپنی قوت مجتمع کرتے ہوئے جھپٹ کر وار کرنا چاہا۔ مگر تھامس کا ریوالور اس سے پہلے ہی دوسرا شعلہ اُگل چکا تھا۔ زیل پھر زمین بوس ہو گیا۔

"اب مجھے پتا چل رہا ہے کہ قتل کرنا کتنا آسان ہوتا ہے۔ آج کی تاریخ میں تم پانچویں آدمی ہو، جو میرے ہاتھوں قتل ہو رہے ہو۔ کارل پہلا تھا۔ اس کی آنکھ میں گولی لگی تھی۔ اُسے مارنا مشکل ثابت ہوا تھا۔ مگر اس کے بعد مرحلہ آسان سے آسان تر ہوتا جا رہا ہے۔ اب تو مجھے لطف آنے لگا ہے۔"

زیل جان دار آدمی تھا۔ دو گولیاں کھانے کے باوجود اس نے بھرپور انداز میں آخری کوشش کی۔ اس بار تھامس نے اُسے بہت قریب آنے کا موقع دیا۔ پھر آخری لمحے میں اس نے مسلسل تین چار فائر کیے۔ زیل چیخ مار کر اُلٹ گیا۔

"سنو...... اوپر تمہارے مظلومین تمہارے منتظر ہوں گے۔ میں حساب نہیں چکا سکا مسٹر زیل۔" تھامس نے جلدی جلدی کہا۔ کیونکہ زیل پر جان کنی طاری تھی۔ "وہ برزخ میں تمہارا حساب چکائیں گے، جہنم تو بہت بعد کا مرحلہ ہے مسٹر زیل۔ وش یو بیڈ لک......"

✿......✿......✿

پولیس والا بے حد مستعد نظر آ رہا تھا اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور چہرے پر سختی کا تاثر لیکن انداز سے وہ خائف تھا۔ اس کی عمر چوبیس سال تھی اور پولیس میں بھرتی ہوئے اُسے ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا تھا۔ وہ ففتھ ایونیو پر ڈیوٹی دے رہا تھا۔ اس نے دھماکا سنا اور خواہش کی کہ کاش یہ کسی گاڑی کے بیک فائر کی آواز ہو۔ مگر دوسری آواز نے اسے احساس دلا دیا کہ اس کی خواہش پوری نہیں ہوگی۔ تیسری آواز نے اسے یقین دلا دیا کہ یہ فائرنگ ہے۔

وہ پارک میں داخل ہوا۔ جھاڑیوں میں سرسراہٹ کی آواز سنی تو وہ جھاڑیوں کی طرف بڑھ گیا۔ ''اے......!'' اس نے جھاڑیوں کے پاس بیٹھے ہوئے لڑکے کو پکارا۔ ''تم نے فائرنگ سنی؟''

لڑکے نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے جھاڑیوں کی طرف اشارہ کر دیا۔

پولیس والے نے جھانک کر دیکھا اور بولا۔ ''یہ جھاڑیوں میں کیوں لیٹا ہے؟'' اسے گرمی نہیں لگ رہی ہے؟''

''اس لیے کہ وہ مر چکا ہے۔''

''اوہ!' پولیس والا چونکا۔ پھر اچانک اسے کئی باتوں کا ادراک ہوا۔ لڑکا درحقیقت لڑکا نہیں بلکہ 26,27 سال کا مرد تھا۔ وہ رین کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ پاؤں میں جوگنگ شوز تھے۔ اس کے قریب ہی ایک ریوالور بھی پڑا تھا۔ پولیس والے نے بڑھ کر ریوالور اٹھالیا۔

''بہت خوب صورت ریوالور ہے۔'' اس نے کہا۔ پھر پوچھا۔ ''تمہارا ہے یہ؟''

''میرے ڈیڈی کا تھا۔''

پولیس والا سنسنی محسوس کرنے لگا۔ اب تک قتل کی کسی واردات سے اس کا سابقہ نہیں پڑا تھا۔ ''تم نے کچھ دیر پہلے اسے استعمال تو نہیں کیا؟'' اس نے پوچھا۔

''میں نے اس ریوالور سے اسے قتل کیا۔'' نوجوان نے جھاڑیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

پولیس والے نے جلدی سے اپنا پستول نکال کر تان لیا۔ ''خبردار کوئی حرکت نہ کرنا۔''

''میں اپنا کام ختم کر سکتا ہوں؟''

''کیسا کام؟'' پولیس والے نے چونک کر پوچھا اور دیکھا کر نوجوان کے ہاتھ میں کافی کا ڈبا ہے۔ وہ اس میں سے شفاف ماربل یا کنکر نکال کر جھیل میں پھینک رہا تھا۔

''بس، اب تو چند ایک ہی رہ گئے ہیں۔ ایک تو میں چار ٹپے تک دینے میں کامیاب ہو گیا۔'' تھامس بیب نے جواب دیا۔ پھر اس نے ایک اور ہیرا پانی پر اُچھال دیا۔ اس بار ہیرے نے تین ٹپے کھائے تھے۔ تھامس کو اپنا دماغ بوجھل محسوس ہونے لگا۔ اسے نیند کی سخت ضرورت تھی۔ اس نے باقی ہیرے بھی اچھالے اور جھیل پر بنتے بگڑتے دائروں کو دیکھتا رہا۔

''اے مسٹر...... اگرمی بہت ہے۔ اب چل دو۔'' پولیس والے نے کہا۔

''چلو......'' تھامس نے اُٹھتے ہوئے کہا اور کافی کا خالی ڈبا بھی پانی میں اُچھال دیا۔ پھر وہ ٹپے گننے لگا۔ ایک...... دو...... تین...... چار...... پانچ!

✿ ✿ ✿